وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ

تیسیر الکریم الرحمن
فی تفسیر کلام المنان

المعروف

تفسیر السعدی (اردو)

فضیلۃ الشیخ عبدالرحمن بن ناصر السعدی رحمہ اللہ

دارالسلام
کتاب وسنت کی اشاعت کا عالمی ادارہ

www.esnips.com/user/islam-urdu

www.dar-us-salam.com

دارُالسّلام

کتاب و سُنّت کی اشاعت کا عالمی ادارہ

ریاض * جدہ * شارجہ * لاہور
لندن * ہیوسٹن * نیو یارک

DARUSSALAM

ہیڈ آفس : پوسٹ بکس: 22743 الریاض: 11416 سعودی عرب

فون : 4033962 - 4043432 (00966 1) فیکس: 4021659

ای میل: darussalam@naseej.com.sa بک شاپ فون و فیکس: 4614483

جدہ فون و فیکس : 6807752 الخبر فون: 8692900 فیکس: 8691551

شارجہ فون : 5632623 فیکس: 5632624 (009716)

پاکستان : ① 50 لوئر مال نزد ایم ۔ اے ۔ او کالج لاہور فون: 7232400 - 7240024 (0092 42)
فیکس: 7354072 ای میل: darussalampk@hotmail.com
② اقرأ سنٹر، غزنی سٹریٹ، اُردو بازار، لاہور فون: 7120054 فیکس: 7320703

لندن فون: 5202666 فیکس : 5217645 (0044 208)

ہیوسٹن فون: 7220419 فیکس: 7220431 (001 713) نیو یارک فون: 6255925 (001 718)

Website: http://www.dar-us-salam.com

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ

تیسیر الکریم الرحمن

فی تفسیر کلام المنان

(اردو ترجمہ)

پارۃ نمبر تیس 30

مفسر قرآن: فضیلۃ الشیخ عبدالرحمان بن ناصر السعدی رحمہ اللہ

تحقیق: عبدالرحمان بن معلا اللویحق حفظہ اللہ

ترجمۃ القرآن: حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ

ترجمۃ التفسیر: پروفیسر طیب شاہین لودھی حفظہ اللہ

دار السلام

کتاب و سنت کی اشاعت کا عالمی ادارہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فرمانِ الٰہی

وَقَالَ الرَّسُوْلُ

يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِى اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا

اور رسول (ﷺ روزِ قیامت) فرمائیں گے:

"الٰہی! یقیناً میری قوم نے اِس قرآن کو پسِ پشت ڈال دیا تھا۔"

(الفرقان: ۲۵/۳۰)

فرمانِ نبوی

اِنَّ اللّٰهَ يَرْفَعُ

بِهٰذَا الْكِتَابِ اَقْوَامًا وَيَضَعُ بِهٖ اٰخَرِيْنَ

اللہ تعالیٰ اِس کتاب کے ذریعے بہت سی قوموں کو بلندیاں
عطا فرماتا ہے اور اسی کی وجہ سے دوسروں کو ذلت و پستی میں دھکیل دیتا ہے

(صحیح مسلم، حدیث: ۸۱۷)

پا رة نمبر تیس 30

نمبر شمار	نام سورت	صفحہ نمبر	شمار پارہ
۷۸	سورة النبا	2897	۳۰
۷۹	سورة النازعات	2902	۳۰
۸۰	سورة عبس	2909	۳۰
۸۱	سورة التكوير	2913	۳۰
۸۲	سورة الانفطار	2918	۳۰
۸۳	سورة المطففين	2921	۳۰
۸۴	سورة الانشقاق	2926	۳۰
۸۵	سورة البروج	2929	۳۰
۸۶	سورة الطارق	2934	۳۰
۸۷	سورة الأعلى	2936	۳۰
۸۸	سورة الغاشية	2939	۳۰
۸۹	سورة الفجر	2943	۳۰
۹۰	سورة البلد	2948	۳۰
۹۱	سورة الشمس	2951	۳۰
۹۲	سورة الليل	2953	۳۰
۹۳	سورة الضحىٰ	2956	۳۰
۹۴	سورة الشرح	2958	۳۰
۹۵	سورة التين	2960	۳۰
۹۶	سورة العلق	2962	۳۰

پا رة نمبر تیس 30

نمبر شمار	نام سورت	صفحہ نمبر	شمار پارہ
۹۷	سورة القدر	2964	۳۰
۹۸	سورة البينة	2965	۳۰
۹۹	سورة الزلزال	2968	۳۰
۱۰۰	سورة العاديات	2969	۳۰
۱۰۱	سورة القارعة	2971	۳۰
۱۰۲	سورة التكاثر	2972	۳۰
۱۰۳	سورة العصر	2974	۳۰
۱۰۴	سورة الهمزة	2975	۳۰
۱۰۵	سورة الفيل	2976	۳۰
۱۰۶	سورة قريش	2977	۳۰
۱۰۷	سورة الماعون	2978	۳۰
۱۰۸	سورة الكوثر	2979	۳۰
۱۰۹	سورة الكافرون	2980	۳۰
۱۱۰	سورة النصر	2981	۳۰
۱۱۱	سورة تبت	2982	۳۰
۱۱۲	سورة الإخلاص	2983	۳۰
۱۱۳	سورة الفلق	2984	۳۰
۱۱۴	سورة الناس	2985	۳۰

تفسیر سورۃ النبا

سُوْرَۃُ النَّبَا (۷۸) مَکِّیَّۃٌ (۸۰) — اٰیَاتُھَا ۴۰ رُکُوْعَاتُھَا ۲

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے

عَمَّ يَتَسَآءَلُوْنَ ۝ ۱ عَنِ النَّبَاِ الْعَظِيْمِ ۝ ۲ الَّذِىْ هُمْ فِيْهِ مُخْتَلِفُوْنَ ۝ ۳ كَلَّا

کس چیز کی بابت وہ باہم سوال کرتے ہیں؟ ○ (اس) عظیم خبر کی بابت ○ کہ وہ اس میں اختلاف کرتے ہیں ○ ہرگز نہیں!

سَيَعْلَمُوْنَ ۝ ۴ ثُمَّ كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ ۝ ۵

عنقریب وہ جان لیں گے ○ پھر ہرگز نہیں! عنقریب وہ جان لیں گے ○

یعنی اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلانے والے کس چیز کے بارے میں پوچھ رہے ہیں؟ پھر اللہ تعالیٰ نے اس چیز کے بارے میں بیان فرمایا جس کے بارے میں وہ پوچھ رہے ہیں‘ چنانچہ فرمایا: ﴿عَنِ النَّبَاِ الْعَظِيْمِ ○ الَّذِىْ هُمْ فِيْهِ مُخْتَلِفُوْنَ﴾ یعنی عظیم خبر کے بارے میں پوچھ رہے ہیں جس میں تکذیب اور مستبعد ہونے کی وجہ سے ان کا نزاع طول پکڑ گیا اور ان کی مخالفت پھیل گئی‘ حالانکہ وہ ایسی خبر ہے جو شک کو قبول کرتی ہے نہ اس میں کوئی شبہ داخل ہوسکتا ہے، مگر مکذبین کا حال یہ ہے کہ اگر ان کے پاس تمام نشانیاں ہی کیوں نہ آ جائیں‘ یہ اپنے رب سے ملاقات پر اس وقت تک ایمان نہیں لائیں گے جب تک کہ وہ دردناک عذاب نہ دیکھ لیں‘ اس لیے فرمایا: ﴿كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ ○ ثُمَّ كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ﴾ یعنی عنقریب جب ان پر عذاب نازل ہوگا جسے وہ جھٹلایا کرتے تھے تو انھیں معلوم ہو جائے گا‘ اس وقت انھیں جہنم کی آگ میں دھکے دے کر ڈالا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا: ﴿هٰذِهِ النَّارُ الَّتِىْ كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ﴾ (الطور: ۱۴/۵۲) ”یہ وہ آگ ہے جسے تم جھٹلایا کرتے تھے۔“

پھر اللہ تعالیٰ نے نعمتوں اور ان دلائل کا ذکر کیا ہے جو اس چیز کی صداقت پر دلالت کرتے ہیں جسے رسول لے کر آئے ہیں۔ فرمایا:

اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهٰدًا ۝ ۶ وَّالْجِبَالَ اَوْتَادًا ۝ ۷ وَّ خَلَقْنٰكُمْ اَزْوَاجًا ۝ ۸ وَّ جَعَلْنَا

کیا نہیں بنایا ہم نے زمین کو بچھونا؟ ○ اور پہاڑوں کو میخیں؟ ○ اور ہم نے پیدا کیا تمھیں جوڑا جوڑا ○ اور ہم نے بنایا

نَوْمَكُمْ سُبَاتًا ۝ ۹ وَّجَعَلْنَا الَّيْلَ لِبَاسًا ۝ ۱۰ وَّجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا ۝ ۱۱ وَّبَنَيْنَا

تمھاری نیند کو آرام کا ذریعہ ○ اور ہم نے بنایا رات کو لباس ○ اور ہم نے بنایا دن کو وقت معاش ○ اور بنائے ہم نے

فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا ۝ ۱۲ وَّجَعَلْنَا سِرَاجًا وَّهَّاجًا ۝ ۱۳ وَّاَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرٰتِ

تمھارے اوپر سات مضبوط (آسمان) ○ اور ہم نے بنایا ایک چراغ روشن ○ اور نازل کیا ہم نے بھرے بادلوں سے

مَآءً ثَجَّاجًا ﴿۱۴﴾ لِّنُخْرِجَ بِهٖ حَبًّا وَّنَبَاتًا ﴿۱۵﴾ وَّجَنّٰتٍ اَلْفَافًا ﴿۱۶﴾

پانی خوب برسنے والا ○ تاکہ نکالیں ہم اس کے ذریعے سے دانہ (غلہ) اور سبزہ ○ اور باغات گھنے ○

کیا ہم نے تمھیں بڑی بڑی نعمتوں سے نہیں نوازا؟ پس ہم نے تمھارے لیے بنایا ﴿ الْاَرْضَ مِهٰدًا ﴾ زمین کو ہموار اور نرم، یعنی تمھارے لیے اور تمھارے مصالح، مثلاً: کھیتی باڑی کرنے، گھر بنانے اور راستے بنانے کے لیے۔ ﴿ وَّالْجِبَالَ اَوْتَادًا ﴾ ''اور پہاڑوں کو میخیں۔'' جو زمین کو ٹھہرائے ہوئے ہیں تاکہ وہ تمھیں لے کر متحرک نہ ہو جائے اور ڈھلک نہ جائے۔ ﴿ وَّ خَلَقْنٰكُمْ اَزْوَاجًا ﴾ یعنی ایک ہی جنس میں سے تمھیں مرد اور عورت بنایا تاکہ ہر ایک دوسرے سے سکون حاصل کرے، تب مودّت اور رحمت وجود میں آئے اور ان دونوں سے اولاد پیدا ہو۔ اس احسان کا ذکر لذت نکاح کو متضمن ہے۔

﴿ وَّ جَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا ﴾ یعنی تمھاری نیند کو تمھاری راحت اور تمھارے اشغال کو منقطع کرنے والی بنایا جو اگر بڑھ جائیں تو تمھارے ابدان کو ضرر پہنچاتے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے رات کی یہ خاصیت بنائی کہ وہ لوگوں کو ڈھانپ لیتی ہے تاکہ ان کی ضرر رساں حرکات ٹھہر جائیں اور انھیں نفع مند راحت حاصل ہو۔ ﴿ وَّبَنَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا ﴾ یعنی تمھارے اوپر سات آسمان بنائے جو قوت، صلابت اور سختی کی انتہا پر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے ان کو تھام رکھا ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو زمین کے لیے چھت بنایا، آسمانوں میں انسانوں کے لیے متعدد فوائد ہیں، اس لیے ان کے منافع میں سورج کا ذکر کیا، چنانچہ فرمایا: ﴿ وَّجَعَلْنَا سِرَاجًا وَّهَّاجًا ﴾ ''اور ہم نے روشن چراغ بنایا۔'' چراغ کا ذکر کر کے سورج کی روشنی کی نعمت کی طرف اشارہ کیا ہے جو مخلوق کی ضرورت بن گئی ہے۔ وَهَّاج یعنی اس کی حرارت کا ذکر کر کے اس کے اندر پھلوں کو پکانے کی قوت اور دیگر منافع کی طرف اشارہ کیا۔

﴿ وَّ اَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرٰتِ ﴾ یعنی ہم نے بادل سے اتارا ﴿ مَآءً ثَجَّاجًا ﴾ بہت زیادہ پانی ﴿ لِّنُخْرِجَ بِهٖ حَبًّا ﴾ ''تاکہ اس کے ذریعے سے اناج پیدا کریں۔'' مثلاً: گیہوں، جو، مکئی اور چاول وغیرہ جسے آدمی کھاتے ہیں ﴿ وَّنَبَاتًا ﴾ ''اور سبزہ۔'' یہ تمام نباتات کو شامل ہے جسے اللہ تعالیٰ نے ان کے مویشیوں کے لیے خوراک بنایا ہے ﴿ وَّجَنّٰتٍ اَلْفَافًا ﴾ اور گھنے باغات، ان کے اندر تمام اقسام کے لذیذ پھل ہیں، پس وہ ہستی جس نے یہ جلیل القدر نعمتیں عطا کی ہیں جن کی مقدار کا اندازہ کیا جا سکتا ہے نہ انھیں شمار کیا جا سکتا ہے، تم کیونکر اس کا انکار کرتے ہو اور کیونکر اس خبر کو جھٹلاتے ہو جو اس نے تمھاری موت کے بعد تمھارے دوبارہ اٹھائے جانے اور قیامت کے بارے میں دی ہے؟

اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ كَانَ مِيْقَاتًا ﴿۱۷﴾ يَّوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَتَاْتُوْنَ اَفْوَاجًا ﴿۱۸﴾

بلاشبہ دن فیصلے کا ہے وقت مقرر ○ (یعنی) جس دن پھونک ماری جائے گی صور میں، تو تم آؤ گے فوج در فوج ○

وَّفُتِحَتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ اَبْوَابًا ﴿۱۹﴾ وَّسُيِّرَتِ الْجِبَالُ فَكَانَتْ سَرَابًا ﴿۲۰﴾ اِنَّ

اور کھولا جائے گا آسمان تو ہو جائے گا وہ دروازے دروازے ○ اور چلائے جائیں گے پہاڑ تو ہو جائیں گے وہ (جیسے) سراب ○ بلاشبہ

جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا ﴿٢١﴾ لِّلطَّاغِينَ مَآبًا ﴿٢٢﴾ لَّابِثِينَ فِيهَآ أَحْقَابًا ﴿٢٣﴾ لَا يَذُوقُونَ
جہنم ہے گھات کی جگہ ○ سرکشوں کا ٹھکانا ○ وہ ٹھہریں گے اس میں لمبی مدت ○ نہیں چکھیں گے وہ
فِيهَا بَرْدًا وَّلَا شَرَابًا ﴿٢٤﴾ إِلَّا حَمِيمًا وَّغَسَّاقًا ﴿٢٥﴾ جَزَآءً وِّفَاقًا ﴿٢٦﴾ إِنَّهُمْ كَانُوا
اس میں ٹھنڈک اور نہ کوئی مشروب ہی ○ سوائے کھولتے پانی اور (بہتی) پیپ کے ○ (جزا دیے جائیں گے) جزا پوری ○ بلاشبہ وہ تھے
لَا يَرْجُونَ حِسَابًا ﴿٢٧﴾ وَّكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا كِذَّابًا ﴿٢٨﴾ وَكُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ كِتَابًا ﴿٢٩﴾
نہیں امید رکھتے حساب (کتاب) کی ○ اور وہ جھٹلاتے تھے ہماری آیات کو جھٹلانا بہت ○ اور ہر چیز کو ضبط کر رکھا ہے ہم نے ایک کتاب میں ○
-ع- فَذُوقُوا فَلَن نَّزِيدَكُمْ إِلَّا عَذَابًا ﴿٣٠﴾
سو چکھو تم، پس ہرگز نہیں زیادہ کریں گے ہم تمھیں مگر عذاب ہی میں ○

اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے کہ قیامت کے دن کیا ہوگا جس کے بارے میں اہل تکذیب پوچھتے ہیں اور معاندین حق اس کا انکار کرتے ہیں، یہ بہت ہی بڑا دن ہوگا اللہ تعالیٰ نے اس دن کو ﴿ مِيقَاتًا ﴾ مخلوق کے لیے فیصلے کا دن مقرر کیا۔ ﴿ يُنفَخُ فِي الصُّورِ فَتَأْتُونَ أَفْوَاجًا ﴾ ''جس دن صور میں پھونکا جائے گا تو تم گروہ در گروہ آؤ گے۔'' اس دن بڑی بڑی مصیبتیں اور زلزلے آئیں گے جن سے دل دہل جائیں گے اور جنھیں دیکھ کر بچے بھی بوڑھے ہو جائیں گے۔ پہاڑ چل پڑیں گے حتی کہ غبار بن کر بکھر جائیں گے، آسمان پھٹ جائے گا اور اس میں دروازے بن جائیں گے اور اللہ تعالیٰ خلائق کے درمیان اپنے حکم سے ایسا فیصلہ کرے گا جس میں ظلم نہ ہوگا۔ جہنم کی آگ بھڑکائی جائے گی جس کو اللہ تعالیٰ نے سرکشوں کی گھات میں تیار کر رکھا ہے اور اسے ان کے لیے ٹھکانا اور لوٹنے کی جگہ بنایا ہے، یہ سرکش لوگ اس میں مدتوں رہیں گے اَلْحُقُبُ بہت سے مفسرین کے قول کے مطابق اسی سال کا عرصہ ہے۔

جب وہ جہنم میں وارد ہوں گے ﴿ لَا يَذُوقُونَ فِيهَا بَرْدًا وَّلَا شَرَابًا ﴾ ''وہاں ٹھنڈک کا مزہ چکھیں گے نہ پینا نصیب ہوگا۔'' یعنی وہ ایسی کوئی چیز نہیں پائیں گے جو ان کی جلدوں کو ٹھنڈا کرے ان کی پیاس ہی کو دور کرے۔ ﴿ إِلَّا حَمِيمًا ﴾ یعنی وہی کھولتا ہوا گرم پانی ہوگا جو ان کے چہروں کو بھون ڈالے گا اور ان کی آنتوں کو کاٹ ڈالے گا۔ ﴿ وَغَسَّاقًا ﴾ اور اہل جہنم کی پیپ ہوگی جو انتہائی بدبودار اور انتہائی بدذائقہ ہوگی۔ وہ ان بدترین عقوبتوں کے اس لیے مستحق ہیں کہ یہ ان کے ان اعمال کا پورا پورا بدلہ ہے جنھوں نے ان کو جہنم میں پہنچایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر ہرگز ظلم نہیں کیا بلکہ انھوں نے خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے۔

اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کے ان اعمال کا ذکر کیا ہے جن کی بنا پر وہ اس سزا کے مستحق ٹھہرے ہیں، چنانچہ فرمایا: ﴿ إِنَّهُمْ كَانُوا لَا يَرْجُونَ حِسَابًا ﴾ یعنی وہ قیامت کے دن پر ایمان نہیں رکھتے تھے اور نہ وہ اس پر یقین ہی رکھتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ان کو اچھے برے اعمال کی جزا دے گا، اس لیے وہ آخرت کی خاطر عمل کو فضول اور مہمل

سمجھتے تھے۔ ﴿ وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا كِذَّابًا ﴾ یعنی انھوں نے ہماری آیتوں کی واضح اور صریح طور پر تکذیب کی اور جب ان کے پاس واضح دلائل آئے تو انھوں نے ان کی مخالفت کی۔ ﴿ وَكُلَّ شَيْءٍ ﴾ ''اور ہر چیز کو۔'' یعنی ہر تھوڑی یا زیادہ، اچھی یا بری چیز ﴿ اَحْصَيْنٰهُ كِتٰبًا ﴾ ہم نے اسے لوح محفوظ میں ثبت کر رکھا ہے، پس مجرم یہ نہ سمجھ لیں کہ ہم نے ان کو ایسے گناہوں کی سزا دی ہے جو انھوں نے کیے ہی نہیں اور نہ وہ یہ سمجھ لیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے اعمال میں سے کسی عمل کو ضائع کر دے گا یا ان میں سے کوئی ذرہ بھر عمل بھول جائے گا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَوُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ وَيَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّاۤ اَحْصٰىهَا وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا ﴾ (الکہف: ۱۸/ ۴۹) ''اور اعمال نامے کو (کھول کر) رکھ دیا جائے گا اور تو مجرموں کو دیکھے گا کہ جو کچھ اس کتاب میں درج ہوگا، وہ اس سے ڈر رہے ہوں گے اور وہ کہیں گے کہ یہ کیسی کتاب ہے جو کسی چھوٹی بات کو چھوڑتی ہے نہ بڑی بات کو، مگر اس نے اس کو درج کر رکھا ہے اور جو اعمال انھوں نے کیے ہیں، ان سب کو موجود پائیں گے اور تیرا رب کسی پر ظلم نہیں کرے گا۔'' ﴿ فَذُوْقُوْا ﴾ ''پس چکھو۔'' اس دردناک عذاب اور دائمی رسوائی کو اے جھٹلانے والو! ﴿ فَلَنْ نَّزِيْدَكُمْ اِلَّا عَذَابًا ﴾ ''ہم تم پر عذاب ہی بڑھاتے جائیں گے۔'' پس ہر آن اور ہر وقت ان کا عذاب بڑھتا رہے گا۔ اہل جہنم کے عذاب کی شدت کے بارے میں یہ سخت ترین آیت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں جہنم سے بچائے۔

اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ مَفَازًا ۟ۙ﴿۳۱﴾ حَدَآئِقَ وَاَعْنَابًا ۟ۙ﴿۳۲﴾ وَّكَوَاعِبَ اَتْرَابًا ۟ۙ﴿۳۳﴾ وَّكَاْسًا

بلاشبہ متقی لوگوں کیلئے کامیابی ہے ○ باغات اور انگور ہیں ○ اور ابھری چھاتیوں والیاں ہم عمر (بیویاں) ○ اور شراب کے جام

دِهَاقًا ۟ؕ﴿۳۴﴾ لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا كِذّٰبًا ۟ۚ﴿۳۵﴾

چھلکتے ہوئے ○ نہیں سنیں گے وہ اس میں لغو (باتیں) اور نہ جھوٹ ○

جَزَآءً مِّنْ رَّبِّكَ عَطَآءً حِسَابًا ۟ۙ﴿۳۶﴾

(دیے جائیں گے) جزا آپ کے رب کی طرف سے عطیہ کافی ہو جانے والا ○

جہاں اللہ تبارک و تعالیٰ نے مجرموں کا حال بیان کیا، وہاں اہل تقویٰ کے انجام کا ذکر بھی فرمایا: ﴿ اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ مَفَازًا ﴾ یعنی جو لوگ اپنے رب کی ناراضی سے ڈر گئے، اس کی اطاعت کا دامن تھام لیا اور اس کی نافرمانی سے باز آ گئے، ان کے لیے کامیابی، نجات اور جہنم سے دوری ہے۔ اس کامیابی میں ان کے لیے ﴿ حَدَآئِقَ ﴾ باغ ہیں۔ ﴿ حَدَآئِقَ ﴾ ان باغات کو کہا جاتا ہے جن میں خوبصورت درختوں اور پھلوں کی تمام اقسام جمع ہوں ﴿ وَاَعْنَابًا ﴾ ''اور انگور ہیں۔'' ان باغات کے بیچوں بیچ ندیاں بہ رہی ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ نے انگور کے شرف اور ان باغات میں ان کی کثرت کی بنا پر، ان کا خاص طور پر ذکر کیا ہے۔ ان باغات میں، ان کی چاہت اور طلب کے مطابق بیویاں

ہوں گی ﴿ كَوَاعِبَ ﴾ اس سے مراد ابھرے ہوئے پستانوں والی کنواری لڑکیاں ہیں جن کے پستان ان کے شباب ان کی قوت اوران کی تازگی کے باعث ڈھیلے نہیں پڑے۔ ﴿ اَتْرَابًا ﴾ ''ہم عمر عورتیں۔'' ہم عمر عورتوں کی عادت ہوتی ہے کہ وہ باہم محبت والفت رکھنے والی اور باہم اچھی معاشرت والی ہوتی ہیں، وہ عمر جس میں وہ ہوں گی، تینتیس سال ہے اور یہ معتدل ترین شباب کی عمر ہے۔

﴿ وَكَاْسًا دِهَاقًا ﴾ یعنی شراب کے چھلکتے ہوئے جام ہوں گے، پینے والوں کی لذت کے لیے۔ ﴿ لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا ﴾ یعنی وہ ایسا کلام نہیں سنیں گے جس کا کوئی فائدہ نہ ہو ﴿ وَلَا كِذّٰبًا ﴾ ''اور نہ جھوٹ۔'' یعنی گناہ، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿ لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا تَاْثِيْمًا ○ اِلَّا قِيْلًا سَلٰمًا سَلٰمًا ﴾ (الواقعۃ:٥٦/٢٥،٢٦) ''وہ جنت میں کوئی بے ہودہ بات سنیں گے نہ گناہ کی بات، صرف سلام ہی سلام کی بات سنیں گے۔'' اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل واحسان سے ان کو یہ ثواب جزیل عطا کیا ہے۔

﴿ جَزَآءً مِّنْ رَّبِّكَ ﴾ ان کے لیے بدلہ ہے تمھارے رب کی طرف سے ﴿ عَطَآءً حِسَابًا ﴾ ''یہ انعام کثیر۔'' یعنی ان کے اعمال کے سبب سے جن کی توفیق سے اللہ تعالیٰ نے ان کو بہرہ مند کیا اور ان اعمال کو اپنی تکریم واکرام تک پہنچنے کا ذریعہ بنایا۔

رَّبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الرَّحْمٰنِ لَا يَمْلِكُوْنَ مِنْهُ خِطَابًا ﴿٣٧﴾ يَوْمَ يَقُوْمُ

جو رب ہے آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے نہایت مہربان، نہیں اختیار رکھیں گے وہ اس سے بات کرنے کا ○ اس دن کھڑے ہوں گے

الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا ۖ لَّا يَتَكَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا ﴿٣٨﴾

جبریل اور (سب) فرشتے صف بستہ، نہیں کلام کر سکیں گے وہ مگر وہی کہ اجازت دے گا اس کو رحمٰن اور کہے گا وہ درست (بات) ○

ذٰلِكَ الْيَوْمُ الْحَقُّ ۚ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ مَاٰبًا ﴿٣٩﴾ اِنَّآ اَنْذَرْنٰكُمْ عَذَابًا قَرِيْبًا ۚ

یہ دن ہے برحق سو جو چاہے وہ پکڑے اپنے رب کی طرف ٹھکانا ○ بلاشبہ ہم نے ڈرا دیا ہے تمھیں قریب کے عذاب سے

يَّوْمَ يَنْظُرُ الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ وَيَقُوْلُ الْكٰفِرُ يٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ تُرٰبًا ﴿٤٠﴾ ع

اس دن دیکھے گا انسان جو کچھ آگے بھیجا اس کے دونوں ہاتھوں نے اور کہے گا کافر: اے کاش! ہوتا میں مٹی ○

یعنی جس نے انھیں یہ عطیات عطا کیے وہ ان کا رب ہے ﴿ رَّبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ﴾ ''جو آسمانوں اور زمین کا رب ہے۔'' جس نے ان کو پیدا کیا اور ان کی تدبیر کی ﴿ الرَّحْمٰنِ ﴾ جس کی رحمت ہر چیز پر سایہ کناں ہے۔ پس اس نے ان کی نشوونما کی، ان پر رحم کیا اور ان کو لطف وکرم سے نوازا حتی کہ انھوں نے بہت کچھ پالیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن اپنی عظمت اور اپنی عظیم بادشاہی کا ذکر فرمایا۔ اس روز تمام مخلوق خاموش ہوگی، کوئی بات نہیں کرے گا ﴿ لَا يَمْلِكُوْنَ مِنْهُ خِطَابًا ﴾ ''اس سے بات چیت کرنے کا انھیں اختیار نہیں ہوگا۔'' ﴿ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ

﴿الرَّحۡمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا﴾ یعنی کوئی شخص بات نہیں کر سکے گا مگر ان دو شرطوں کے ساتھ۔

اوّل: جسے اللہ تعالیٰ بات کی اجازت دے۔

ثانی: اور وہ جو بات کرے وہ ٹھیک ہو۔

اس لیے کہ ﴿ذٰلِكَ الۡيَوۡمُ﴾ ’’یہ دن۔‘‘ ﴿الۡحَقُّ﴾ ’’ہی سچا (دن) ہے‘‘ جس میں باطل رائج ہو سکتا ہے نہ جھوٹ فائدہ دے سکتا ہے۔ یہ وہ دن ہے ﴿يَقُوۡمُ الرُّوۡحُ﴾ ’’جس میں روح (الامین) کھڑا ہوگا۔‘‘ روح سے مراد جبریل علیہ السلام ہیں جو تمام فرشتوں میں افضل ہیں۔ ﴿وَالۡمَلٰٓئِكَةُ﴾ اور تمام فرشتے بھی کھڑے ہوں گے ﴿صَفًّا﴾ صف باندھے، اللہ تعالیٰ کے حضور سر افگندہ ہو کر ﴿لَا يَتَكَلَّمُوۡنَ﴾ ’’وہ کلام نہیں کر سکیں گے۔‘‘ سوائے اس بات کے جس کی اللہ تعالیٰ اجازت دے۔

پس اللہ تعالیٰ نے ترغیب و ترہیب اور تبشیر و انذار کے بعد فرمایا: ﴿فَمَنۡ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ مَاٰبًا﴾ ’’پس جو شخص چاہے اپنے رب کے پاس ٹھکانا بنالے۔‘‘ یعنی عمل اور اچھی بات کرے جو قیامت کے دن اس کی طرف لوٹے گی۔

﴿اِنَّاۤ اَنۡذَرۡنٰكُمۡ عَذَابًا قَرِيۡبًا﴾ ’’بلاشبہ ہم نے تمھیں عنقریب آنے والے عذاب سے ڈرایا ہے۔‘‘ کیونکہ وہ عذاب قریب آ گیا ہے اور جو چیز آ رہی ہو وہ قریب ہی ہوتی ہے ﴿يَّوۡمَ يَنۡظُرُ الۡمَرۡءُ مَا قَدَّمَتۡ يَدٰهُ﴾ ’’اس دن آدمی ان (اعمال) کو دیکھ لے گا جو اس نے آگے بھیجے ہوں گے۔‘‘ یعنی یہی وہ چیز ہے جو اسے ہم و فکر میں ڈالے گی اور وہ اس سے گھبرائے گا۔ پس اسے اس دنیا میں دیکھنا چاہیے کہ اس نے دائمی گھر کے لیے کیا آگے بھیجا ہے؟ جیسے اللہ نے فرمایا: ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلۡتَنۡظُرۡ نَفۡسٌ مَّا قَدَّمَتۡ لِغَدٍ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيۡرٌۢ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ﴾ (الحشر: ۵۹/ ۱۸) ’’اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور ہر شخص کو دیکھنا چاہیے کہ اس نے کل کے لیے کیا آگے بھیجا ہے، اللہ سے ڈرتے رہو، بے شک اللہ ہر اس عمل کی خبر رکھتا ہے جو تم کرتے ہو۔‘‘ اگر وہ (اپنے اعمال میں) کوئی بھلائی پائے تو وہ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کرے اور اگر بھلائی کے سوا کچھ اور پائے تو وہ صرف اپنے ہی نفس کو ملامت کرے، اسی لیے کفار شدّت حسرت و ندامت کی وجہ سے موت کی تمنا کریں گے ﴿وَيَقُوۡلُ الۡكٰفِرُ يٰلَيۡتَنِىۡ كُنۡتُ تُرٰبًا﴾ ’’اور کافر کہے گا، کاش! میں مٹی ہوتا۔‘‘ ہم اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں کہ وہ ہمیں کفر اور ہر قسم کے شر سے عافیت عطا کرے۔ بلاشبہ وہ بہت جواد اور نہایت کرم والا ہے۔

تفسیر سورۃ النّٰزعٰت

سُوۡرَةُ النّٰزِعٰت (۷۹) مَكِّيَّةٌ (۸۱) — بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ — اٰياتها ۴۶ رکوعاتها ۲

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان بہت رحم کرنے والا ہے

وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا ﴿١﴾ وَّالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا ﴿٢﴾ وَّالسّٰبِحٰتِ سَبْحًا ﴿٣﴾ فَالسّٰبِقٰتِ

قسم ہے سختی سے روح نکالنے والوں کی ڈوب کر○ اور آسانی سے روح نکالنے والوں کی نرمی سے○ اور تیرنے والوں کی تیزی سے تیرنا○ پھر آگے بڑھنے والوں کی

سَبْقًا ﴿٤﴾ فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا ﴿٥﴾ يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ ﴿٦﴾ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ ﴿٧﴾ وقف لازم

دوڑ کر○ پھر ان کی جو تدبیر کرنے والے ہیں ہر امر کی○ جس دن کانپے گی کانپنے والی○ اس کے پیچھے آئے گی پیچھے آنے والی○

قُلُوْبٌ يَّوْمَئِذٍ وَّاجِفَةٌ ﴿٨﴾ اَبْصَارُهَا خَاشِعَةٌ ﴿٩﴾ يَقُوْلُوْنَ ءَاِنَّا لَمَرْدُوْدُوْنَ وقف لازم

کئی دل اس دن دھڑکتے ہوں گے○ ان کی آنکھیں جھکی (نیچی) ہوں گی○ وہ کہتے ہیں، کیا یقیناً ہم لوٹائے جائیں گے

فِي الْحَافِرَةِ ﴿١٠﴾ ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا نَّخِرَةً ﴿١١﴾ قَالُوْا تِلْكَ اِذًا كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ ﴿١٢﴾ وقف لازم

پہلی حالت میں؟○ کیا جب ہو جائیں گے ہم ہڈیاں بوسیدہ؟○ وہ کہتے ہیں، یہ اس وقت واپسی ہوگی خسارے والی○

فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ ﴿١٣﴾ فَاِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ ﴿١٤﴾

پس صرف وہ تو ایک (خوف ناک) ڈانٹ ہوگی○ تو یکایک وہ (لوگ) ہوں گے کھلے میدان میں○

مکرم فرشتوں اور ان کے افعال کی کھائی ہوئی یہ قسمیں جو اللہ تعالیٰ کے حکم کے سامنے ان کی کامل اطاعت اور اس کو نافذ کرنے میں ان کی سرعت پر دلالت کرتی ہیں۔ اس میں ایک احتمال یہ ہے کہ جس امر پر قسم کھائی گئی ہے وہ جزا اور قیامت ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ اس کے بعد قیامت کے احوال بیان کیے گئے ہیں۔ اس میں دوسرا احتمال یہ ہے کہ جس پر قسم کھائی گئی ہے اور جس کی قسم کھائی ہے وہ دونوں ایک ہوں' نیز یہ کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں پر اس لیے قسم کھائی ہے کہ ان پر ایمان لانا' ایمان کے چھ ارکان میں سے ایک رکن ہے' نیز یہ کہ یہاں ان کے افعال کا ذکر کرنا اس جزا کو متضمن ہے جس کا انتظام موت کے وقت' موت سے پہلے یا موت کے بعد فرشتے کرتے ہیں' اس لیے فرمایا: ﴿وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا﴾ ''ان کی قسم! جو ڈوب کر کھینچ لیتے ہیں۔'' اس سے مراد وہ فرشتے ہیں جو طاقت کے ساتھ روح قبض کرتے ہیں اور روح قبض کرنے میں مبالغہ کرتے ہیں یہاں تک کہ روح نکل جاتی ہے اور اسے اس کے عمل کی جزا دی جاتی ہے۔ ﴿وَّالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا﴾ ''اور ان کی جو آسانی سے کھول دیتے ہیں۔'' اس سے بھی فرشتے مراد ہیں جو ارواح کو قوت اور نشاط کے ساتھ نکالتے ہیں یا اس کے معنی یہ ہیں کہ پھرتی اور تیزی سے روح نکالنے کا معاملہ اہل ایمان کی ارواح کے ساتھ ہے اور ارواح کو کھینچ کر زور سے نکالنا کفار کی ارواح کے ساتھ ہے۔

﴿وَّالسّٰبِحٰتِ سَبْحًا﴾ یعنی ہوا کے اندر ادھر ادھر آتے جاتے' اوپر چڑھتے اور نیچے اترتے فرشتوں کی قسم! ﴿فَالسّٰبِقٰتِ﴾ دوسروں پر سبقت لے جانے والے ﴿سَبْقًا﴾ ''سبقت لے جانا۔'' پس فرشتے اللہ تعالیٰ کے حکم کی طرف جلدی سے آگے بڑھتے ہیں اور وحی الٰہی کو اللہ تعالیٰ کے رسولوں تک پہنچانے میں شیاطین سے آگے بڑھ جاتے ہیں تاکہ شیاطین اس کو چرا نہ لیں۔ ﴿فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا﴾ یہ وہ فرشتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے عالم بالا اور عالم سفلی کے

بہت سے امور کی تدبیر کے لیے مقرر فرمایا ہے، مثلاً: بارشوں، نباتات، ہواؤں، سمندروں، ماؤں کے پیٹوں میں بچوں، حیوانات، جنت اور جہنم وغیرہ کے امور۔

﴿ يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ ﴾ ''جس دن زمین پر بھونچال آئے گا۔'' اور یہ قیامت کا قائم ہونا ہے۔ ﴿ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ ﴾ یعنی ایک اور زلزلہ جو اس کے ساتھ ہی اس کے پیچھے پیچھے آئے گا۔ ﴿ قُلُوْبٌ يَّوْمَىِٕذٍ وَّاجِفَةٌ ﴾ اس دن جو کچھ نظر آئے گا اور سنائی دے گا اس کی شدت کی بنا پر دل دہل جائیں گے ﴿ اَبْصَارُهَا خَاشِعَةٌ ﴾ نگاہیں بہت ذلیل اور حقیر ہوں گی، ان کے دلوں پر خوف طاری ہوگا، گھبراہٹ ان کی عقل کو زائل کر دے گی، ان پر تاسف کا غلبہ ہوگا اور حسرت ان پر قبضہ کر لے گی۔

منکرین قیامت، دنیا کے اندر استہزا کے طور پر اور حیات بعد الموت کا انکار کرتے ہوئے کہتے ہیں: ﴿ ءَاِنَّا لَمَرْدُوْدُوْنَ فِي الْحَافِرَةِ ﴾ یعنی کیا مرنے کے بعد ہمیں پہلی تخلیق کی طرف لوٹایا جائے گا؟ یہ استفہام انکاری ہے جو انتہائی تعجب اور اس کو محال سمجھنے پر مبنی ہے، انھوں نے حیات بعد الموت کا انکار کیا، پھر اس کو بعید سمجھنے میں بڑھتے چلے گئے، پھر اسی پر جم گئے۔ وہ اس دنیا میں تکذیب کے طور پر کہتے ہیں ﴿ ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا نَّخِرَةً ﴾ یعنی جب ہم بوسیدہ ہڈیاں بن جائیں گے تو کیا اس کے بعد ہمیں دوبارہ زندگی کی طرف لوٹایا جائے گا؟ ﴿ قَالُوْا تِلْكَ اِذًا كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ ﴾ ''کہتے ہیں، یہ لوٹنا خسارہ ہے۔'' یعنی انھوں نے اللہ تعالیٰ کی قدرت کے بارے میں جہالت اور اس کے حضور جسارت کی بنا پر اس امر کو بعید سمجھا کہ اللہ تعالیٰ انھیں دوبارہ زندہ کر دے گا، جب وہ بوسیدہ ہڈیاں بن جائیں گے تو کیا انھیں دوبارہ زندگی عطا کی جائے گی؟ اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے اس امر کے بہت آسان ہونے کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ ﴾ ''وہ تو صرف ایک ڈانٹ ہوگی۔'' یعنی اس روز صور پھونکا جائے گا، تب تمام خلائق ﴿ بِالسَّاهِرَةِ ﴾ روئے زمین پر کھڑے دیکھ رہے ہوں گے۔ پس اللہ تعالیٰ ان سب کو اکٹھا کرے گا، ان کے درمیان عدل پر مبنی فیصلے کرے گا اور ان کو جزا و سزا دے گا۔

هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى ﴿۱۵﴾ اِذْ نَادٰىهُ رَبُّهٗ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ﴿۱۶﴾ اِذْهَبْ وقف لازم

تحقیق آ چکی ہے آپ کے پاس بات موسیٰ کی ○ جب پکارا تھا اس کو اس کے رب نے مقدس وادی طویٰ میں ○ (اور کہا:) جاؤ

اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ﴿۱۷﴾ فَقُلْ هَلْ لَّكَ اِلٰٓى اَنْ تَزَكّٰى ﴿۱۸﴾ وَاَهْدِيَكَ اِلٰى رَبِّكَ

فرعون کی طرف، بلاشبہ اس نے سرکشی کی ہے ○ پس کہیے: کیا تجھے (رغبت) ہے اس کی کہ تو پاک ہو؟ ○ اور میں رہنمائی کروں تیری تیرے رب کی طرف

فَتَخْشٰى ﴿۱۹﴾ فَاَرٰىهُ الْاٰيَةَ الْكُبْرٰى ﴿۲۰﴾ فَكَذَّبَ وَعَصٰى ﴿۲۱﴾ ثُمَّ اَدْبَرَ يَسْعٰى ﴿۲۲﴾

کہ تو ڈرے؟ ○ پھر موسیٰ نے دکھائی فرعون کو نشانی بڑی ○ تو اس نے جھٹلایا اور نافرمانی کی ○ پھر وہ پلٹا (فساد کی) کوشش کرتے ہوئے ○

فَحَشَرَ فَنَادٰى ﴿۲۳﴾ فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى ﴿۲۴﴾ فَاَخَذَهُ اللّٰهُ نَكَالَ الْاٰخِرَةِ

پھر اس نے (سب کو) جمع کیا اور پکارا ○ پس کہا: میں ہوں تمھارا رب سب سے بڑا ○ تو پکڑ لیا اس کو اللہ نے عذاب میں آخرت

وَ الْاُوْلٰى ؕ﴿۲۵﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى ؒ﴿۲۶﴾ ع

اور دنیا کے ○ بلاشبہ اس میں البتہ عبرت ہے اس کیلئے جو ڈرتا ہے ○

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے نبی محمد مصطفی ﷺ سے فرماتا ہے: ﴿ هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى ﴾ یہ ایک عظیم معاملے کے بارے میں استفہام ہے جس کا وقوع متحقق ہو چکا ہے یعنی کیا آپ کے پاس حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ پہنچا ہے؟ ﴿ اِذْ نَادٰىهُ رَبُّهٗ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ﴾ ''جب ان کے رب نے انھیں پاک میدان طویٰ میں پکارا۔'' یہ وہ مقام ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا' انھیں رسالت سے سرفراز فرمایا' انھیں وحی کے ساتھ مبعوث کیا اور انھیں اپنے لیے چن لیا۔ ﴿ اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ﴾ ''فرعون کے پاس جاؤ، وہ سرکش ہو رہا ہے۔'' اسے نہایت نرم بات اور پرلطف خطاب کے ذریعے سے اس کی سرکشی' شرک اور نافرمانی سے روکو شاید کہ وہ ﴿ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى ﴾ (طٰہٰ: ۴۴/۲۰) ''نصیحت پکڑے یا ڈر جائے۔''

﴿ فَقُلْ ﴾ اس سے کہہ دیجیے: ﴿ هَلْ لَّكَ اِلٰۤى اَنْ تَزَكّٰى ﴾ کیا تو کوئی خصلت حمیدہ اور اچھی تعریف چاہتا ہے جس میں خردمند لوگ ایک دوسرے سے مقابلے کی رغبت رکھتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ تو اپنے نفس کو پاک کرے اور کفر وطغیان سے اپنی تطہیر کر کے ایمان اور عمل صالح کی طرف آئے؟

﴿ وَ اَهْدِيَكَ اِلٰى رَبِّكَ ﴾ یعنی میں اس کی طرف تیری رہنمائی کروں اور اس کی ناراضی کے مواقع میں سے اس کی رضا کے مواقع واضح کروں ﴿ فَتَخْشٰى ﴾ پس جب تجھے صراط مستقیم معلوم ہو جائے تو اللہ سے ڈر جائے۔ جس چیز کی طرف حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو دعوت دی تھی' فرعون نے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

﴿ فَاَرٰىهُ الْاٰيَةَ الْكُبْرٰى ﴾ ''پس اس نے اس کو بڑی نشانی دکھائی۔'' یعنی بڑی نشانی کی جنس اور یہ ان نشانیوں کے تعدد کے منافی نہیں ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ ○ وَّنَزَعَ يَدَهٗ فَاِذَا هِيَ بَيْضَآءُ لِلنّٰظِرِيْنَ ﴾ (الاعراف: ۷/۱۰۷'۱۰۸) ''موسیٰ نے اپنا عصا ڈالا تو وہ یکایک صاف ایک اژدہا بن گیا اور اپنا ہاتھ باہر نکالا تو وہ سب دیکھنے والوں کے لیے روشن چمکتا ہوا ہو گیا۔''

﴿ فَكَذَّبَ ﴾ پس اس نے حق کو جھٹلایا ﴿ وَعَصٰى ﴾ اور حکم کی نافرمانی کی ﴿ ثُمَّ اَدْبَرَ يَسْعٰى ﴾ ''پھر لوٹ گیا اور تدبیریں کرنے لگا۔'' یعنی حق کا مقابلہ اور اس کے خلاف جنگ میں جدوجہد کرنے لگا ﴿ فَحَشَرَ ﴾ پس اس نے اپنے لشکروں کو جمع کیا ﴿ فَنَادٰى ○ فَقَالَ ﴾ اور پکارا اور ان سے کہا: ﴿ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى ﴾ ''میں تمھارا سب سے بڑا رب ہوں۔'' پس جب اس نے ان کو کمزور پایا تو انھوں نے اس کے سامنے سر اطاعت خم کر دیا اور اس کے باطل کا اقرار کر لیا۔

﴿ فَاَخَذَهُ اللّٰهُ نَكَالَ الْاٰخِرَةِ وَ الْاُوْلٰى ﴾ ''پس اللہ نے اس کو دنیا و آخرت کے عذاب میں پکڑ لیا۔'' یعنی اللہ تعالیٰ نے اس کی سزا کو دنیا اور آخرت کے عذاب کے لیے دلیل' تنبیہ اور اس کو بیان کرنے والی بنایا۔ ﴿ اِنَّ فِيْ

﴿ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى ﴾ ’’بے شک اسی میں اس شخص کے لیے عبرت ہے جو ڈرے۔‘‘ کیونکہ جو کوئی اللہ سے ڈرتا ہے وہی آیات الٰہی اور عبرتوں سے مستفید ہوتا ہے‘ لہٰذا جب وہ فرعون کی سزا پر غور کرے گا تو اسے اس حقیقت کی معرفت حاصل ہو جائے گی کہ جو کوئی تکبر اور نافرمانی کرتا ہے اور مالکِ اعلیٰ کا مقابلہ کرتا ہے‘ اسے دنیا و آخرت میں سزا ملتی ہے۔ جس کسی دل سے خشیت الٰہی رخصت ہو جاتی ہے تو اس کے پاس چاہے ہر قسم کی نشانی کیوں نہ آ جائے وہ ایمان نہیں لاتا۔

ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ ؕ بَنٰىهَا ۟ رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰىهَا ۟ۙ

کیا تم سخت تر ہو (دوبارہ) تخلیق میں یا آسمان؟ اس (اللہ) نے اسے بنایا ○ بلند کی اس کی چھت پھر ٹھیک ٹھاک کیا اس کو ○

وَاَغْطَشَ لَيْلَهَا وَاَخْرَجَ ضُحٰىهَا ۟ وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰىهَا ۟ؕ

اور تاریک کیا اس کی رات کو اور ظاہر (روشن) کیا اس کے دن کو ○ اور زمین کو بعد اس کے بچھایا اس کو ○

اَخْرَجَ مِنْهَا مَآءَهَا وَمَرْعٰىهَا ۟ وَالْجِبَالَ اَرْسٰىهَا ۟ۙ

نکالا اس میں سے اس کا پانی اور اس کا چارہ ○ اور پہاڑوں کو گاڑ دیا ان کو ○

مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ ۟ؕ

فائدے کے لیے واسطے تمہارے اور تمہارے چوپایوں کے ○

اللہ تبارک و تعالیٰ آخرت کو اور اجساد کے دوبارہ زندہ کرنے کو بعید سمجھنے والوں کے لیے واضح دلیل بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے: ﴿ ءَاَنْتُمْ ﴾ اے انسانو! کیا تمھارا ﴿ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ ﴾ ’’بنانا زیادہ شدید ہے یا آسمان کا؟‘‘ جو بڑے بڑے اجرام‘ طاقت ور مخلوق اور انتہائی بلندیوں والا ہے ﴿ بَنٰىهَا ﴾ اسے اللہ تعالیٰ نے بنایا ہے۔ ﴿ رَفَعَ سَمْكَهَا ﴾ یعنی اس نے اس کی چھت اور صورت کو بلند کیا ﴿ فَسَوّٰىهَا ﴾ ’’پھر اسے برابر کر دیا۔‘‘ یعنی اس کو محکم اور مضبوط بنا کر جو عقل کو حیران اور خرد کو گم کر دیتا ہے۔ ﴿ وَاَغْطَشَ لَيْلَهَا ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ رات کو تاریک کرتا ہے تو یہ تاریکی آسمان کے تمام کناروں تک پھیل جاتی ہے اور روئے زمین کو تاریک کر دیتی ہے ﴿ وَاَخْرَجَ ضُحٰىهَا ﴾ یعنی جب اللہ تعالیٰ سورج کو لے کر آتا ہے تو روئے زمین پر عظیم روشنی ظاہر کرتا ہے تو لوگ اپنے دینی اور دنیاوی کاموں کے لیے پھیل جاتے ہیں۔ ﴿ وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ ﴾ یعنی آسمان کی تخلیق کے بعد زمین کو ﴿ دَحٰىهَا ﴾ ’’اس نے بچھا دیا۔‘‘ یعنی اس کے اندر اس کے منافع ودیعت کر دیے۔

پھر اپنے اس ارشاد سے اس کی تفسیر بیان کی: ﴿ اَخْرَجَ مِنْهَا مَآءَهَا وَمَرْعٰىهَا ○ وَالْجِبَالَ اَرْسٰىهَا ﴾ ’’اسی نے اس میں سے اس کا پانی نکالا اور چارا اگایا اور پہاڑوں کو گاڑ دیا۔‘‘ یعنی انھیں زمین پر مضبوطی سے جمایا‘ آسمانوں کی تخلیق کے بعد اللہ تعالیٰ نے زمین کو پھیلا کر ہموار کیا‘ جیسے کہ ان آیات کریمہ میں منصوص ہے اور رہی خود

زمین کی تخلیق تو یہ آسمان کی تخلیق سے متقدم ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿قُلْ اَىِٕنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِیْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِیْ یَوْمَیْنِ وَ تَجْعَلُوْنَ لَهٗۤ اَنْدَادًا ذٰلِكَ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ○ وَ جَعَلَ فِیْهَا رَوَاسِیَ مِنْ فَوْقِهَا وَ بٰرَكَ فِیْهَا وَ قَدَّرَ فِیْهَاۤ اَقْوَاتَهَا فِیْۤ اَرْبَعَةِ اَیَّامٍ سَوَآءً لِّلسَّآىِٕلِیْنَ ○ ثُمَّ اسْتَوٰۤى اِلَى السَّمَآءِ وَ هِیَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَ لِلْاَرْضِ ائْتِیَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا قَالَتَاۤ اَتَیْنَا طَآىِٕعِیْنَ ○ فَقَضٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ فِیْ یَوْمَیْنِ﴾ (حٰمٓ السجدۃ: ۴۱/ ۹۔۱۲) ''کہہ دیجیے: کیا تم اس ہستی کا انکار کرتے ہو جس نے زمین کو دو دن میں پیدا کیا اور تم ہو کہ اس کے ہم سر بناتے ہو؟ وہ تمام جہانوں کا رب ہے اور اس نے زمین کے اوپر پہاڑ رکھ دیے اور اس کے اندر برکت رکھ دی اور چار دن میں اس کے اندر اس کی غذاؤں کو مقدر کر دیا، تمام طلب گاروں کے لیے یکساں طور پر، پھر وہ آسمان کی طرف متوجہ ہوا جبکہ وہ دھواں تھا، پس اس نے آسمان سے اور زمین سے کہا: دونوں آؤ، خوش دلی کے ساتھ یا بادل نخواستہ، انھوں نے کہا ہم خوشی سے آتے ہیں، پس اس نے دو دن میں سات آسمان بنا دیے۔''

پس جس نے بڑے بڑے آسمان، ان کی روشنیاں، اجرام فلکی، گردبھری اور کثیف زمین، اس کے اندر مخلوق کی ضروریات اور ان کی منفعتیں ودیعت کر دیں، وہ ضرور مکلف مخلوق کو دوبارہ زندہ کرے گا اور ان کو ان کے اعمال کی جزا و سزا دے گا۔ پس جس نے نیکی کی اس کے لیے بھلائی ہے اور جس نے برائی کی وہ صرف اپنے نفس کو ملامت کرے۔ بنابریں اس کے بعد قیامت کے برپا ہونے کا ذکر کیا اور پھر جزا و سزا کا ذکر کیا، چنانچہ فرمایا:

فَاِذَا جَآءَتِ الطَّآمَّةُ الْكُبْرٰى ﴿۳۴﴾ یَوْمَ یَتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ مَا سَعٰى ﴿۳۵﴾ وَ بُرِّزَتِ

پس جب آجائے گی آفت بڑی (قیامت) ○ اس دن یاد کرے گا انسان جو اس نے کوشش کی ○ اور ظاہر کر دی جائے گی

الْجَحِیْمُ لِمَنْ یَّرٰى ﴿۳۶﴾ فَاَمَّا مَنْ طَغٰى ﴿۳۷﴾ وَ اٰثَرَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا ﴿۳۸﴾ فَاِنَّ

دوزخ (ہر) اس شخص کے لیے جو دیکھتا ہے ○ پس لیکن جس نے سرکشی کی ○ اور ترجیح دی اس نے حیات دنیا کو ○ تو بلاشبہ

الْجَحِیْمَ هِیَ الْمَاْوٰى ﴿۳۹﴾ وَ اَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَ نَهَى النَّفْسَ

جہنم ہی (اس کا) ٹھکانا ہے ○ اور لیکن جو ڈر گیا سامنے کھڑے ہونے سے اپنے رب کے اور اس نے روکا (اپنے) نفس کو

عَنِ الْهَوٰى ﴿۴۰﴾ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِیَ الْمَاْوٰى ﴿۴۱﴾

(بری) خواہش سے ○ تو بلاشبہ جنت ہی (اس کا) ٹھکانا ہے ○

یعنی جب قیامت کبریٰ اور بہت بڑی سختی، جس کے سامنے ہر سختی ہیچ ہے، آئے گی، اس وقت باپ اپنے بیٹے سے، دوست اپنے دوست سے اور محب اپنے محبوب سے غافل ہو جائے گا اور ﴿یَتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ مَا سَعٰى﴾ ''اس دن انسان اپنے کاموں کو یاد کرے گا۔'' یعنی دنیا کے اندر اس نے اچھے اور برے جو کام کیے تھے۔ پس وہ اپنی نیکیوں میں ذرہ بھر نیکی کے اضافے کی تمنا کرے گا اور اپنی برائیوں میں ذرہ بھر اضافے پر غم زدہ ہو جائے گا۔

تب اسے اپنے اس نفع اور خسارے کی حقیقت معلوم ہوگی جو اس نے دنیا کے اندر کمایا۔ اعمال کے سوا تمام اسباب اور تعلقات منقطع ہو جائیں گے جو وہ دنیا کے اندر رکھتا تھا۔

﴿ وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِمَنْ يَّرٰى ﴾ یعنی جہنم کو میدان میں ہر ایک کے سامنے ظاہر کر دیا جائے گا۔ اسے جہنمیوں کے لیے تیار کیا گیا ہے۔ جہنم ان کو پکڑنے کے لیے تیار اور اپنے رب کے حکم کا منتظر ہوگا۔ ﴿ فَاَمَّا مَنْ طَغٰى ﴾ یعنی جس نے حد سے تجاوز کیا' بڑے بڑے گناہوں کے ارتکاب کی جسارت کی اور ان حدود پر اقتصار نہ کیا جو اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے مقرر کی تھیں ﴿ وَاٰثَرَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ﴾ اور آخرت پر دنیا کی زندگی کو ترجیح دی اور دنیا ہی کے حظوظ و شہوات میں مستغرق رہا اور اسی کے لیے بھاگ دوڑ کی اور اس کا تمام تر وقت دنیا ہی کے لیے رہا اور اس نے آخرت اور اس کے لیے عمل کو فراموش کر دیا۔ ﴿ فَاِنَّ الْجَحِيْمَ هِيَ الْمَاْوٰى ﴾ یعنی جس کا یہ حال ہے' جہنم اس کا ٹھکانا اور مسکن ہوگا۔

﴿ وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ ﴾ یعنی جو اللہ تعالیٰ کے حضور کھڑا ہونے اور عدل و انصاف پر مبنی اس کی جزا سے ڈر گیا اور اس ڈر نے اس کے دل کو متاثر کیا اور اپنے نفس کو ان خواہشات سے روک لیا جو اسے اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے روکتی ہیں اور اس کی خواہشات اس چیز کے تابع ہو گئیں جو رسول ﷺ لے کر آئے ہیں اور ان خواہشات کے خلاف جدوجہد کی جو بھلائی سے روکتی ہیں۔ ﴿ فَاِنَّ الْجَنَّةَ ﴾ ''تو بے شک جنت۔'' جو ہر بھلائی' سرور اور نعمت پر مشتمل ہے ﴿ هِيَ الْمَاْوٰى ﴾ مذکورہ اوصاف کے حامل شخص کا ٹھکانا ہے۔

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰىهَا ﴿٤٢﴾ فِيْمَ اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰىهَا ﴿٤٣﴾

وہ (کافر) سوال کرتے ہیں آپ سے قیامت کی بابت' کب ہے قائم (واقع) ہونا اسکا؟ ○ کس چیز میں ہیں آپ اسکے ذکر سے؟ ○

اِلٰى رَبِّكَ مُنْتَهٰىهَا ﴿٤٤﴾ اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرُ مَنْ يَّخْشٰىهَا ﴿٤٥﴾ كَاَنَّهُمْ

آپکے رب ہی کیطرف ہے انتہا اس (کے علم) کی ○ پس صرف آپ تو ڈرانے والے ہیں اسکو جو ڈرتا ہے اس سے ○ گویا کہ وہ (کافر)

يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا عَشِيَّةً اَوْ ضُحٰىهَا ﴿٤٦﴾

جس دن دیکھیں گے اس کو (تو سمجھیں گے کہ) نہیں ٹھہرے وہ (دنیا میں) مگر ایک شام یا صبح اس کی ○

قیامت کو جھٹلانے والے اور لغزش کے خواہاں لوگ آپ سے پوچھتے ہیں: ﴿ عَنِ السَّاعَةِ ﴾ ''قیامت کے متعلق۔'' کہ اس کا وقوع اور ﴿ اَيَّانَ مُرْسٰىهَا ﴾ ''اس کا قیام کب ہوگا؟'' اللہ تعالیٰ نے جواب میں فرمایا: ﴿ فِيْمَ اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰىهَا ﴾ ''پس تم اس کے ذکر کی فکر میں ہو؟'' یعنی اس کے ذکر اور اس کی آمد کے وقت کی معرفت حاصل کرنے میں آپ کو اور ان کو کیا فائدہ؟ پس اس کا کوئی نتیجہ نہیں۔ اس لیے کہ قیامت کے وقت کے بارے میں بندوں کے علم میں کوئی دینی مصلحت ہے نہ دنیاوی مصلحت، بلکہ قیامت کے وقت کے اخفا ہی میں مصلحت ہے' اس

لیے اس کے علم کو تمام مخلوق سے مخفی رکھا اور اس کے علم کو صرف اپنے لیے مخصوص رکھا۔

چنانچہ فرمایا: ﴿ إِلَىٰ رَبِّكَ مُنتَهَاهَا ﴾ یعنی اس کا علم اللہ تعالیٰ پر منتہی ہوتا ہے، جیسا کہ ایک دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ يَسْأَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ أَيَّانَ مُرْسَاهَا قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِندَ رَبِّي لَا يُجَلِّيهَا لِوَقْتِهَا إِلَّا هُوَ ثَقُلَتْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ لَا تَأْتِيكُمْ إِلَّا بَغْتَةً يَسْأَلُونَكَ كَأَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِندَ اللَّهِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴾ (الأعراف: ۱۸۷/۷) ''یہ لوگ آپ سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ اس کا وقوع کب ہوگا؟ آپ کہہ دیجیے کہ اس کا علم تو میرے رب ہی کے پاس ہے، اس کو اس کے وقت پر صرف وہی ظاہر کرے گا۔ وہ آسمانوں اور زمین میں بڑا بھاری (حادثہ) ہوگا۔ وہ تم پر محض اچانک آپڑے گی۔ وہ آپ سے اس طرح پوچھتے ہیں جیسے گویا آپ اس کی تحقیقات کر چکے ہیں۔ فرما دیجیے کہ اُس کا علم خاص اللہ ہی کے پاس ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔''

﴿ إِنَّمَا أَنتَ مُنذِرُ مَن يَخْشَاهَا ﴾ یعنی آپ کی تنبیہ کا فائدہ صرف اسی شخص کو ہوتا ہے جو اس گھڑی کی آمد سے ڈرتا اور اللہ تعالیٰ کے حضور کھڑا ہونے سے خائف ہے۔ پس یہ وہ لوگ ہیں جن کے لیے سب سے اہم چیز اس کے لیے تیاری اور اس کے لیے عمل ہے۔ جو کوئی قیامت پر ایمان نہیں رکھتا تو وہ اس کی پروا نہیں کرتا اور نہ وہ اس تکلیف میں پڑتا ہے، کیونکہ یہ ایسا تعنت ہے جو تکذیب اور عناد پر مبنی ہے اور جب سائل اس حال کو پہنچ جائے تو اس کے بارے میں جواب دینا عبث ہے' احکم الحاکمین اس عبث کام سے منزہ ہے۔

تفسیر سورۃ عبس

سورۃ عبس (۸۰) مکیۃ (۲۴) | بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ | آیاتھا ۴۲ رکوعھا ۱

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے

عَبَسَ وَتَوَلَّىٰ ① أَن جَاءَهُ الْأَعْمَىٰ ② وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّهُ يَزَّكَّىٰ ③ أَوْ يَذَّكَّرُ

ماتھے پر شکن ڈالے اور منہ پھیر لیا○ اس لیے کہ آیا ان کے پاس ایک نابینا○ اور کس چیز نے خبر دی آپ کو شاید کہ وہ پاک ہو جاتا○ یا وہ نصیحت حاصل کرتا

فَتَنفَعَهُ الذِّكْرَىٰ ④ أَمَّا مَنِ اسْتَغْنَىٰ ⑤ فَأَنتَ لَهُ تَصَدَّىٰ ⑥ وَمَا عَلَيْكَ أَلَّا

(سنتا) پس نفع دیتی اس کو نصیحت○ لیکن جو شخص (دین سے) بے پروائی کرتا ہے○ تو آپ اسکے درپے ہوتے ہیں○ حالانکہ نہیں ہے آپ پر

يَزَّكَّىٰ ⑦ وَأَمَّا مَن جَاءَكَ يَسْعَىٰ ⑧ وَهُوَ يَخْشَىٰ ⑨ فَأَنتَ عَنْهُ تَلَهَّىٰ ⑩

(کوئی الزام) یہ کہ نہ پاک ہو وہ○ اور لیکن جو شخص آیا آپکے پاس دوڑتا ہوا○ اس حال میں کہ وہ ڈرتا ہے○ تو آپ اس سے بے پروائی کرتے ہیں○

ان آیات کریمہ کے نزول کا سبب یہ ہے کہ اہل ایمان میں سے ایک نابینا شخص نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں آپ سے کچھ پوچھنے اور سیکھنے کے لیے حاضر ہوا۔ (مکہ مکرمہ کے) دولت مند لوگوں میں سے بھی ایک شخص آپ

کی خدمت میں حاضر تھا' آپ مخلوق کی ہدایت کے بہت حریص تھے' چنانچہ آپ اس دولت مند شخص کی طرف مائل ہوئے اور اس کی طرف توجہ مبذول کی اور اس نابینا محتاج کی طرف توجہ نہ کی' اس امید پر کہ وہ دولت مند شخص راہ ہدایت پالے اور اس کا تزکیہ ہو جائے تو اللہ تعالیٰ نے نہایت لطیف پیرائے میں آپ پر ناراضی کا اظہار کیا' چنانچہ فرمایا: ﴿ عَبَسَ ﴾ یعنی آپ ترش رو ہو گئے ﴿ وَتَوَلّٰٓى ﴾ اور اپنے جسم کو موڑ لیا' اس بنا پر کہ اندھا آپ کے پاس آیا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس نابینا شخص کی طرف توجہ دینے کا فائدہ بیان فرمایا: ﴿ وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّهٗ ﴾ ''اور تمھیں کیا خبر کہ شاید وہ۔'' یعنی نابینا شخص ﴿ يَزَّكّٰٓى ﴾ اخلاق رذیلہ سے پاک اور اخلاق جمیلہ سے متصف ہونا چاہتا ہو؟ ﴿ اَوْ يَذَّكَّرُ فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرٰى ﴾ یا وہ کسی چیز سے نصیحت پکڑتا جو اسے فائدہ دیتی اور وہ اس نصیحت سے نفع حاصل کرتا؟ یہ بہت بڑا فائدہ ہے اور یہی چیز انبیاء و رسل کی بعثت' واعظین کے وعظ اور یاد دہانی کرانے والوں کی تذکیر کا مقصد ہے جو شخص اس چیز کا حاجت مند بن کر خود چل کر آیا ہے' اس کی طرف آپ کو توجہ دینا زیادہ لائق اور واجب ہے۔

رہا آپ کا اس بے نیاز دولت مند کی ہدایت کے درپے ہونا اور اس سے تعرض کرنا جو بھلائی میں عدم رغبت کی بنا پر سوال کرتا ہے نہ فتویٰ طلب کرتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ آپ کا اس شخص کو چھوڑ دینا جو اس سے زیادہ اہم ہے' آپ کے لیے مناسب نہیں، کیونکہ آپ پر اس کے پاکیزگی اختیار نہ کرنے کا کوئی گناہ نہیں ہے۔ اگر وہ پاک نہیں ہوتا تو آپ اس برے کام کا محاسبہ کرنے والے نہیں ہیں جس کا وہ ارتکاب کرتا ہے۔ یہ چیز ایک مشہور شرعی قاعدے پر دلالت کرتی ہے' وہ قاعدہ یہ ہے کہ کسی امر معلوم کو کسی امر موہوم کی خاطر اور کسی مصلحت متحققہ کو کسی مصلحت موہومہ کی خاطر ترک نہ کیا جائے' نیز مناسب یہ ہے کہ وہ طالب علم جو علم کا حاجت مند اور حصول علم کا حریص ہے اس پر دوسروں کی نسبت زیادہ توجہ دی جائے۔

كَلَّآ اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ ﴿۱۱﴾ فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ ﴿۱۲﴾ فِيْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ ﴿۱۳﴾ مَّرْفُوْعَةٍ مُّطَهَّرَةٍۭ ﴿۱۴﴾ وقف لازم

ہرگز نہیں! بلاشبہ یہ تو ایک نصیحت ہے ○ سو جو چاہے وہ یاد کرے اسے ○ (وہ محفوظ ہے) قابل احترام صحیفوں میں ○ بلند مرتبہ پاکیزہ ○

بِاَيْدِيْ سَفَرَةٍ ﴿۱۵﴾ كِرَامٍۭ بَرَرَةٍ ﴿۱۶﴾ قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَآ اَكْفَرَهٗ ﴿۱۷﴾ مِنْ اَيِّ شَيْءٍ

ہاتھوں میں ایسے لکھنے والوں کے ○ جو معزز' نیکو کار ہیں ○ ہلاک کیا جائے انسان کس قدر ناشکرا ہے؟ ○ کس چیز سے

خَلَقَهٗ ﴿۱۸﴾ مِنْ نُّطْفَةٍ ؕ خَلَقَهٗ فَقَدَّرَهٗ ﴿۱۹﴾ ثُمَّ السَّبِيْلَ يَسَّرَهٗ ﴿۲۰﴾ ثُمَّ اَمَاتَهٗ

اس (اللہ) نے پیدا کیا اسکو؟ ○ ایک نطفے سے پیدا کیا اسکو پھر اس نے اندازہ لگایا اسکا ○ پھر راستہ آسان کر دیا اسکا ○ پھر موت دی اسے

فَاَقْبَرَهٗ ﴿۲۱﴾ ثُمَّ اِذَا شَآءَ اَنْشَرَهٗ ﴿۲۲﴾ كَلَّا لَمَّا يَقْضِ مَآ اَمَرَهٗ ﴿۲۳﴾

اور قبر میں لے گیا اسکو ○ پھر جب وہ چاہے گا (دوبارہ) زندہ کر دے گا اسے ○ ہرگز نہیں! ابھی نہیں پورا کیا اس نے اسکو جو حکم دیا اللہ نے اسے ○

فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ اِلٰى طَعَامِهٖٓ ﴿۲۴﴾ اَنَّا صَبَبْنَا الْمَآءَ صَبًّا ﴿۲۵﴾ ثُمَّ شَقَقْنَا

پس چاہیے کہ دیکھے انسان اپنے کھانے کی طرف ○ کہ بلاشبہ ہم نے برسایا پانی (مینہ) خوب برسانا ○ پھر پھاڑا ہم نے

الْاَرْضَ شَقًّا ﴿٢٦﴾ فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا حَبًّا ﴿٢٧﴾ وَّ عِنَبًا وَّقَضْبًا ﴿٢٨﴾ وَّ زَيْتُوْنًا وَّ نَخْلًا ﴿٢٩﴾

زمین کو اچھی طرح پھاڑنا ○ پس اگایا ہم نے اس میں اناج ○ اور انگور اور سبزیاں ○ اور زیتون اور کھجور ○

وَّحَدَآئِقَ غُلْبًا ﴿٣٠﴾ وَّ فَاكِهَةً وَّ اَبًّا ﴿٣١﴾ مَّتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ ﴿٣٢﴾

اور باغات گھنے ○ اور پھل اور خودرو چارہ ○ فائدے کے لیے واسطے تمہارے اور تمہارے چوپایوں (جانوروں) کے ○

اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿ كَلَّآ اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ ﴾ ''دیکھو یہ نصیحت ہے۔'' یعنی حق بات یہ ہے کہ یہ نصیحت اللہ تعالیٰ کی طرف سے یاددہانی ہے جس سے اس کے بندے نصیحت کو یاد رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ہر وہ چیز بیان کردی ہے جس کے بندے حاجت مند ہیں اور اس نے گمراہی میں سے رشد و ہدایت کو واضح کر دیا ہے۔ جب رشد و ہدایت واضح ہوگئی ﴿ فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ ﴾ ''تو جو چاہے اس کو یاد رکھے۔'' یعنی اس پر عمل کرے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ ﴾ (الکہف: ۲۹/۱۸) ''اور کہہ دیجیے حق تمہارے رب کی طرف سے ہے، پس جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے انکار کر دے۔''

پھر اللہ تعالیٰ نے اس تذکیر کا محل، اس کی عظمت اور اس کی رفعت قدر کا ذکر کیا، چنانچہ فرمایا: ﴿ فِيْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ ○ مَّرْفُوْعَةٍ مُّطَهَّرَةٍۭ ﴾ ''قابل ادب ورقوں میں جو بلند و بالا (اور) پاک ہیں۔'' یعنی قدر و منزلت میں بلند، تمام آفات سے سلامت اور اس بات سے محفوظ کہ شیاطین کے ہاتھ اس تک پہنچ سکیں یا وہ اسے چرا سکیں، بلکہ یہ ﴿ بِاَيْدِيْ سَفَرَةٍ ﴾ ''لکھنے والے کے ہاتھوں میں ہے۔'' اس سے مراد وہ فرشتے ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کے درمیان سفیر ہیں ﴿ كِرَامٍ ﴾ یعنی وہ بہت زیادہ خیر و برکت والے ہیں ﴿ بَرَرَةٍ ﴾ ان کے دل اور اعمال نیک ہیں۔ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنی کتاب کی حفاظت کے لیے ہے۔ اس نے بزرگ، طاقتور اور نیک فرشتوں کو رسولوں کے پاس بھیجنے کے لیے سفیر بنایا اور شیاطین کو اس پر کوئی اختیار نہیں دیا۔

یہ چیز اس پر ایمان لانے اور اس کو قبول کرنے کی موجب ہے، لیکن اس کے باوجود انسان نے ناشکری ہی کی، اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَآ اَكْفَرَهٗ ﴾ ''انسان ہلاک ہو جائے کیسا ناشکرا ہے؟'' اس نے اللہ تعالیٰ کی نعمت کی کیسے ناشکری کی؟ حق کے واضح ہو جانے کے بعد بھی اس کے ساتھ کتنا شدید عناد رکھا؟ حالانکہ وہ کمزور ترین چیز ہے، اللہ تعالیٰ نے اسے ایک حقیر پانی سے پیدا کیا، پھر اس کی تخلیق کا اندازہ مقرر کیا اور اسے نک سک سے درست کر کے کامل انسان بنایا اور اس کے ظاہری اور باطنی قویٰ کو مہارت سے بنایا۔

﴿ ثُمَّ السَّبِيْلَ يَسَّرَهٗ ﴾ یعنی اس کے لیے دینی اور دنیاوی اسباب آسان کر دیے، اس کو سیدھا راستہ دکھایا اور اس کو واضح کر دیا اور امر و نہی کے ذریعے سے اس کو امتحان میں ڈالا ﴿ ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ ﴾ ''پھر اس کو موت دی، پھر قبر میں دفن کرا دیا۔'' یعنی تدفین کے ذریعے سے اس (کے مردہ جسم) کی تکریم کی، تمام حیوانات کی طرح

اس کے ساتھ سلوک نہیں کیا جن کی لاشیں سطح زمین پر پڑی رہتی ہیں ﴿ ثُمَّ اِذَا شَآءَ اَنْشَرَهٗ ﴾ پھر اس کی موت کے بعد وہ جب چاہے گا جزا و سزا کے لیے اس کو اٹھا کھڑا کرے گا۔ پس انسان کی تدبیر کرنے اور ان کے تصرفات میں اللہ تعالیٰ متفرّد ہے' اس میں کوئی اس کا شریک نہیں۔ بایں ہمہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے جو حکم دیا ہے وہ اس کی تعمیل نہیں کرتا اور نہ وہ اس فرض ہی کو پورا کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس پر عائد کیا ہے بلکہ اس کے برعکس' وہ طلب کے تحت' ہمیشہ کوتاہی کا مرتکب رہتا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے انسان کو ہدایت کی ہے کہ وہ اپنے کھانے میں غور و فکر کرے کہ وہ متعدد مراحل میں سے گزرنے کے بعد کس طرح اس کے پاس پہنچا ہے اور کس طرح اللہ تعالیٰ نے اس کھانے کو اس کے لیے آسان بنایا؟ چنانچہ فرمایا: ﴿ فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ اِلٰى طَعَامِهٖ ○ اَنَّا صَبَبْنَا الْمَآءَ صَبًّا ﴾ ''پس انسان کو چاہیے کہ اپنے کھانے کی طرف دیکھے۔ بے شک ہم ہی نے پانی برسایا۔'' یعنی ہم نے زمین پر بکثرت بارش برسائی ﴿ ثُمَّ شَقَقْنَا الْاَرْضَ شَقًّا ﴾ پھر نباتات اگانے کے لیے زمین کو پھاڑا۔ ﴿ فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا ﴾ اس میں ہم نے مختلف اصناف اگائیں' یعنی انواع و اقسام کے لذیذ کھانے اور مزیدار غذائیں اور ﴿ حَبًّا ﴾ ''دانے۔'' یہ مختلف قسم کے دانوں کی تمام اصناف کو شامل ہے۔ ﴿ وَّعِنَبًا وَّقَضْبًا ﴾ ''اور انگور اور ترکاری'' ﴿ وَّزَيْتُوْنًا وَّنَخْلًا ﴾ ''اور زیتون اور کھجور۔'' ان مذکورہ چار اجناس کو ان کے فوائد اور منافع کی کثرت کی بنا پر مختص کیا ہے۔ ﴿ وَّحَدَآىِٕقَ غُلْبًا ﴾ یعنی باغات جن کے اندر بکثرت گھنے درخت ہیں ﴿ وَّفَاكِهَةً وَّاَبًّا ﴾ اَلْفَاكِهَةُ ان پھلوں کو کہا جاتا ہے جن کو انسان لذت حاصل کرنے کے لیے کھاتا ہے' مثلاً: انجیر' انگور' آڑو اور انار وغیرہ۔ اَلْاَبُّ ''چارا'' جسے بہائم اور مویشی کھاتے ہیں' اس لیے فرمایا: ﴿ مَّتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ ﴾ ''تمھارے اور تمھارے چوپاؤں کے لیے سامان زندگی ہے۔'' جن کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کر کے تمھارے لیے مسخر کر دیا۔ جو کوئی ان نعمتوں پر غور کرتا ہے تو یہ غور و فکر اس کے لیے اپنے رب کے شکر' اس کی طرف انابت میں جد و جہد کرنے کا' اس کی اطاعت کی طرف آنے اور اس کی اخبار کی تصدیق کرنے کا موجب بنتا ہے۔

فَاِذَا جَآءَتِ الصَّآخَّةُ (٣٣) يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ (٣٤) وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ (٣٥)

پس جب آئیگی کان بہرے کردینے والی سخت آواز ○ اس دن بھاگے گا آدمی اپنے بھائی سے ○ اور اپنی ماں اور اپنے باپ سے ○

وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيْهِ (٣٦) لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَىِٕذٍ شَاْنٌ يُّغْنِيْهِ (٣٧)

اور اپنی بیوی اور اپنے بیٹوں سے ○ ہر شخص کیلئے ان میں سے اس دن ایک حال ہوگا کہ وہ بے پروا کردیگا اسکو (دوسروں سے) ○

وُجُوْهٌ يَّوْمَىِٕذٍ مُّسْفِرَةٌ (٣٨) ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ (٣٩) وَوُجُوْهٌ يَّوْمَىِٕذٍ عَلَيْهَا

کئی چہرے اس دن چمکنے والے (روشن) ہوں گے ○ ہشاش بشاش ○ اور کئی چہرے اس دن ان پر

غَبَرَةٌ (٤٠) تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ (٤١) اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ (٤٢) ع ١

غبار ہوگا ○ ڈھانپتی ہوگی ان کو سیاہی ○ یہی لوگ ہیں کافر فاجر ○

یعنی جب قیامت کی چنگھاڑ آئے گی، جس کے ہول سے کان بہرے ہو جائیں گے۔ اس روز لوگ قیامت کی ہولناکیاں دیکھیں گے اور انھیں اعمال کی سخت ضرورت ہوگی تو دل دہل جائیں گے۔ ﴿ یَفِرُّ الْمَرْءُ ﴾ انسان اس شخص سے بھی بھاگے گا جو اسے سب سے عزیز اور اس کے لیے سب سے زیادہ شفیق ہے ﴿ مِنْ اَخِیْهِ ۝ وَ اُمِّهٖ وَ اَبِیْهِ ۝ وَصَاحِبَتِهٖ ﴾ ”اپنے بھائی سے، اپنی ماں سے، اپنے باپ سے اور اپنی بیوی سے۔“ ﴿ وَبَنِیْهِ ﴾ ”اور اپنے بیٹوں سے۔“ اور اس کا سبب یہ ہے کہ ﴿ لِكُلِّ امْرِیٍٔ مِّنْهُمْ یَوْمَىِٕذٍ شَاْنٌ یُّغْنِیْهِ ﴾ اسے خود اپنی پڑی ہوگی اور وہ خود اپنے آپ کو چھڑانے کے لیے فکر مند ہوگا اور وہ کسی دوسرے کی طرف التفات نہیں کر سکے گا۔

اس وقت مخلوق دو گروہوں میں منقسم ہو جائے گی: خوش بختوں کا گروہ اور بد بختوں کا گروہ۔ رہے خوش بخت لوگ تو ان کے چہرے اس روز ﴿ مُّسْفِرَةٌ ﴾ ”روشن ہوں گے۔“ یعنی ان کے چہروں پر مسرّت اور تر و تازگی نمایاں ہوگی، کیونکہ انھیں اپنی نجات اور نعمتوں سے فیض یاب ہونے کے بارے میں معلوم ہو گیا ہوگا۔ ﴿ ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ ۝ وَوُجُوْهٌ ﴾ ”وہ چہرے خنداں و شاداں ہوں گے اور کئی چہرے۔“ یعنی بد بختوں کے چہرے ﴿ یَوْمَىِٕذٍ عَلَیْهَا غَبَرَةٌ ۝ تَرْهَقُهَا ﴾ اس روز غبار آلود ہوں گے اور اسے ڈھانپ رکھا ہوگا ﴿ قَتَرَةٌ ﴾ ”سیاہی نے۔“ پس یہ چہرے سیاہ اور نہایت تاریک ہوں گے اور ہر بھلائی سے مایوس ہوں گے اور انھیں اپنی بد بختی اور ہلاکت کا علم ہو گیا ہوگا ﴿ اُولٰٓىِٕكَ ﴾ جن کا یہ وصف ہے، یہی وہ لوگ ہیں ﴿ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ ﴾ جنھوں نے اللہ تعالیٰ کی نعمت کی ناشکری کی، اس کی آیتوں کو جھٹلایا اور اس کے محارم کے ارتکاب کی جسارت کی۔ ہم اللہ تعالیٰ سے عفو اور عافیت کے طلب گار ہیں، وہ بڑا ہی فیاض اور نہایت کرم والا ہے۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِینَ.

تفسیر سورۃ التکویر

سُوْرَةُ التَّكْوِیْرِ (۸۱) مَكِّیَّةٌ (۷) | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ | اٰیَاتُهَا ۲۹ رُكُوْعُهَا ۱

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے

اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ۝۱ وَاِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ ۝۲ وَاِذَا الْجِبَالُ سُیِّرَتْ ۝۳ وَاِذَا

جب سورج لپیٹ دیا جائیگا ○ اور جب تارے جھڑ جائینگے ○ اور جب پہاڑ چلا دیے جائینگے ○ اور جب

الْعِشَارُ عُطِّلَتْ ۝۴ وَاِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ ۝۵ وَاِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ ۝۶ وَاِذَا

دس ماہ کی حاملہ اونٹنیاں بے کار چھوڑ دی جائینگی ○ اور جب وحشی جانور اکٹھے کیے جائینگے ○ اور جب سمندر بھڑکائے جائینگے ○ اور جب

النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ ۝۷ وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُىِٕلَتْ ۝۸ بِاَیِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ ۝۹

روحیں (جسموں سے) ملادی جائینگی ○ اور جب زندہ درگور کی ہوئی (بچی) سوال کی جائیگی ○ کس گناہ کی وجہ سے وہ قتل کی گئی تھی؟ ○

وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ ۝۱۰ وَاِذَا السَّمَآءُ كُشِطَتْ ۝۱۱ وَاِذَا الْجَحِیْمُ سُعِّرَتْ ۝۱۲

اور جب اعمال نامے پھیلا دیے جائیں گے ○ اور جب آسمان کی کھال اتار دی جائیگی ○ اور جب جہنم بھڑکائی جائے گی ○

وَإِذَا الْجَنَّةُ أُزْلِفَتْ ﴿١٣﴾ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا أَحْضَرَتْ ﴿١٤﴾

اور جب جنت قریب کردی جائے گی○ تو جان لے گا ہر نفس جو کچھ اس نے حاضر کیا○

یعنی جب یہ ہولناک امور ظاہر ہوں گے تو مخلوق جدا جدا ہو جائے گی۔ ہر ایک کو علم ہو جائے گا کہ اس نے اپنی آخرت کے لیے کیا آگے بھیجا ہے اور آخرت میں اس نے کیا بھلائی اور برائی پیش کی ہے۔ یہ اس وقت ہوگا جب قیامت کے روز سورج بے نور ہو جائے گا' اس کو اکٹھا کر کے لپیٹ دیا جائے گا اور چاند کو گرہن لگ جائے گا اور دونوں کو آگ میں ڈال دیا جائے گا۔ ﴿وَإِذَا النُّجُومُ انْكَدَرَتْ﴾ ''اور جب تارے بے نور ہو جائیں گے۔'' یعنی متغیر ہو جائیں گے اور اپنے افلاک سے ٹوٹ کر بکھر جائیں گے۔ ﴿وَإِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ﴾ ''اور جب پہاڑ چلائے جائیں گے۔'' یعنی ریت کے بھر بھرے ٹیلے بن جائیں گے' پھر دھنکی ہوئی رنگ دار اون کے مانند بن جائیں گے' پھر بدل کر اڑتا ہوا غبار بن جائیں گے اور ان کو اپنی جگہوں سے ہٹا دیا جائے گا۔

﴿وَإِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ﴾ ''اور جب دس ماہ کی حاملہ اونٹنیاں چھوڑ دی جائیں گی۔'' یعنی جب لوگ اپنے بہترین اموال کو بے کار چھوڑ دیں گے جن کا وہ ہر وقت بہت اہتمام اور دھیان رکھا کرتے تھے۔ پس ان پر ایسا وقت آئے گا جو ان کو ان اموال سے غافل کر دے گا۔ عِشَار' ایسی اونٹنیوں کو کہا جاتا ہے جن کے پیچھے ان کے بچے ہوتے ہیں' یہ عربوں کا بہترین مال تصور کیا جاتا ہے جو اس وقت ان کے پاس ہوتا تھا' اس معنی کے مطابق ہر نفیس مال ﴿وَإِذَا الْوُحُوشُ حُشِرَتْ﴾ ''اور جب وحشی جانور اکٹھے کیے جائیں گے۔'' یعنی قیامت کے روز جمع کیے جائیں گے تاکہ اللہ تعالیٰ ان میں سے ایک کو دوسرے سے قصاص لے کر دے اور بندے اس کے کمال عدل کا مشاہدہ کریں حتیٰ کہ وہ بے سینگ بکری کو سینگ والی بکری سے قصاص دلائے گا' پھر اس سے کہا جائے گا کہ مٹی ہو جا۔ ﴿وَإِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ﴾ ''اور جب سمندر بھڑکا دیے جائیں گے۔'' یعنی ان کو گرم کیا جائے گا اور اتنے بڑے ہونے کے باوجود وہ آگ بن کر بھڑک اٹھیں گے۔

﴿وَإِذَا النُّفُوسُ زُوِّجَتْ﴾ ''اور جب روحیں ملا دی جائیں گی۔'' یعنی ہر صاحب عمل کو اسی جیسے صاحب عمل کا ساتھی بنا دیا جائے گا۔ پس ابرار کو ابرار کے ساتھ' فجار کو فجار کے ساتھ جمع کر دیا جائے گا' اہل ایمان کو حوروں کے ساتھ جوڑے جوڑے بنا دیا جائے گا اور کفار کو شیاطین کے ساتھ۔ یہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے مانند ہے: ﴿وَسِيقَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَى جَهَنَّمَ زُمَرًا﴾ (الزمر: ۷۱/۳۹) ''اور کفار کو گروہ گروہ بنا کر جہنم کی طرف لے جایا جائے گا۔'' ﴿وَسِيقَ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ إِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا﴾ (الزمر: ۷۳/۳۹) ''اور ان لوگوں کو جو اپنے رب سے ڈرتے رہے' گروہ گروہ بنا کر جنت کی طرف لے جایا جائے گا۔'' ﴿احْشُرُوا الَّذِينَ ظَلَمُوا وَأَزْوَاجَهُمْ﴾ (الصّٰفّٰت: ۲۲/۳۷) ''ان لوگوں کو جنھوں نے ظلم کا ارتکاب کیا اور ان کے ہم جنسوں کو اکٹھا کرو۔''

﴿ وَإِذَا الْمَوْءُدَةُ سُئِلَتْ ﴾ زمانۂ جاہلیت کے جہلاء بیٹیوں کو فقیری کے ڈر سے کسی سبب کے بغیر زندہ دفن کر دیا کرتے تھے۔ پس اس زندہ دفن کی گئی لڑکی سے پوچھا جائے گا: ﴿ بِاَيِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ ﴾ ”کہ وہ کس گناہ کی وجہ سے قتل کی گئی؟“ اور یہ بات معلوم ہے کہ ان بیٹیوں کا کوئی گناہ نہیں تھا مگر اس (کے ذکر) میں بیٹیوں کے قاتلین کے لیے زجر و توبیخ اور جھڑکی ہے۔ ﴿ وَإِذَا الصُّحُفُ ﴾ اور جب وہ اعمال نامے جو عمل کرنے والوں کے اچھے برے اعمال پر مشتمل ہوں گے ﴿ نُشِرَتْ ﴾ ان کو الگ الگ کر کے عمل کرنے والوں میں تقسیم کر دیا جائے گا۔ پس کسی نے اپنا اعمال نامہ دائیں ہاتھ میں لے رکھا ہوگا اور کسی نے بائیں ہاتھ میں لے رکھا ہوگا یا اپنی پیٹھ پیچھے چھپا رکھا ہوگا۔

﴿ وَإِذَا السَّمَآءُ كُشِطَتْ ﴾ ”اور جب آسمان کی کھال کھینچ لی جائے گی۔“ یعنی آسمان کو زائل کر دیا جائے گا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ يَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَآءُ بِالْغَمَامِ ﴾ (الفرقان: ۲۵/۲۵) ”جس روز آسمان بادلوں کے ساتھ پھٹ جائے گا۔“ نیز فرمایا: ﴿ يَوْمَ نَطْوِي السَّمَآءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ ﴾ (الأنبیاء: ۱۰۴/۲۱) ”جس روز ہم آسمانوں کو یوں لپیٹ دیں گے جس طرح اوراق کا دفتر لپیٹ دیتے ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ ﴾ (الزمر: ۶۷/۳۹) ”قیامت کے روز تمام زمین اس کی مٹھی میں ہوگی اور آسمان اس کے دائیں ہاتھ پر لپیٹے ہوئے ہوں گے۔“

﴿ وَإِذَا الْجَحِيْمُ سُعِّرَتْ ﴾ جب جہنم میں آگ جلائی جائے گی اور جہنم بھڑک کر اتنا شعلہ زن ہو جائے گا کہ اس سے پہلے کبھی اتنا نہ تھا۔ ﴿ وَإِذَا الْجَنَّةُ اُزْلِفَتْ ﴾ یعنی جنت اہل تقویٰ کے قریب کر دی جائے گی۔ ﴿ عَلِمَتْ نَفْسٌ ﴾ ”تو ہر نفس جان لے گا“ نَفْسٌ کا لفظ عام ہے، کیونکہ اسے شرط کے سیاق میں (نکرہ) لایا گیا ہے ﴿ مَّآ اَحْضَرَتْ ﴾ یعنی وہ اعمال جو اس کے پاس موجود ہوں گے اور جو اس نے آگے بھیجے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا ﴾ (الکھف: ۴۹/۱۸) ”اور انھوں نے جو عمل کیے ان کو وہ موجود پائیں گے۔“

یہ اوصاف جن سے اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن کو موصوف کیا ہے' ایسے اوصاف ہیں جن سے دل دہل جاتے ہیں' کرب میں شدت آ جاتی ہے' جسم کانپنے لگتا ہے' خوف چھا جاتا ہے' یہ اوصاف خردمند لوگوں کو اس دن کے لیے تیاری کرنے پر آمادہ کرتے ہیں اور ہر اس کام سے روکتے ہیں جو ملامت کا موجب ہے۔ اسی لیے سلف میں سے کسی کا قول ہے: جو کوئی قیامت کے دن کو اسی طرح دیکھنا چاہے' گویا وہ اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے تو وہ سورۂ تکویر میں تدبر کرے۔

فَلَآ اُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ ﴿۱۵﴾ الْجَوَارِ الْكُنَّسِ ﴿۱۶﴾ وَالَّيْلِ اِذَا عَسْعَسَ ﴿۱۷﴾ وَالصُّبْحِ اِذَا

پس قسم کھاتا ہوں میں پیچھے ہٹنے والے○ چلنے والے چھپ جانے والے تاروں کی○ اور رات کی جب وہ چلی جاتی ہے○ اور صبح کی جب

تَنَفَّسَ ﴿١٨﴾ اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ﴿١٩﴾ ذِيْ قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِيْنٍ ﴿٢٠﴾

وہ روشن ہوتی ہے ○ بلاشبہ یہ (قرآن) البتہ قول ہے رسولِ کریم (جبریل) کا ○ جو قوت والا ہے نزدیک عرش والے کے بلند مرتبہ ہے ○

مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِيْنٍ ﴿٢١﴾ وَمَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُوْنٍ ﴿٢٢﴾ وَلَقَدْ رَاٰهُ بِالْاُفُقِ الْمُبِيْنِ ﴿٢٣﴾

اطاعت کیا جاتا ہے وہاں (آسمانوں میں) امین ہے ○ اور نہیں ساتھی تمہارا دیوانہ ○ اور البتہ تحقیق اس (نبی) نے دیکھا ہے اس (جبریل) کو کھلے کنارے میں ○

وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ ﴿٢٤﴾ وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ ﴿٢٥﴾ فَاَيْنَ

اور نہیں ہے وہ غیب (کی باتوں) پر بخیل ○ اور نہیں ہے یہ (قرآن) قول کسی شیطان مردود کا ○ پس کہاں

تَذْهَبُوْنَ ﴿٢٦﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿٢٧﴾ لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّسْتَقِيْمَ ﴿٢٨﴾

جاتے ہو تم؟ ○ نہیں ہے یہ (قرآن کچھ اور) مگر نصیحت جہانوں کیلئے ○ واسطے اس شخص کے جو چاہے تم میں سے یہ کہ وہ سیدھا چلے ○

وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٢٩﴾ ع ۱

اور نہیں چاہتے تم مگر یہ کہ چاہے اللہ رب العالمین ○

اللہ تبارک وتعالیٰ نے پیچھے ہٹنے والے ستاروں کی قسم کھائی ہے ﴿بِالْخُنَّسِ﴾ اس سے مراد وہ ستارے ہیں جو مشرق کی جہت میں، کواکب کی عادی رفتار سے پیچھے ہٹ جاتے ہیں اور ہفت سیارگان یہ ہیں: سورج، چاند، زہرہ، مشتری، مریخ، زحل اور عطارد۔ ان ساتوں سیاروں کا چلنا دو جہتوں میں ہے۔ ایک چلنا مغرب کی جہت میں تمام کواکب اور فلک کے ساتھ اور ایک چلنا اس جہت کے برعکس، مشرق کی جہت میں، یہ چلنا صرف انھی سات سیاروں کے ساتھ مختص ہے۔

پس اللہ تعالیٰ نے ان ستاروں کے پیچھے ہٹنے کے حال میں، ان کے چلنے اور ان کے چھپ جانے، یعنی دن کے وقت مستور ہونے کے حال کی قسم کھائی ہے اور اس میں یہ احتمال بھی ہے کہ اس سے مراد تمام کواکب اور سیارے وغیرہ ہوں۔

﴿وَالَّيْلِ اِذَا عَسْعَسَ﴾ یعنی رات کی قسم جب وہ جانے لگے اور کہا جاتا ہے کہ اس کے معنی یہ بھی ہیں کہ جب رات آنے لگے۔ ﴿وَالصُّبْحِ اِذَا تَنَفَّسَ﴾ یعنی صبح جب اس کی علامات ظاہر ہونے لگیں اور روشنی تھوڑی تھوڑی پھوٹنے لگے، یہاں تک کہ مکمل ہو جائے اور سورج نکل آئے۔ یہ بڑی بڑی نشانیاں جن کی اللہ تعالیٰ نے قسم کھائی ہے، قرآن کی سند کی قوت، اس کی جلالت اور ہر شیطان مردود سے اس کی حفاظت کی بنا پر ہے۔

اس لیے فرمایا: ﴿اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ﴾ ''بے شک یہ معزز فرشتے کا قول ہے۔'' اور وہ ہیں جبریل علیہ السلام جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسے لے کر نازل ہوئے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَاِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ ○ عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ﴾ (الشعراء: ۲۶/۱۹۲۔۱۹۴) ''اور یہ قرآن رب کائنات کی طرف سے نازل کردہ ہے، اسے روح الامین لے کر نازل ہوئے آپ کے قلب پر تاکہ آپ تنبیہ

کرنے والوں میں سے ہو جائیں۔'' اللہ تعالیٰ نے اسے اس کے اچھے اخلاق اور قابل تعریف خصائل کی وجہ سے ﴿ کَرِيْمٍ ﴾ کی صفت سے موصوف کیا ہے، کیونکہ یہ فرشتوں میں سب سے افضل اور اپنے رب کے ہاں سب سے بڑے رتبے کا حامل ہے ﴿ ذِيْ قُوَّةٍ ﴾ اللہ تعالیٰ نے اسے جو حکم دیا' اس کی تعمیل کی قوت اور طاقت رکھنے والا ہے۔ یہ جبریل علیہ السلام کی قوت تھی کہ انھوں نے حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کی بستیوں کو ان پر الٹ کران کو ہلاک کر دیا۔ ﴿ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ ﴾ ''عرش والے کے پاس۔'' یعنی جبریل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت مقرب ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کی خاص اور بلند قدر ومنزلت ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے ان کو مختص کیا ہے ﴿ مَكِيْنٍ ﴾ یعنی تمام ملائکہ سے بڑھ کر ان کی قدر ومنزلت ہے۔ ﴿ مُّطَاعٍ ثَمَّ ﴾ یعنی ملأ اعلیٰ میں جبریل علیہ السلام کی اطاعت کی جاتی ہے' ان کے پاس مقرب فرشتوں کی ایک جماعت ہے جن پر ان کا حکم نافذ ہوتا ہے اور ان کی رائے کی اطاعت کی جاتی ہے۔ ﴿ اَمِيْنٍ ﴾ یعنی امانت دار ہیں' ان کو جو حکم دیا جاتا ہے اس کی تعمیل کرتے ہیں' اس میں کمی بیشی نہیں کرتے اور جو حدود ان کے لیے مقرر کی گئی ہیں ان سے تجاوز نہیں کرتے۔

یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے ہاں قرآن کریم کے شرف پر دلالت کرتا ہے، کیونکہ اس کے ساتھ ایک عالی مرتبہ فرشتے کو بھیجا جو ان صفات کاملہ سے موصوف ہے۔ عام عادت یہ ہے کہ بادشاہ کسی عالی مرتبہ ہستی کو اہم ترین مہم اور بلند مرتبہ پیغام ہی کے لیے بھیجا کرتے ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے رسول مَلَکی کی، جو قرآن لے کر آیا' فضیلت بیان کرنے کے بعد رسول بشری کی فضیلت کا ذکر کیا، جس پر قرآن نازل ہوا اور جس کی طرف اس نے لوگوں کو دعوت دی' چنانچہ فرمایا: ﴿ وَمَا صَاحِبُكُمْ ﴾ ''اور تمھارے ساتھی نہیں ہیں۔'' اور وہ ہیں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ﴿ بِمَجْنُوْنٍ ﴾ ''مجنون۔'' جیسا کہ آپ کی رسالت کو جھٹلانے والے' آپ کے دشمن کہتے ہیں' آپ کے بارے میں طرح طرح کے جھوٹ گھڑتے ہیں جن کے ذریعے سے وہ اس نور کو بجھا دینا چاہتے ہیں جسے لے کر آپ آئے ہیں، بلکہ آپ تو عقل میں سب سے زیادہ کامل' رائے میں سب سے زیادہ صائب اور قول میں سب سے زیادہ سچے ہیں۔ ﴿ وَلَقَدْ رَاٰهُ بِالْاُفُقِ الْمُبِيْنِ ﴾ یعنی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل علیہ السلام کو دیکھا جب کہ وہ آسمان کے کھلے افق پر تھے، جو اتنا بلند ہوتا ہے کہ آنکھ کو واضح نظر آتا ہے۔ ﴿ وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ ﴾ ''اور وہ پوشیدہ باتوں کے بتانے میں بخیل نہیں۔'' یعنی اللہ تعالیٰ نے جو آپ کی طرف وحی کی ہے' آپ اس کے بارے میں بخیل نہیں ہیں کہ اس میں سے کچھ چھپا لیں، بلکہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) تو آسمان والوں اور زمین والوں کے امین ہیں، جس نے اپنے رب کی رسالت کو کھلے طور پر پہنچا دیا بلکہ آپ نے رسالت میں سے کسی چیز کو پہنچانے میں کسی مال دار' کسی محتاج' کسی رئیس' کسی رعیت' کسی مرد' کسی عورت' کسی شہری اور کسی دیہاتی سے کبھی بخل سے کام نہیں لیا' اسی لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک ان پڑھ اور جاہل امت میں مبعوث کیا۔

جب آپ نے وفات پائی تو یہ لوگ علمائے ربانی اور دانش مندان ذی فراست بن چکے تھے۔ تمام علوم کی غایت وانتہا یہی لوگ تھے اور دقائق ومفاہیم کے استخراج میں یہی منتہیٰ تھے' یہ لوگ اساتذہ تھے اور دیگر لوگوں کی انتہا یہ ہے کہ وہ ان کے تلامذہ تھے۔

﴿ وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ ﴾ ''اور یہ شیطان مردود کا کلام نہیں ہے۔'' چونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ان دو مکرم رسولوں کا ذکر کر کے اپنی کتاب کی جلالت اور فضیلت کا ذکر کیا اور ان کی مدح وثنا کی جن کے ذریعے سے یہ کتاب لوگوں کے ہاتھوں تک پہنچی' اس لیے اس نے اس کتاب سے ہر آفت اور ہر نقص کو دور ہٹا دیا جو اس کی صداقت میں قادح ہوسکتا ہے' بنابریں فرمایا: ﴿ وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ ﴾ ''اور یہ شیطان مردود کا کلام نہیں ہے۔'' یعنی جو اللہ تعالیٰ اور اس کے قرب سے بہت دور ہے۔

﴿ فَاَيْنَ تَذْهَبُوْنَ ﴾ ''پھر تم کدھر جا رہے ہو؟'' یعنی تمھارے دل میں یہ بات کیسے آئی اور تمھاری عقل کہاں چلی گئی کہ تم نے حق کو جو صداقت کے بلند ترین درجے پر ہے' بمنزلہ جھوٹ قرار دے دیا جو سب سے گھٹیا' سب سے رذیل اور سب سے اسفل باطل ہے' کیا یہ حقائق کو بدلنے کے سوا کچھ اور ہے؟

﴿ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴾ ''یہ تو جہان والوں کے لیے نصیحت ہے۔'' یعنی جس کے ذریعے سے وہ اپنے رب' اس کی صفات کمال اور ان صفات کو یاد رکھتے ہیں جن کے ذریعے سے تمام نقائص' رذائل اور امثال سے اس کی تنزیہہ ثابت ہوتی ہے' اس کے ذریعے سے وہ اوامر ونواہی اور ان کے حکم کو یاد رکھتے ہیں اور اس کے ذریعے سے احکام قدریہ' احکام شرعیہ اور احکام جزائیہ کو یاد رکھتے ہیں۔ وہ بالجملہ دنیا وآخرت کے مصالح کو یاد رکھتے ہیں اور عمل کے ذریعے سے دنیا اور آخرت کی سعادت کو پا لیتے ہیں۔ ﴿ لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّسْتَقِيْمَ ﴾ ''اس کے لیے جو تم میں سے سیدھی چال چلنا چاہے۔'' گمراہی میں سے رشد اور ضلالت میں سے ہدایت کے واضح ہو جانے کے بعد ﴿ وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ ''اور تم بغیر پروردگار عالم کے چاہے کچھ نہیں چاہ سکتے۔'' پس اس کی مشیّت نافذ ہے' ممکن نہیں کہ اس کی مشیّت کی مخالفت کی جاسکے یا اس کو روکا جاسکے۔ اس آیت کریمہ اور اس جیسی دیگر آیات میں' دو فرقوں' یعنی قدریہ اور جبریہ' جو اللہ تعالیٰ کی مشیّت کا انکار کرتے ہیں' کا رد ہے۔ جیسا کہ اس کی مثالیں گزر چکی ہیں۔ واللہ أعلم.

تفسیر سورۃ الانفطار

سُوْرَةُ الْاِنْفِطَارِ (٨٢) مَكِّيَّةٌ (٨٢) — اٰيَاتُهَا ١٩ — رُكُوْعُهَا ١

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان بہت رحم کرنے والا ہے

اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ ۝١ وَاِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ ۝٢ وَاِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ ۝٣

جب آسمان پھٹ جائے گا ○ اور جب تارے بکھر جائیں گے ○ اور جب سمندر بہہ نکلیں گے ○

وَ اِذَا الْقُبُوْرُ بُعْثِرَتْ ۝۴ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ وَ اَخَّرَتْ ۝۵

اور جب قبریں اکھیڑ دی جائیں گی ○ تو جان لے گا ہر نفس جو آگے بھیجا اس نے اور (جو) پیچھے چھوڑا ○

یعنی جب آسمان پھٹ کر پراگندہ ہو جائے گا' ستارے بکھر جائیں گے اور ان کا حسن و جمال زائل ہو جائے گا' جب سمندر بہ کر ایک دوسرے سے مل جائیں گے اور ایک ہی سمندر بن جائیں گے' قبریں شق کر کے اکھاڑ دی جائیں گی اور ان میں سے مردے باہر نکال لیے جائیں گے اور ان کو اعمال کی جزا و سزا کی خاطر اللہ تعالیٰ کے حضور کھڑا کرنے کے لیے جمع کیا جائے گا۔ پس اس وقت پردہ ہٹ جائے گا اور وہ سب کچھ زائل ہو جائے گا جو چھپا ہوا تھا اور ہر نفس جان لے گا کہ اس کے پاس کیا نفع اور خسران ہے۔ اس وقت جب ظالم دیکھے گا کہ اس کے ہاتھوں نے کیا کمائی آگے بھیجی ہے اور شقاوت ابدی اور عذاب سرمدی کا یقین ہو جائے گا تو وہ (حسرت اور پشیمانی سے) اپنے ہاتھوں پر کاٹے گا۔ اس وقت متقین جنھوں نے صالح اعمال آگے بھیجے ہوں گے عظیم کامیابی' دائمی نعمتوں اور جہنم کے عذاب سے سلامتی سے بہرہ مند ہوں گے۔

یٰۤاَیُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِیْمِ ۝۶ الَّذِیْ خَلَقَكَ فَسَوّٰىكَ فَعَدَلَكَ ۝۷

اے انسان! کس چیز نے دھوکے میں ڈالا تجھے اپنے رب کریم کی بابت؟ ○ وہ جس نے تجھے پیدا کیا پھر تجھے ٹھیک ٹھاک کیا پھر تجھے معتدل بنایا ○

فِیْۤ اَیِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ ۝۸ كَلَّا بَلْ تُكَذِّبُوْنَ بِالدِّیْنِ ۝۹ وَ اِنَّ عَلَیْكُمْ

جس صورت میں اس نے چاہا تجھے جوڑ دیا ○ ہرگز نہیں! بلکہ تم جھٹلاتے ہو جزا کو ○ جب کہ بلاشبہ تم پر

لَحٰفِظِیْنَ ۝۱۰ كِرَامًا كَاتِبِیْنَ ۝۱۱ یَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ ۝۱۲

نگران ہیں ○ معزز لکھنے والے ○ وہ جانتے ہیں جو کچھ تم کرتے ہو ○

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے حق میں تقصیر اور اپنی نافرمانیوں کی جسارت کا ارتکاب کرنے والے انسان پر عتاب کرتے ہوئے فرماتا ہے: ﴿ یٰۤاَیُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِیْمِ ﴾ ''اے انسان! تجھے اپنے رب کے بارے میں کس چیز نے دھوکا دیا؟'' کیا تمھاری طرف سے اس کے حقوق سے استہزا کے طور پر یا اس کے عذاب کی تحقیر کے طور پر یا اس کی جزا و سزا پر تمھارے عدم ایمان کی بنا پر؟ کیا وہ ہستی ﴿ الَّذِیْ خَلَقَكَ فَسَوّٰىكَ ﴾ جس نے تجھے بہترین صورت میں پیدا کیا ﴿ فَعَدَلَكَ ﴾ اور اس نے تجھے درست اور معتدل ترکیب پر' حسین ترین شکل اور جمیل ترین ہیئت میں پیدا کیا۔ تب کیا تمھارے لیے یہ مناسب ہے کہ تم منعم کی نعمت کی ناشکری اور محسن کے احسان کا انکار کرو؟ بلاشبہ یہ محض تمھاری جہالت' تمھارے ظلم' تمھارے عناد اور تمھاری طرف سے حق کو غصب کرنے کے سوا کچھ نہیں ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کر کہ اس نے تجھے کتے' گدھے یا کسی اور حیوان کی شکل و صورت عطا نہیں کی۔ اس لیے فرمایا: ﴿ فِیْۤ اَیِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ ﴾ ''جس صورت میں چاہا تجھے ترکیب دے دیا۔'' فرمایا:

﴿كَلَّا بَلْ تُكَذِّبُوْنَ بِالدِّيْنِ﴾ یعنی اس وعظ وتذکیر کے باوجود تم جزا و سزا کی تکذیب پر جمے ہوئے ہو حالانکہ تم نے جو اعمال کیے ہیں ان پر ضرور تمھارا محاسبہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے تم پر مکرم فرشتے مقرر کر رکھے ہیں جو تمھارے اقوال اور افعال کو لکھتے رہتے ہیں' انھیں ان اقوال و افعال کا علم ہے۔ اس میں افعال قلوب' افعال جوارح سب داخل ہیں۔ پس تمھارے لیے مناسب ہے کہ تم ان کا اکرام و اجلال اور احترام کرو۔

اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ ﴿۱۳﴾ وَّاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِيْ جَحِيْمٍ ﴿۱۴﴾ يَّصْلَوْنَهَا يَوْمَ الدِّيْنِ ﴿۱۵﴾

بلاشبہ نیک لوگ البتہ نعمت (جنت) میں ہونگے ○ اور بلاشبہ بدکار لوگ البتہ جہنم میں ہونگے ○ وہ داخل ہونگے اس میں یوم جزا کو ○

وَمَا هُمْ عَنْهَا بِغَآئِبِيْنَ ﴿۱۶﴾ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ ﴿۱۷﴾ ثُمَّ مَآ اَدْرٰىكَ مَا

اور نہ وہ اس سے غائب ہوں گے ○ اور کس چیز نے خبر دی آپ کو کہ کیا ہے یوم جزا؟ ○ پھر کس چیز نے خبر دی آپ کو کہ کیا ہے

يَوْمُ الدِّيْنِ ﴿۱۸﴾ يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْـًٔا ؕ وَالْاَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ ﴿۱۹﴾

یوم جزا؟ ○ اس دن نہیں اختیار رکھے گا کوئی نفس کسی نفس کے لیے کچھ بھی' اور حکم اس دن صرف اللہ ہی کا ہوگا ○

﴿الْاَبْرَارَ﴾ سے مراد وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے حقوق اور اس کے بندوں کے حقوق کو قائم کرتے ہیں' اعمال قلوب اور اعمال جوارح میں نیکی کا التزام کرتے ہیں۔ پس ان لوگوں کی جزا یہ ہے کہ ان کو اس دنیا میں' برزخ میں اور آخرت میں' قلب و روح اور بدن کی نعمتیں حاصل ہوں گی۔

﴿وَاِنَّ الْفُجَّارَ﴾ ''اور بے شک فاجر لوگ۔'' جنھوں نے اللہ تعالیٰ کے حقوق اور بندوں کے حقوق میں کوتاہی کی' جن کے دل بگڑ گئے' تب ان کے اعمال بھی بگڑ گئے ﴿لَفِيْ جَحِيْمٍ﴾ وہ اس دنیا میں' برزخ میں اور آخرت میں' دردناک عذاب میں رہیں گے۔ ﴿يَّصْلَوْنَهَا﴾ ''وہ اس میں داخل ہوں گے۔'' اور اس کے ذریعے سے انھیں شدید ترین عذاب دیا جائے گا ﴿يَوْمَ الدِّيْنِ﴾ اعمال کی جزا و سزا کے دن۔ ﴿وَمَا هُمْ عَنْهَا بِغَآئِبِيْنَ﴾ اور وہ اس سے چھپ نہیں سکیں گے بلکہ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے اور اس سے کبھی نہیں نکلیں گے۔

﴿وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ ○ ثُمَّ مَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ﴾ ''اور تجھے کس چیز نے خبر دی کہ بدلے کا دن کیا ہے؟ پھر (میں کہتا ہوں کہ) تجھے کس چیز نے خبر دی کہ بدلے کا دن کیا ہے؟'' ان آیات کریمہ میں اس سخت دن کا ہول دلایا گیا ہے جو ذہنوں کو حیرت زدہ کر دے گا۔ ﴿يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْـًٔا﴾ اس روز کوئی کسی کے کام نہیں آئے گا' خواہ وہ اس کا قریبی رشتہ دار یا مخلص دوست ہی کیوں نہ ہو۔ ہر ایک کو خود اپنی پڑی ہوگی' وہ کسی اور کی نجات کا طلب گار نہ ہوگا۔ ﴿وَالْاَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ﴾ اس روز تمام تر حکم اللہ ہی کا ہوگا۔ وہی بندوں کے درمیان فیصلہ کرے گا اور مظلوم کا حق ظالموں سے لے کر دے گا۔ واللہ أعلم

تفسیر سورۃ المطففین

سُوْرَةُ الْمُطَفِّفِيْن (۸۳) مَكِّيَّةٌ (۸۶) — اٰيَاتُهَا ۳۶ — رُكُوْعُهَا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ ۝۱ الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ ۝۲ وَاِذَا كَالُوْهُمْ

ہلاکت ہے (ناپ تول میں) کمی کرنیوالوں کیلئے ○ وہ لوگ کہ جب وہ ناپ کر لیتے ہیں لوگوں سے تو پورا لیتے ہیں ○ اور جب وہ ناپ کر دیتے ہیں انہیں

اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ ۝۳ اَلَا يَظُنُّ اُولٰٓئِكَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ ۝۴ لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝۵

یا تول کر دیتے ہیں ان کو تو کم دیتے ہیں ○ کیا نہیں یقین رکھتے یہ لوگ کہ بلاشبہ وہ (قبروں سے) اٹھائے جائیں گے ○ اس یوم عظیم کے لیے ○

يَّوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۶

جس دن کھڑے ہوں گے لوگ سامنے رب العالمین کے ○

﴿ وَيْلٌ ﴾ ''ہلاکت ہے۔'' یہ عذاب اور عقاب کا کلمہ ہے ﴿ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ ﴾ ''ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لیے'' اور اللہ تعالیٰ نے المطففین کی تفسیر بیان فرمائی کہ ﴿ الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ ﴾ یہ وہ لوگ ہیں جب لوگوں سے لیتے ہیں تو ان سے کسی کمی کے بغیر پورا لیتے ہیں ﴿ وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ ﴾ اور جب لوگوں کو ان کا حق عطا کرتے ہیں جو کسی ناپ تول کی صورت میں ان کے ذمے ہوتا ہے ﴿ يُخْسِرُوْنَ ﴾ تو اس میں کمی کرتے ہیں یا تو ناپ کے ناقص پیمانے اور تولنے کی ناقص ترازو کے ذریعے سے یا ناپ تول کے پیمانے کو پوری طرح نہ بھرتے ہوئے کمی کرتے ہیں یا اس کے علاوہ دیگر طریقوں سے کمی کرتے ہیں۔ یہ لوگوں کے اموال کی چوری اور ان کے ساتھ بے انصافی ہے۔ جب ان لوگوں کے لیے یہ وعید ہے جو ناپ تول کے ذریعے سے لوگوں کے اموال میں کمی کرتے ہیں تو وہ لوگ اس وعید کے، ناپ تول میں کمی کرنے والوں سے زیادہ مستحق ہیں جو جبراً لوگوں سے مال چھینتے ہیں یا چوری کرتے ہیں۔

یہ آیت کریمہ دلالت کرتی ہے کہ انسان جس طرح لوگوں سے اپنا حق وصول کرتا ہے اسی طرح اس پر فرض ہے کہ وہ اموال و معاملات میں لوگوں کے حقوق ادا کرے، بلکہ اس کے عموم میں دلائل و مقالات بھی شامل ہیں، کیونکہ جیسے آپس میں مناظرہ کرنے والوں کی عادت ہے کہ ان میں سے ہر ایک اپنی دلیل بیان کرنے کا حریص ہوتا ہے اس پر واجب ہے کہ وہ اس دلیل کو بھی بیان کرے جو اس کے مخالف کے علم میں نہیں ہوتی، نیز وہ اپنے مخالف کے دلائل پر بھی اسی طرح غور کرے جس طرح وہ اپنے دلائل پر غور کرتا ہے۔ اس مقام پر انسان کے انصاف اور اس کے تعصب و ظلم، اس کی تواضع اور تکبر، اس کی عقل اور سفاہت کی معرفت حاصل ہوتی ہے، ہم اللہ تعالیٰ سے ہر قسم کی بھلائی کی توفیق کا سوال کرتے ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ناپ تول میں کمی کرنے والوں کو وعید سنائی اور ان کے حال اور ان کے اپنے اس طرز عمل پر

قائم رہنے پر تعجب کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ اَلَا يَظُنُّ اُولٰٓئِكَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ ۝ لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝ يَّوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ ﴾ ”کیا انھیں اپنے مرنے کے بعد عظیم دن کے لیے جی اُٹھنے کا خیال نہیں؟ جس دن سب لوگ رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے۔“ پس جس چیز نے ان کے اندر کم ناپنے تولنے کی جرأت پیدا کی ہے' وہ ہے آخرت پر ان کا عدم ایمان ورنہ اگر وہ آخرت پر ایمان رکھتے ہوتے اور انھیں اس حقیقت کی معرفت حاصل ہوتی کہ وہ عنقریب اللہ تعالیٰ کے حضور کھڑے ہوں گے اور وہ ان کے اعمال پر' کم ہوں یا زیادہ' ان کا محاسبہ کرے گا تو وہ اس کام سے رک جاتے اور اس سے توبہ کر لیتے۔

كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْفُجَّارِ لَفِيْ سِجِّيْنٍ ؕ﴿٧﴾ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سِجِّيْنٌ ﴿٨﴾ كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ؕ﴿٩﴾ وَيْلٌ

یقیناً بلاشبہ نامۂ اعمال فاجروں کا سجین میں ہے ○ اور کس چیز نے خبر دی آپ کو کہ کیا ہے سجین؟ ○ ایک کتاب ہے لکھی ہوئی ○ ہلاکت ہے

يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۙ﴿١٠﴾ الَّذِيْنَ يُكَذِّبُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ؕ﴿١١﴾ وَمَا يُكَذِّبُ بِهٖٓ اِلَّا كُلُّ

اس دن جھٹلانے والوں کے لیے ○ وہ جو جھٹلاتے ہیں یوم جزا کو ○ اور نہیں جھٹلاتا اسے مگر ہر وہ شخص کہ

مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ ۙ﴿١٢﴾ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ؕ﴿١٣﴾ كَلَّا بَلْ ٚ سکتۃ رَانَ

وہ حد سے گزرنے والا گنہگار ○ جب تلاوت کی جاتی ہیں اس پر ہماری آیتیں تو وہ کہتا ہے: (یہ) کہانیاں ہیں پہلے لوگوں کی ○ ہرگز نہیں! بلکہ زنگ لگا دیا ہے

عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿١٤﴾ كَلَّآ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ ﴿١٥﴾

انکے دلوں پر اس نے جو تھے وہ کماتے ○ یقیناً! بلاشبہ وہ (کافر) اپنے رب (کے دیدار) سے اس دن اوٹ میں رکھے جائینگے ○

ثُمَّ اِنَّهُمْ لَصَالُوا الْجَحِيْمِ ﴿١٦﴾ ثُمَّ يُقَالُ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ؕ﴿١٧﴾

پھر بلاشبہ وہ داخل ہوں گے جہنم میں ○ پھر کہا جائے گا یہ ہے وہ جو تھے تم اس کو جھٹلاتے ○

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْفُجَّارِ ﴾ ”ہرگز نہیں! بدکاروں کے اعمال۔“ یہ آیت کریمہ کفار' منافقین اور فاسقین کے مختلف انواع کے تمام فاجروں کو شامل ہے ﴿ لَفِيْ سِجِّيْنٍ ﴾ ”سجین میں ہیں۔“ پھر اپنے اس ارشاد کے ذریعے سے اس کی تفسیر فرمائی: ﴿ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سِجِّيْنٌ ۝ كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ﴾ ”تجھے کس چیز نے بتایا کہ سجین کیا ہے۔ لکھی ہوئی کتاب ہے۔“ یعنی وہ کتاب جس میں ان کے اعمال خبیثہ مذکور ہیں۔ اَلسِّجِّين سے مراد تنگ جگہ ہے اور سجین' عِلِّيِّين کی ضد ہے جو کہ ابرار کی کتاب کا محل ومقام ہے، جیسا کہ اس کا بیان آئندہ صفحات میں آئے گا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ سِجِّين ساتویں زمین کا سب سے نچلا حصہ ہے جو کہ معاد میں فجار کا مستقر اور ٹھکانا ہے۔

﴿ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴾ ”اس دن جھٹلانے والوں کے لیے تباہی ہے۔“ پھر مکذبین کو اس طرح واضح فرمایا: ﴿ الَّذِيْنَ يُكَذِّبُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ﴾ جو یوم جزا کو جھٹلاتے ہیں جس دن اللہ تعالیٰ لوگوں کو ان کے اعمال کا بدلہ دے گا۔ ﴿ وَمَا يُكَذِّبُ بِهٖٓ اِلَّا كُلُّ مُعْتَدٍ ﴾ ”اسے صرف وہی جھٹلاتا ہے جو حد سے نکل جاتا ہے۔“ یعنی اللہ تعالیٰ

کے محارم میں تجاوز کرنے والا' حلال کی حدود کو پھلانگ کر حرام میں داخل ہونے والا۔ ﴿ اَثِیْمٍ ﴾ یعنی بہت زیادہ گناہوں کا ارتکاب کرنے والا۔ اس کا ظلم اور سرکشی اسے تکذیب پر آمادہ کرتی ہے اور اس کے لیے تکبر اور حق کو ردّ کرنے کا موجب بنتی ہے' اس لیے فرمایا: ﴿ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا ﴾ ''جب اس کو ہماری آیتیں سنائی جاتی ہیں۔'' جو حق پر اور اس چیز کی صداقت پر دلالت کرتی ہیں جس کو رسول لے کر آئے ہیں تو گناہوں کا ارتکاب کرنے والے نے ان آیات کو جھٹلایا اور ان سے عناد رکھا اور ﴿ قَالَ ﴾ کہنے لگا یہ تو ﴿ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴾ ''پہلے لوگوں کے قصے کہانیاں ہیں۔'' یعنی وہ تکبر اور عناد کی بنا پر کہتا ہے کہ یہ تو متقدمین کے جھوٹے قصے اور گزری ہوئی قوموں کی خبریں ہیں' یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہیں۔

رہا وہ شخص جو انصاف پسند ہے اور اس کا مقصود بھی واضح حق ہے تو وہ قیامت کے دن کو نہیں جھٹلا سکتا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس پر قطعی دلائل اور براہین قائم کیے ہیں جنھوں نے اسے حق الیقین بنا دیا ہے' ان کے دلوں کی بصیرت کے لیے یہ وہی حیثیت اختیار کر گیا ہے جو ان کی آنکھوں کے لیے سورج کی ہے۔ اس کے برعکس جس کے دل کو اس کے کسب نے زنگ آلود کر دیا اور اس کے گناہوں نے اس کو ڈھانپ لیا' وہ حق سے محجوب ہے۔ بنا بریں اس کو یہ جزا دی گئی کہ جس طرح اس کا دل آیات الٰہی سے محجوب ہے' اسی طرح وہ اللہ تعالیٰ سے محجوب رہے گا۔

﴿ ثُمَّ اِنَّهُمْ ﴾ پھر اس انتہائی عقوبت کے بعد وہ لوگ یقیناً ﴿ لَصَالُوا الْجَحِيْمِ ﴾ جہنم میں جھونکے جائیں گے' پھر زجر و توبیخ کے طور پر ان سے کہا جائے گا: ﴿ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ﴾ ''یہی ہے وہ چیز جسے تم جھٹلایا کرتے تھے۔'' پس اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے عذاب کی تین انواع کا ذکر کیا ہے: (۱) جہنم کا عذاب (۲) زجر و توبیخ اور ملامت کا عذاب (۳) اور رب کائنات سے محجوب ہونے کا عذاب جو ان پر اس کی ناراضی اور غضب کو متضمن ہے اور یہ ان کے لیے جہنم کے عذاب سے بڑھ کر ہوگا۔

آیت کریمہ کا مفہوم مخالف دلالت کرتا ہے کہ اہل ایمان قیامت کے روز جنت میں اپنے رب کا دیدار کریں گے' وہ تمام لذات سے بڑھ کر اس دیدار سے لذت حاصل کریں گے۔ اس کے ساتھ ہم کلامی سے خوش ہوں گے اور اس کے قرب سے فرحت حاصل کریں گے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کی متعدد آیات میں اس کا ذکر کیا ہے اور رسول اللہ ﷺ سے بھی نہایت تواتر کے ساتھ منقول ہے۔

ان آیات میں گناہوں سے تحذیر ہے، کیونکہ ان کا اثر دل پر ہوتا ہے اور وہ آہستہ آہستہ اسے ڈھانپ لیتے ہیں حتی کہ وہ اس کے نور کو ختم کر دیتے ہیں' اس کی بصیرت ختم کر دیتے ہیں' پھر انسان پر حقائق پلٹ جاتے ہیں۔ وہ باطل کو حق اور حق کو باطل سمجھنے لگتا ہے اور یہ گناہوں کی سب سے بڑی سزا ہے۔

كَلَّآ إِنَّ كِتٰبَ الْاَبْرَارِ لَفِيْ عِلِّيِّيْنَ ﴿۱۸﴾ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا عِلِّيُّوْنَ ﴿۱۹﴾ كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ﴿۲۰﴾

یقیناً! بلاشبہ نامۂ اعمال نیک لوگوں کا علّیّین میں ہے○ اور کس چیز نے خبر دی آپ کو کہ کیا ہے علّیُّون؟○ ایک کتاب ہے لکھی ہوئی○

يَّشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُوْنَ ﴿۲۱﴾ إِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ ﴿۲۲﴾ عَلَى الْاَرَآئِكِ يَنْظُرُوْنَ ﴿۲۳﴾ تَعْرِفُ

حاضر ہوتے ہیں اس پر مقرب (فرشتے)○ بلاشبہ نیک لوگ البتہ نعمت (جنت) میں ہونگے○ مسہریوں پر (بیٹھے) دیکھ رہے ہونگے○ آپ پہچانیں گے

فِيْ وُجُوْهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِيْمِ ﴿۲۴﴾ يُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِيْقٍ مَّخْتُوْمٍ ﴿۲۵﴾ خِتٰمُهٗ مِسْكٌ

انکے چہروں میں تازگی نعمت کی○ وہ پلائے جائینگے خالص شراب مہر لگی ہوئی میں سے○ اس کی مہر کستوری کی ہوگی

وَفِيْ ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ ﴿۲۶﴾ وَمِزَاجُهٗ مِنْ تَسْنِيْمٍ ﴿۲۷﴾

اور اس میں پس چاہیے رغبت کریں رغبت کرنے والے○ اور اس کی ملاوٹ تسنیم سے ہوگی○

عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُوْنَ ﴿۲۸﴾

یعنی ایک چشمہ ہے پئیں گے اس میں سے مقرب بندے○

اللہ تبارک وتعالیٰ نے فجار کے اعمال نامے کا ذکر کرنے کے بعد کہ وہ سب سے نچلے اور سب سے تنگ مقام پر ہوگا' ابرار کے اعمال نامے کا ذکر کیا کہ ان کا اعمال نامہ سب سے بلند' نہایت وسیع اور سب سے کھلے مقام پر ہو گا۔ اور ان کی لکھی ہوئی کتاب ﴿يَّشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُوْنَ﴾ کا مشاہدہ مکرم فرشتے' انبیا' صدیقین اور شہدا کی ارواح کرتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ملأ اعلیٰ میں بلند آواز سے ان کا تذکرہ کرتا ہے۔ ﴿عِلِّيُّوْنَ﴾ جنت کے بلند ترین حصے کا نام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی کتاب کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا کہ وہ نعمتوں میں ہوں گے اور یہ قلب کی' روح کی' اور بدن کی نعمت کے لیے جامع نام ہے۔

﴿عَلَى الْاَرَآئِكِ﴾ یعنی نہایت خوبصورت بچھونوں سے آراستہ تختوں پر بیٹھے ہوئے ﴿يَنْظُرُوْنَ﴾ ان نعمتوں کو دیکھ رہے ہوں گے جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے تیار کر رکھی ہیں اور اپنے رب کریم کا دیدار کر رہے ہوں گے۔

﴿تَعْرِفُ﴾ اے دیکھنے والے تو پہچان لے گا ﴿فِيْ وُجُوْهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِيْمِ﴾ ''ان کے چہروں پر نعمت کی خوبصورتی۔'' اس کی تروتازگی اور اس کی رونق، کیونکہ لذتوں' مسرتوں اور فرحتوں کا پے در پے حاصل ہونا' چہرے کو نور' خوبصورتی اور خوشی عطا کرتا ہے۔ ﴿يُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِيْقٍ﴾ یہ رحیق تمام شرابوں میں سب سے عمدہ اور سب سے لذیذ شراب ہے جو انھیں پلائی جائے گی ﴿مَّخْتُوْمٍ﴾ یہ خالص شراب سربمہر ہوگی ﴿خِتٰمُهٗ مِسْكٌ﴾ ''جس پر مشک کی مہر لگی ہوگی۔'' اس میں یہ احتمال ہے کہ اس سے مراد ہے کہ اس پر مہر لگی ہوگی' یعنی کوئی چیز اس میں داخل ہو کر' اس کی لذت کو کم اور اس کے ذائقے کو خراب نہیں کرے گی' یہ مہر جو اس پر لگی ہوئی ہوگی مشک کی مہر ہوگی۔ اس میں یہ احتمال بھی ہے کہ اس سے مراد وہ مشروب ہے جو آخر میں تلچھٹ کے طور پر اس برتن میں رہ جائے گا جس میں وہ خالص شراب پئیں گے اور یہ تلچھٹ مشک اذفر ہوگا' یہ تلچھٹ جس کے بارے میں دنیا میں عادت یہ ہے کہ

اسے گرادیا جاتا ہے جنت میں اس کی یہ منزلت ہوگی۔

﴿ وَفِيْ ذٰلِكَ ﴾ یعنی ہمیشہ رہنے والی نعمت میں جس کے حسن اور مقدار کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا ﴿ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ ﴾ پس مسابقت کرنے والوں کو اس نعمت تک پہنچانے والے عمل کے ذریعے سے اس کی طرف آگے بڑھنے میں مسابقت کرنی چاہیے۔ یہ اس چیز کی سب سے زیادہ مستحق ہے کہ اس میں نفیس سے نفیس مال خرچ کیا جائے اور یہ اس چیز کی بھی سب سے زیادہ مستحق ہے کہ اس تک پہنچنے کے لیے بڑے بڑے لوگ باہم مزاحم ہوں۔

اور اس شراب میں تسنیم کی آمیزش ہوگی اور یہ ایک چشمہ ہے۔ ﴿ عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُوْنَ ﴾ ''جہاں سے صرف اللہ تعالیٰ کے مقرب بندے ہی پئیں گے۔'' اور یہ علی الاطلاق جنت کی اعلیٰ ترین شراب ہے، بنابریں یہ خالص صورت میں صرف مقربین کے لیے ہوگی جو مخلوق میں سب سے بلند مرتبہ لوگ ہیں، اصحاب الیمین کے لیے آمیزش کے ساتھ ہوگی، یعنی خالص شراب وغیرہ دیگر لذیذ مشروبات کے ساتھ اس کی آمیزش ہوگی۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا كَانُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَضْحَكُوْنَ ﴿۲۹﴾ وَاِذَا مَرُّوْا بِهِمْ

بلاشبہ وہ لوگ جنھوں نے جرم کیے تھے وہ ان لوگوں پر جو ایمان لائے ہنستے تھے ○ اور جب وہ گزرتے تھے ان (مسلمانوں) کے پاس سے

يَتَغَامَزُوْنَ ﴿۳۰﴾ وَاِذَا انْقَلَبُوْۤا اِلٰۤى اَهْلِهِمُ انْقَلَبُوْا فَكِهِيْنَ ﴿۳۱﴾ وَاِذَا رَاَوْهُمْ

تو آپس میں آنکھوں سے اشارہ کرتے تھے ○ اور جب وہ لوٹتے تھے اپنے اہل کی طرف تو لوٹتے دل لگی کرتے ہوئے ○ اور جب وہ (کافر) دیکھتے تھے انکو

قَالُوْۤا اِنَّ هٰۤؤُلَآءِ لَضَآلُّوْنَ ﴿۳۲﴾ وَمَاۤ اُرْسِلُوْا عَلَيْهِمْ حٰفِظِيْنَ ﴿۳۳﴾ فَالْيَوْمَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

تو کہتے تھے بلاشبہ یہ لوگ گمراہ ہیں ○ حالانکہ نہیں بھیجے گئے تھے وہ ان پر نگران بنا کر ○ پس آج، وہ لوگ جو ایمان لائے

مِنَ الْكُفَّارِ يَضْحَكُوْنَ ﴿۳۴﴾ عَلَى الْاَرَآئِكِ يَنْظُرُوْنَ ﴿۳۵﴾ هَلْ

کافروں پر ہنس رہے ہوں گے ○ مسہریوں پر (بیٹھے) دیکھ رہے ہوں گے ○ کیا

ثُوِّبَ الْكُفَّارُ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴿۳۶﴾

بدلہ دیے گئے کافر اس کا جو تھے وہ کرتے؟ ○

اللہ تعالیٰ نے مجرموں کی جزا اور نیکوکاروں کی جزا کا ذکر کرنے اور ان کے درمیان جو عظیم تفاوت ہے اس کو بیان کرنے کے بعد آگاہ فرمایا کہ یہ مجرم دنیا میں اہل ایمان کا تمسخر اڑاتے، ان کے ساتھ استہزا کرتے اور ان پر ہنستے تھے۔ جب اہل ایمان ان کے پاس سے گزرتے تو یہ مجرم حقارت اور عیب چینی کے ساتھ باہم اشارے کرتے تھے۔ بایں ہمہ آپ ان کو مطمئن دیکھیں گے خوف ان کے دل میں راہ نہیں پاتا۔

﴿ وَاِذَا انْقَلَبُوْۤا اِلٰۤى اَهْلِهِمُ ﴾ ''اور جب وہ اپنے گھر کو لوٹتے۔'' یعنی صبح و شام ﴿ انْقَلَبُوْا فَكِهِيْنَ ﴾ تو مسرور اور خوش و خرم لوٹتے۔ یہ سب سے بڑی فریب خوردگی ہے کہ انھوں نے دنیا میں برائی کو امن کے ساتھ اکٹھا

کردیا' گویا ان کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی کتاب یا عہد آ گیا ہے کہ وہ اہل سعادت ہیں، انھوں نے اپنے بارے میں حکم لگایا ہے کہ وہ ہدایت یافتہ لوگ ہیں اور اہل ایمان گمراہ لوگ ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ پر بہتان طرازی اور بلا علم بات کہنے کی جسارت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَمَآ اُرۡسِلُوۡا عَلَیۡهِمۡ حٰفِظِیۡنَ ﴾ یعنی ان کو اہل ایمان پر وکیل اور ان کے اعمال کی حفاظت کا ذمے دار بنا کر نہیں بھیجا گیا کہ وہ ان پر گمراہی کا بہتان لگانے کی حرص رکھیں اور یہ ان کی طرف سے محض عیب جوئی' عناد اور محض کھیل تماشا ہے' اس کی کوئی دلیل ہے نہ برہان' اس لیے آخرت میں ان کی جزا ان کے عمل کی جنس میں سے ہوگی۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿ فَالۡیَوۡمَ ﴾ یعنی قیامت کے دن ﴿ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مِنَ الۡکُفَّارِ یَضۡحَکُوۡنَ ﴾ ''مومن کافروں سے ہنسی کریں گے۔'' جب وہ ان کو عذاب کی سختیوں میں چلتے پھرتے دیکھیں گے اور وہ سب کچھ جا چکا ہوگا جو وہ بہتان طرازی کیا کرتے تھے' تب ان کی ہنسی اڑائیں گے۔

اہل ایمان انتہائی راحت واطمینان میں ﴿ عَلَی الۡاَرَآئِكِ ﴾ آراستہ اور مزین پر بیٹھے پلنگوں ﴿ یَنۡظُرُوۡنَ ﴾ ان نعمتوں کو دیکھ رہے ہوں گے جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے تیار کر رکھی ہیں' نیز اپنے رب کریم کے چہرے کا دیدار کر رہے ہوں گے۔ ﴿ هَلۡ ثُوِّبَ الۡکُفَّارُ مَا کَانُوۡا یَفۡعَلُوۡنَ ﴾ کیا ان کو ان کے عمل کی جنس میں سے جزا دی گئی؟ جس طرح انھوں نے دنیا کے اندر مومنوں کی ہنسی اڑائی' ان پر گمراہی کا بہتان لگایا' آخرت میں جب مومن ان کو عذاب میں جو ان کی گمراہی اور ضلالت کی سزا ہے' مبتلا دیکھیں گے تو وہ بھی ان کی ہنسی اڑائیں گے۔ ہاں اللہ تعالیٰ کے عدل اور اس کی حکمت کی بنا پر' کفار کو اپنے افعال کا پورا بدلہ مل گیا۔ اللہ تعالیٰ علم والا اور حکمت والا ہے۔

تفسیر سورۃ الانشقاق

سُوۡرَةُ الۡاِنۡشِقَاقِ (۸۴) مَکِّیَّةٌ (۸۳) — بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ — اٰیَاتُهَا ۲۵ رُکُوۡعُهَا ۱

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے

اِذَا السَّمَآءُ انۡشَقَّتۡ ۙ﴿۱﴾ وَ اَذِنَتۡ لِرَبِّهَا وَ حُقَّتۡ ۙ﴿۲﴾ وَ اِذَا الۡاَرۡضُ مُدَّتۡ ۙ﴿۳﴾

جب آسمان پھٹ جائیگا○ اور وہ کان لگائے ہوئے ہے اپنے رب (کے حکم) کیلیے اور اس کے لائق یہی ہے○ اور جب زمین پھیلا دی جائیگی○

وَ اَلۡقَتۡ مَا فِیۡهَا وَ تَخَلَّتۡ ۙ﴿۴﴾ وَ اَذِنَتۡ لِرَبِّهَا وَ حُقَّتۡ ؕ﴿۵﴾ یٰۤاَیُّهَا الۡاِنۡسَانُ اِنَّكَ

اور وہ ڈال دے گی جو کچھ اس میں ہے اور خالی ہو جائیگی○ اور وہ کان لگائے ہوئے ہے اپنے رب کیلیے اور اس کے لائق بھی یہی ہے○ اے انسان! بلاشبہ تو

کَادِحٌ اِلٰی رَبِّكَ کَدۡحًا فَمُلٰقِیۡهِ ۚ﴿۶﴾ فَاَمَّا مَنۡ اُوۡتِیَ کِتٰبَهٗ بِیَمِیۡنِهٖ ۙ﴿۷﴾ فَسَوۡفَ

سخت محنت کر رہا ہے اپنے رب کی طرف خوب محنت' سو (تو) اس کو ملنے والا ہے○ پس لیکن جو شخص کہ دیا گیا وہ اپنا اعمال نامہ اپنے دائیں ہاتھ میں○ تو عنقریب

يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيْرًا ﴿٨﴾ وَّيَنْقَلِبُ اِلٰٓى اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ﴿٩﴾ وَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ
اس سے حساب لیا جائے گا حساب آسان ○ اور وہ لوٹے گا اپنے اہل کی طرف ہنسی خوشی ○ اور لیکن جو شخص کہ دیا گیا وہ اپنا اعمال نامہ
وَرَآءَ ظَهْرِهٖ ﴿١٠﴾ فَسَوْفَ يَدْعُوْا ثُبُوْرًا ﴿١١﴾ وَّيَصْلٰى سَعِيْرًا ﴿١٢﴾ اِنَّهٗ كَانَ فِيْٓ اَهْلِهٖ
پیچھے پیٹھ اپنی کے ○ تو ضرور وہ پکارے گا ہلاکت کو ○ اور داخل ہوگا وہ بھڑکتی آگ میں ○ بلاشبہ وہ تھا (دنیا میں) اپنے اہل (وعیال) میں
مَسْرُوْرًا ﴿١٣﴾ اِنَّهٗ ظَنَّ اَنْ لَّنْ يَّحُوْرَ ﴿١٤﴾ بَلٰٓى اِنَّ رَبَّهٗ كَانَ بِهٖ بَصِيْرًا ﴿١٥﴾
خوش ○ بلاشبہ اس نے سمجھا تھا کہ ہرگز نہیں لوٹ کر جائیگا وہ (اللہ کی طرف) ○ کیوں نہیں! بلاشبہ اس کا رب تھا اس کو دیکھنے والا ○

قیامت کے دن بڑے بڑے اجرام فلکی میں جو تغیرات آئیں گے، اللہ تعالیٰ نے ان کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ ﴾ یعنی جب آسمان پھٹ جائے گا اور پھٹ کر ایک دوسرے سے الگ ہو جائے گا، اس کے ستارے بکھر جائیں گے اور اس کے سورج اور چاند بے نور ہو جائیں گے۔ ﴿ وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا ﴾ اور وہ اپنے رب کے حکم کو غور سے سنے گا، اس پر کان لگائے گا اور اس کے خطاب کو سنے گا اور اس پر لازم بھی یہی ہے، کیونکہ وہ اس عظیم بادشاہ کے دست تسخیر کے تحت مسخر اور مُدَبَّر ہے جس کے حکم کی نافرمانی کی جاسکتی ہے نہ اس کے فیصلے کی مخالفت۔

﴿ وَاِذَا الْاَرْضُ مُدَّتْ ﴾ ''اور جب زمین پھیلا دی جائے گی۔'' یعنی زمین کانپے گی اور ڈر جائے گی، اس کے پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے اور اس پر موجود عمارتیں اور علامتیں ڈھا دی جائیں گی اور زمین کو ہموار اور برابر کر دیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ زمین کو اس طرح پھیلا دے گا جس طرح چمڑے کو پھیلایا جاتا ہے حتیٰ کہ وہ بہت وسیع ہو جائے گی، جس میں (اللہ تعالیٰ کے حضور حساب کتاب کے لیے) کھڑے ہونے کے لیے لوگوں کی کثرت کے باوجود پوری گنجائش ہوگی۔ پس زمین ہموار چٹیل میدان بن جائے گی جس میں تجھے کوئی نشیب و فراز نظر نہیں آئے گا۔ ﴿ وَاَلْقَتْ مَا فِيْهَا ﴾ ''اور جو کچھ اس میں ہے، اسے نکال کر ڈال دے گی۔'' یعنی تمام مردوں اور (مدفون) خزانوں کو باہر نکال پھینکے گی ﴿ وَتَخَلَّتْ ﴾ اور ان سے خالی ہو جائے گی، کیونکہ جب صور پھونکا جائے گا تو تمام مردے قبروں سے نکل کر سطح زمین پر آ جائیں گے، زمین اپنے خزانوں کو نکال باہر کرے گی اور وہ ایک بہت بڑے ستون کے مانند ہوں گے جن کا مخلوق مشاہدہ کرے گی اور جس چیز کے لیے وہ ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کیا کرتے تھے، اس پر حسرت کا اظہار کریں گے۔

﴿ وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ○ يٰٓاَيُّهَا الْاِنْسَانُ اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلٰقِيْهِ ﴾ ''اور وہ اپنے رب کے حکم پر کان لگائے گی اور اسی کے لائق وہ ہے۔ اے انسان! تو اپنے رب سے ملنے تک یہ کوشش اور تمام کام اور محنتیں کر کے اس سے ملاقات کرنے والا ہے۔'' یعنی تم اللہ تعالیٰ کی طرف جانے میں کوشاں ہو، اس کے اوامر و نواہی پر عمل کرتے ہو، بھلائی کے ذریعے سے یا برائی کے ذریعے سے اس کے قریب ہو رہے ہو۔ پھر قیامت کے

دن تم اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرو گے۔ پس تم اس کی طرف سے فضل کے ساتھ یا عدل کے ساتھ جزا سے محروم نہیں ہو گے۔ اگر تم خوش بخت نکلے تو جزا فضل پر مبنی ہوگی اور اگر تم بد بخت نکلے تو سزا عدل پر مبنی ہوگی' اس لیے اللہ تعالیٰ نے جزا کی تفصیل بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِیَمِیْنِهٖ ﴾ ''پس جس کا نامۂ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔'' یہ خوش بخت لوگ ہیں ﴿ فَسَوْفَ یُحَاسَبُ حِسَابًا یَّسِیْرًا ﴾ ''تو اس سے آسان حساب لیا جائے گا۔'' یہ اللہ تعالیٰ کے حضور آسان پیشی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ اس سے اس کے گناہوں کا اعتراف کرائے گا حتیٰ کہ بندہ سمجھے گا کہ وہ ہلاک ہو گیا' اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا: میں دنیا میں تیرے گناہوں کو چھپاتا تھا اور آج بھی تیرے گناہوں کو چھپاؤں گا۔ ﴿ وَّیَنْقَلِبُ اِلٰۤى اَهْلِهٖ ﴾ اور وہ جنت میں اپنے گھر والوں کی طرف لوٹے گا ﴿ مَسْرُوْرًا ﴾ ''خوش ہو کر۔'' کیونکہ اس نے عذاب سے نجات حاصل کی اور ثواب سے فوز یاب ہوا۔

﴿ وَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ وَرَآءَ ظَهْرِهٖ ﴾ اور جس کو نامۂ اعمال اس کے بائیں ہاتھ میں اور اس کی پیٹھ پیچھے سے دیا جائے گا ﴿ فَسَوْفَ یَدْعُوْا ثُبُوْرًا ﴾ یعنی جب وہ اپنے اعمال بد جو اس نے (دنیا میں آخرت کے لیے) آگے بھیجے تھے اور ان سے توبہ نہیں کی تھی' اپنے اعمال نامے میں موجود پائے گا تو رسوائی اور فضیحت سے موت کو پکارے گا ﴿ وَّیَصْلٰى سَعِیْرًا ﴾ ''اور دوزخ میں داخل ہوگا۔'' یعنی جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ اسے ہر جانب سے گھیر لے گی اور اس کے عذاب پر اسے الٹ پلٹ کرے گی اور اس کا سبب یہ ہے کہ وہ دنیا میں ﴿ كَانَ فِیْۤ اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ﴾ ''اپنے گھر والوں میں مسرور رہتا تھا۔'' اس کے دل میں حیات بعد الممات کا کبھی خیال بھی نہیں آیا تھا۔ اس نے برائی کا اکتساب کیا اور اسے یقین نہ تھا کہ اسے اپنے رب کی طرف لوٹنا اور اس کے سامنے کھڑے ہونا ہے۔ ﴿ بَلٰۤى اِنَّ رَبَّهٗ كَانَ بِهٖ بَصِیْرًا ﴾ ''ہاں ہاں اس کا رب اس کو دیکھ رہا تھا۔'' پس یہ اچھا نہیں کہ اللہ تعالیٰ اسے بے کار چھوڑ دے' اس کو حکم دیا جائے نہ کسی چیز سے روکا جائے اور اسے ثواب عطا کیا جائے نہ عذاب دیا جائے۔

فَلَاۤ اُقْسِمُ بِالشَّفَقِ ﴿۱۶﴾ وَالَّیْلِ وَمَا وَسَقَ ﴿۱۷﴾ وَالْقَمَرِ اِذَا اتَّسَقَ ﴿۱۸﴾ لَتَرْكَبُنَّ
پس قسم کھاتا ہوں میں شفق کی ○ اور رات کی اور جو کچھ وہ جمع کرتی (سمیٹتی) ہے ○ اور چاند کی جب وہ پورا ہو جاتا ہے ○ یقیناً تم ضرور سوار ہو گے (پہنچو گے)
طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ ﴿۱۹﴾ فَمَا لَهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ﴿۲۰﴾ وَاِذَا قُرِئَ عَلَیْهِمُ الْقُرْاٰنُ
ایک حال پر بعد دوسرے حال کے ○ پس کیا ہے ان (کافروں) کو کہ نہیں ایمان لاتے وہ؟ ○ اور جب پڑھا جاتا ہے ان پر قرآن
لَا یَسْجُدُوْنَ ﴿۲۱﴾ السجدة بَلِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا یُكَذِّبُوْنَ ﴿۲۲﴾ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا یُوْعُوْنَ ﴿۲۳﴾ السجدة ۱۰
تو نہیں سجدہ کرتے وہ ○ بلکہ وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا وہ جھٹلاتے ہیں ○ اور اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ وہ (سینوں میں) محفوظ رکھتے ہیں ○
فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ ﴿۲۴﴾ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَیْرُ مَمْنُوْنٍ ﴿۲۵﴾ ع ۵
پس خوشخبری دے دیجیے انکو عذاب دردناک کی ○ مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے عمل کیے نیک' ان کیلئے اجر ہے نہ ختم ہونیوالا ○

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس مقام پر رات کی نشانیوں کی قسم کھائی ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے شفق کی قسم کھائی جو سورج کی باقی ماندہ روشنی ہے جس سے رات کا افتتاح ہوتا ہے۔ ﴿ وَالَّیْلِ وَمَا وَسَقَ ﴾ ''اور رات کی اور ان چیزوں کی قسم جن کو وہ اکٹھا کر لیتی ہے۔'' یعنی جو حیوانات وغیرہ کو اکٹھا کرتی ہے ﴿ وَالْقَمَرِ اِذَا اتَّسَقَ ﴾ اور چاند کی جب چاند ماہ کامل بن جانے پر نور سے لبریز ہو جائے۔ اس وقت چاند خوبصورت ترین اور انتہائی منفعت بخش ہوتا ہے۔ جس پر قسم کھائی گئی ہے وہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: ﴿ لَتَرْكَبُنَّ ﴾ اے لوگو! تم گزرتے ہو ﴿ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ ﴾ ''متعدد اور متباین اطوار واحوال میں سے۔'' یعنی نطفے سے جمے ہوئے خون کی حالت تک اور بوٹی سے روح پھونکے جانے تک' پھر بچہ ہوتا ہے' بچے سے لڑکا اور پھر ممیز لڑکا بن جاتا ہے' پھر اس پر تکلیف اور امر ونہی کا قلم جاری ہوتا ہے' پھر وہ مر جاتا ہے' پھر اسے اس کے اعمال کی جزا و سزا دی جائے گی۔ بندے پر گزرنے والے یہ مختلف مراحل' دلالت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اکیلا ہی معبود ہے۔ وہ اکیلا ہی اپنی حکمت و رحمت سے اپنے بندوں کی تدبیر کرتا ہے' نیز یہ کہ بندہ محتاج اور عاجز اور غالب و مہربان کے دست تدبیر کے تحت ہے۔

بایں ہمہ بہت سے لوگ ایمان نہیں لاتے ﴿ وَاِذَا قُرِئَ عَلَیْهِمُ الْقُرْاٰنُ لَا یَسْجُدُوْنَ ﴾ ''اور جب ان کے پاس قرآن پڑھا جاتا ہے تو سجدہ نہیں کرتے۔'' یعنی قرآن کے سامنے سرنگوں ہوتے ہیں نہ اس کے اوامر و نواہی کی اطاعت کرتے ہیں۔ ﴿ بَلِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا یُكَذِّبُوْنَ ﴾ بلکہ کفار حق کے واضح ہو جانے کے بعد بھی اس سے عناد رکھتے ہیں' اس لیے قرآن پر ان کا عدم ایمان اور قرآن کے لیے ان کی عدم اطاعت کوئی انوکھی بات نہیں، کیونکہ عناد کی بنا پر حق کی تکذیب کرنے والے کے لیے اس بارے میں کوئی حیلہ نہیں۔ ﴿ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا یُوْعُوْنَ ﴾ یعنی جو کچھ وہ عمل کرتے ہیں یا وہ اپنی نیت میں چھپاتے ہیں' اللہ تعالیٰ ان کے پوشیدہ اور ظاہری اعمال کو جانتا ہے۔ پس عنقریب وہ انھیں ان کے اعمال کی جزا دے گا۔ بنابریں فرمایا: ﴿ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ ﴾ ''پس انھیں دردناک عذاب کی بشارت دے دو۔'' بشارت کو بشارت اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ مسرت اور غم کے اعتبار سے جلد پر اثر انداز ہوتی ہے۔ یہ ہے اکثر لوگوں کا حال' قرآن کی تکذیب اور اس پر عدم ایمان کے اعتبار سے۔

لوگوں میں ایک گروہ ایسا بھی ہے' جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت سے نوازا پس وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آئے اور انھوں نے اس چیز کو قبول کر لیا جو رسول لے کر آئے' پس وہ ایمان لائے اور نیک کام کیے۔ یہی وہ لوگ ہیں ﴿ لَهُمْ اَجْرٌ غَیْرُ مَمْنُوْنٍ ﴾ جن کے لیے بے انتہا' یعنی کبھی بھی منقطع نہ ہونے والا اجر بلکہ دائمی اجر ہے جس کو کسی آنکھ نے دیکھا ہے نہ کسی کان نے سنا ہے اور نہ کسی کے تصور ہی میں اس کے طائر خیال کا گزر ہوا ہے۔

تفسیر سورۃ البروج

سُوْرَةُ الْبُرُوْجِ (۸۵) مَكِّيَّةٌ (۲۷) | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ | اٰیَاتُهَا ۲۲ رُكُوْعُهَا ۱

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ ﴿١﴾ وَالْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ ﴿٢﴾ وَشَاهِدٍ وَّمَشْهُوْدٍ ﴿٣﴾ قُتِلَ اَصْحٰبُ

قسم ہے آسمان برجوں والے کی ○ اور وعدہ دیے ہوئے دن کی ○ اور حاضر ہونے والے (یوم جمعہ) اور حاضر کیے ہوئے (یوم عرفہ) کی ○ ہلاک کیے گئے

الْاُخْدُوْدِ ﴿٤﴾ النَّارِ ذَاتِ الْوَقُوْدِ ﴿٥﴾ اِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُوْدٌ ﴿٦﴾ وَّهُمْ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ

خندقوں والے ○ (یعنی) آگ تھی ایندھن والی ○ جب کہ وہ اس پر بیٹھے تھے ○ اور وہ اس کو جو کچھ وہ کر رہے تھے مومنوں کے ساتھ،

شُهُوْدٌ ﴿٧﴾ وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّآ اَنْ يُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ﴿٨﴾ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ

دیکھ رہے تھے ○ اور نہیں انتقام لیا انہوں نے ان سے مگر اس بات کا کہ وہ ایمان لائے تھے اللہ پر جو زبردست، قابل تعریف ہے ○ وہ ذات کہ اسی کیلئے ہے بادشاہی

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ﴿٩﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِيْنَ

آسمانوں اور زمین کی، اور اللہ ہر چیز پر نگران ہے ○ بلاشبہ وہ لوگ جنہوں نے تکلیفیں دیں مومن مردوں

وَالْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَتُوْبُوْا فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِيْقِ ﴿١٠﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ

اور مومن عورتوں کو پھر نہ توبہ کی انہوں نے تو ان کیلئے عذاب ہے جہنم کا اور ان کے لیے عذاب ہے جلانے والا ○ بلاشبہ وہ لوگ

اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۬ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِيْرُ ﴿١١﴾ اِنَّ

جو ایمان لائے اور انہوں نے عمل کیے نیک، ان کیلئے ایسے باغات ہیں کہ بہتی ہیں ان کے نیچے نہریں، یہی ہے کامیابی بہت بڑی ○ بلاشبہ

بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ ﴿١٢﴾ اِنَّهٗ هُوَ يُبْدِئُ وَيُعِيْدُ ﴿١٣﴾ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ ﴿١٤﴾

پکڑ آپکے رب کی نہایت سخت ہے ○ بیشک وہی پہلی بار پیدا کرتا ہے اور وہی دوبارہ پیدا کرے گا ○ اور وہی ہے بڑا بخشنے والا بہت محبت کرنیوالا ○

ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيْدُ ﴿١٥﴾ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ ﴿١٦﴾ هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْجُنُوْدِ ﴿١٧﴾ فِرْعَوْنَ

عرش کا مالک، اونچی شان والا ○ کر گزرنے والا ہے جو وہ چاہتا ہے ○ کیا آئی ہے آپکے پاس بات لشکروں کی؟ ○ (یعنی) فرعون

وَثَمُوْدَ ﴿١٨﴾ بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ تَكْذِيْبٍ ﴿١٩﴾ وَّاللّٰهُ مِنْ وَّرَآئِهِمْ مُّحِيْطٌ ﴿٢٠﴾

اور ثمود کی ○ بلکہ وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا تکذیب میں (لگے ہوئے) ہیں ○ اور اللہ ہر طرف سے ان کو گھیرے ہوئے ہے ○

بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ ﴿٢١﴾ فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ ﴿٢٢﴾ ع ۲۲ ۱۰

بلکہ یہ قرآن اونچی شان والا ہے ○ (لکھا ہوا ہے) لوح محفوظ میں ○

﴿وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ﴾ ''برجوں والے آسمان کی قسم۔'' یعنی جو منازل والا ہے اور جو سورج، چاند اور ان کواکب کی منازل پر مشتمل ہے جو اپنے چلنے میں کامل ترین ترتیب اور ایسے نظام میں منسلک ہیں جو اللہ تعالیٰ کے کمال قدرت و رحمت اور وسعت علم پر دلالت کرتا ہے۔ ﴿وَالْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ﴾ ''اور وعدے کے دن کی۔'' یہ قیامت کا دن ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے مخلوق کے ساتھ وعدہ کر رکھا ہے کہ وہ اس دن انھیں اکٹھا کرے گا، چنانچہ ان کے اول و آخر اور دور و نزدیک کے تمام لوگوں کو اکٹھا کرے گا، اس دن کا بدلنا ممکن ہے نہ اللہ

تعالیٰ اپنے وعدے کی خلاف ورزی ہی کرتا ہے۔ ﴿ وَشَاهِدٍ وَّمَشْهُوْدٍ ﴾ یہ ہر اس شخص کو شامل ہے جو اس وصف سے متصف ہے‘ یعنی دیکھنے والا اور دکھائی دینے والا‘ حاضر ہونے والا اور جس کے پاس حاضر ہوا جائے‘ بصیرت سے دیکھنے والا اور دکھائی دینے والا۔

یہاں جس چیز پر قسم کھائی گئی ہے‘ وہ ہے اللہ تعالیٰ کی بڑی بڑی نشانیاں‘ ظاہر حکمتیں اور بے پایاں رحمت جن کو یہ قسم متضمن ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ جس پر قسم کھائی گئی ہے‘ وہ ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد: ﴿ قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ ﴾ ”ہلاک کر دیے جائیں خندق (کھودنے) والے۔“ یہ ان کے لیے ہلاکت کی بددعا ہے۔ ﴿ الْاُخْدُوْدِ ﴾ سے مراد وہ گڑھے ہیں جو زمین میں کھودے جاتے ہیں۔ یہ اصحاب الاخدود (گڑھوں والے) کافر تھے اور ان کے ہاں کچھ اہل ایمان بھی تھے۔ کفار نے ان کو اپنے دین میں داخل کرنا چاہا‘ اہل ایمان نے اس سے انکار کر دیا۔ کفار نے زمین میں بڑے بڑے گڑھے بنائے‘ ان کے اندر آگ جلائی اور ان کے اردگرد بیٹھ کر اہل ایمان کو آگ پر پیش کر کے ان کو آزمائش میں مبتلا کیا۔ پس ان میں جس کسی نے ان کفار کی بات مان لی‘ اس کو چھوڑ دیا گیا اور جو اپنے ایمان پر ڈٹا رہا‘ اس کو آگ میں پھینک دیا۔

یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے گروہ اہل ایمان کے خلاف انتہا کو پہنچی ہوئی محاربت و دشمنی ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان پر لعنت فرمائی اور ان کو ہلاک کر ڈالا اور ان کو وعید سنائی‘ چنانچہ فرمایا: ﴿ قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ ﴾ پھر ﴿ الْاُخْدُوْدِ ﴾ کی تفسیر اپنے اس ارشاد سے کی: ﴿ النَّارِ ذَاتِ الْوَقُوْدِ ○ اِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُوْدٌ ○ وَّهُمْ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ شُهُوْدٌ ﴾ ”وہ ایک آگ تھی ایندھن والی جبکہ وہ لوگ اس کے اردگرد بیٹھے تھے اور مسلمانوں کیساتھ جو کر رہے تھے اس کا تماشا کر رہے تھے۔“ یہ بدترین جبر اور قساوت قلبی ہے‘ کیونکہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کی تکذیب کی‘ ان کے ساتھ عناد رکھا اور ان آیات پر ایمان رکھنے والوں کے خلاف محاربت کی اور اس قسم کے عذاب کے ذریعے سے ان کے لیے تعذیب کو جمع کر دیا جن سے دل ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتے ہیں‘ نیز یہ کہ جب اہل ایمان کو آگ کے ان گڑھوں میں ڈالا گیا تو یہ اس وقت موجود تھے اور حال یہ تھا کہ وہ اہل ایمان پر ان کی صرف اس حالت کی بنا پر ناراض تھے جس پر وہ قابل ستائش تھے اور جس سے ان کی سعادت وابستہ تھی‘ یعنی وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے تھے جو غالب اور قابل تعریف ہے‘ یعنی جو اس غلبے کا مالک ہے۔ جس کی بنا پر وہ ہر چیز پر غالب ہے اور وہ اپنے اقوال و افعال اور اوصاف میں قابل تعریف ہے۔

﴿ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ﴾ زمین و آسمان کی تخلیق اور ان کے اللہ تعالیٰ کے غلام ہونے کے اعتبار سے سب پر اللہ تعالیٰ کی بادشاہی ہے‘ وہ ان میں جیسے چاہتا ہے تصرف کرتا ہے ﴿ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ﴾ اور اللہ تعالیٰ اپنے علم‘ سمع و بصر کی بنا پر ہر چیز پر گواہ ہے۔ پس اس کے خلاف سرکشی اختیار کرنے والے یہ کفار‘ اس

بات سے کیوں نہ ڈرے کہ غالب اور قدرت رکھنے والا ان کو پکڑ لے گا کیا ان سب کو علم نہیں تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے مملوک ہیں اور مالک کی اجازت کے بغیر کسی کو کسی پر کوئی اختیار نہیں؟ یا ان پر یہ حقیقت مخفی رہ گئی تھی کہ اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کا احاطہ کیے ہوئے ہے اور وہ ان کو ان کے اعمال کی جزا دے گا؟ ہرگز نہیں! کافر دھوکے میں پڑا ہوا ہے اور جاہل اندھے پن کا شکار اور سیدھے راستے سے ہٹ کر گمراہی میں مبتلا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو وعید سنائی' ان کے ساتھ وعدہ کیا اور ان کے سامنے توبہ پیش کی' چنانچہ فرمایا: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَتُوْبُوْا فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِيْقِ﴾ ''بے شک جن لوگوں نے مومن مردوں اور مومن عورتوں کو تکلیفیں دیں اور پھر توبہ نہ کی ان کو دوزخ کا عذاب بھی ہوگا اور جلنے کا عذاب بھی۔'' یعنی جلانے والا نہایت سخت عذاب ہوگا۔ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس جودوکرم کی طرف دیکھو' انھوں نے اس کے اولیا اور اس کے اہل اطاعت بندوں کو قتل کیا اور وہ ان کو توبہ کی طرف بلا رہا ہے۔ ظالموں کے لیے سزا کا ذکر کرنے کے بعد' مومنوں کے لیے ثواب کا ذکر کیا' چنانچہ فرمایا: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ بے شک وہ لوگ جو اپنے دل سے ایمان لائے ﴿وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ﴾ اور اپنے جوارح سے نیک عمل کرتے رہے ﴿لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِيْرُ﴾ ''ان کے لیے وہ باغات ہیں جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں۔ یہی بڑی کامیابی ہے۔'' جس کے ساتھ وہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کی تکریم و اکرام کے گھر کے حصول سے فوز یاب ہوں گے۔

﴿اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ﴾ بے شک اہل جرائم اور بڑے گناہوں کا ارتکاب کرنے والوں کے لیے اس کی سزا بڑی سخت ہے اور وہ ظالموں کی گھات میں ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَآ اَخَذَ الْقُرٰى وَهِيَ ظَالِمَةٌ اِنَّ اَخْذَهٗٓ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ﴾ (ھود: ١١/١٠٢) ''اور جب تیرا رب بستیوں کو پکڑتا ہے' اس حال میں کہ وہ ظلم کریں تو اس کی پکڑ ایسی ہی ہوتی ہے' بے شک اس کی پکڑ بڑی ہی دردناک ہے۔''

﴿اِنَّهٗ هُوَ يُبْدِئُ وَيُعِيْدُ﴾ یعنی وہ تخلیق کی ابتدا کرنے اور اس کا اعادہ کرنے میں منفرد ہے' اس میں کوئی ہستی اس کی شریک نہیں۔ ﴿وَهُوَ الْغَفُوْرُ﴾ وہ اس شخص کے تمام گناہوں کو بخش دیتا ہے جو توبہ کرتا ہے اور اس کی برائیوں کو معاف کر دیتا ہے جو ان برائیوں کی بخشش طلب کر کے اس کی طرف رجوع کرتا ہے۔ ﴿الْوَدُوْدُ﴾ جو اپنے دوستوں سے محبت کرتا ہے' ایسی محبت جو کسی چیز کے مشابہ نہیں۔ جیسے صفات جلال و جمال اور معانی و افعال میں کوئی چیز مشابہ نہیں' اسی طرح اس کی مخلوق میں سے اس کے خاص بندوں کے دلوں میں اس کی محبت' اسی کے تابع ہے' محبت کی مختلف انواع اس محبت سے مشابہت نہیں رکھتیں' اس لیے اللہ تعالیٰ کی محبت عبودیت کی اصل ہے اور یہ وہ محبت ہے جو تمام محبتوں پر مقدم اور سب پر غالب ہے۔ اگر دوسری محبتیں اس محبت کے تابع نہ ہوں تو یہ محبتیں اہل محبت کے لیے عذاب ہیں۔

اللہ تعالیٰ وَدُود ہے وہ اپنے دوستوں سے محبت کرتا ہے، جیسا کہ فرمایا: ﴿یُحِبُّهُمْ وَیُحِبُّوْنَهٗ﴾ (المائدۃ: ۵٤/٥)
''اللہ ان سے محبت کرتا ہے اور وہ اس سے محبت کرتے ہیں۔'' اور اَلْمَوَدَّۃ خالص اور صاف محبت کو کہتے ہیں۔

اس میں ایک لطیف نکتہ پوشیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ﴿اَلْوَدُوْدُ﴾ کو ﴿الْغَفُوْرُ﴾ کے ساتھ مقرون بیان کیا ہے تاکہ یہ اس بات کی دلیل ہو کہ گناہ گار جب اللہ تعالیٰ کے پاس توبہ کر کے اس کی طرف رجوع کرتے ہیں تو وہ ان کے گناہوں کو بخش دیتا ہے اور ان سے محبت کرتا ہے۔ پس یہ نہ کہا جائے کہ ان کے گناہ بخش دیے جاتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ کی مودّت ان کی طرف نہیں لوٹتی، جیسا کہ بعض مغالطہ انگیزوں کا قول ہے۔

بلکہ بندہ جب توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ سے اس شخص سے زیادہ خوش ہوتا ہے جس کی سواری پر اس کا کھانا پینا اور دیگر سامان ہو اور ایک ہلاکت خیز بیابان میں اس کی وہ سواری گم ہو جائے۔ وہ سواری (کی بازیابی) سے مایوس ہو کر ایک سایہ دار درخت کے نیچے لیٹ جائے اور موت کا انتظار کرنے لگے۔ وہ ابھی اسی حال میں ہو کہ وہ کیا دیکھے کہ سواری اس کے سر پر کھڑی ہے۔ پس وہ اس کی مہار تھام لے (اس سواری کو دیکھ کر اس کی خوشی کی انتہا نہ رہے) پس اللہ اپنے بندے کی توبہ پر اس شخص سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے جو اپنی سواری کے ملنے پر خوش ہوتا ہے۔ یہ اتنی بڑی خوشی ہے کہ اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔ پس اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے حمد و ثنا اور خالص محبت۔ اس کی بھلائی کتنی عظیم، اس کی نیکی کتنی زیادہ، اس کا احسان کس قدر بے پایاں اور اس کی نوازشیں کتنی وسیع ہیں۔

﴿ذُو الْعَرْشِ الْمَجِیْدُ﴾ یعنی عرش عظیم کا مالک ہے، جس عرش کی عظمت کا یہ عالم ہے کہ وہ آسمانوں، زمین اور کرسی کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ اس کرسی کی عرش کے ساتھ وہی نسبت ہے جو ایک چٹیل میدان میں پڑے ہوئے حلقے (کڑے) کی نسبت زمین سے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے عرش کا ذکر خاص طور پر اس کی عظمت کی وجہ سے کیا، نیز عرش کو تمام مخلوقات سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کے قرب کی خصوصیت حاصل ہے۔

زیر کی قراءت کی صورت میں [اَلْمَجِیدِ] عرش کی نعت ہے اور رفع کی قراءت کی صورت میں یہ اللہ کی نعت ہے اور مَجْدٌ اوصاف کی وسعت اور ان کی عظمت کو کہتے ہیں۔

﴿فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ﴾ وہ جب بھی کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اسے کر گزرتا ہے اور جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو کہہ دیتا ہے: ہو جا۔ تو وہ ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی ایسی ہستی نہیں کہ وہ جو کچھ چاہے کر لے۔ اگر مخلوق کسی چیز کا ارادہ کرتی ہے تو لازمی طور پر اس کے ارادے کے کچھ معاون ہوتے ہیں اور کچھ اس سے روکنے والے ہوتے ہیں، جبکہ اللہ تعالیٰ کے ارادے کا کوئی معاون ہے نہ مانع۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے ان افعال کا ذکر فرمایا جو اس چیز کی صداقت پر دلالت کرتے ہیں جسے انبیاء و مرسلین لے کر آئے ہیں۔ فرمایا: ﴿هَلْ اَتٰىكَ حَدِیْثُ الْجُنُوْدِ ۝ فِرْعَوْنَ وَثَمُوْدَ﴾ ''کیا آپ کو لشکروں کا حال معلوم نہیں ہوا ہے۔ فرعون اور

ثمود کا؟'' انھوں نے رسولوں کو کیسے جھٹلایا؟ پس اللہ تعالیٰ نے ان کو ہلاک کر ڈالا۔ ﴿بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ تَكْذِيْبٍ﴾ بلکہ کفار تکذیب اور عناد پر جمے ہوئے ہیں۔ آیات الٰہی ان کو کوئی فائدہ دیتی ہیں نہ نصیحتیں ان کے کسی کام آتی ہیں ﴿وَّاللّٰهُ مِنْ وَّرَآىِٕهِمْ مُّحِيْطٌ﴾ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے علم اور قدرت سے ان کا احاطہ کر رکھا ہے، جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ﴾ (الفجر: ۸۹/۱۴) ''بے شک تیرا رب گھات میں ہے۔'' ان آیات کریمہ میں کافروں کے لیے عقوبت کی سخت وعید ہے جو اس کے قبضۂ قدرت میں اور اس کے دست تدبیر کے تحت ہیں۔

﴿بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ﴾ ''بلکہ یہ قرآن بڑی شان والا ہے۔'' یعنی وہ نہایت وسیع اور عظیم معانی اور بہت زیادہ علم اور خیر والا ہے ﴿فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ﴾ یعنی وہ تغیر و تبدیلی اور کمی بیشی سے محفوظ ہے اور شیاطین سے بھی محفوظ ہے۔ وہ لوح محفوظ میں ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے ہر چیز درج کر رکھی ہے۔ یہ آیت کریمہ قرآن کریم کی جلالت، عمدگی اور اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کی رفعت شان اور قدر و منزلت پر دلالت کرتی ہے۔ واللہ أعلم.

تفسیر سورۃ الطارق

سُوْرَةُ الطَّارِقِ (۸۶) مَكِّيَّةٌ (۳۶) — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ — اٰیَاتُهَا ۱۷ رُكُوْعُهَا ۱

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان بہت رحم کرنے والا ہے

وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ ۙ۝۱ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الطَّارِقُ ۙ۝۲ النَّجْمُ الثَّاقِبُ ۙ۝۳ اِنْ كُلُّ نَفْسٍ

قسم ہے آسمان کی اور رات کو نمودار ہونے والے کی ○ اور کس چیز نے خبر دی آپ کو کیا ہے رات کو نمودار ہونے والا؟ ○ (وہ) ستارہ ہے چمکنے والا ○ نہیں کوئی نفس بھی

لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ ۝۴ فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ۝۵ خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ ۙ۝۶ يَّخْرُجُ

مگر اس پر ہے ایک محافظ ○ پس چاہیے کہ دیکھے انسان کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے وہ ○ پیدا کیا گیا ہے پانی اچھلنے والے سے ○ وہ نکلتا ہے

مِنْۢ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآىِٕبِ ۝۷ اِنَّهٗ عَلٰى رَجْعِهٖ لَقَادِرٌ ۝۸ يَوْمَ تُبْلَى السَّرَآىِٕرُ ۙ۝۹

پیٹھ اور سینے کی ہڈیوں کے درمیان میں سے ○ بلاشبہ وہ (اللہ) اس (انسان) کے لوٹانے پر قادر ہے ○ جس دن ظاہر کیے جائیں گے راز ○

فَمَا لَهٗ مِنْ قُوَّةٍ وَّلَا نَاصِرٍ ۝۱۰ وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الرَّجْعِ ۙ۝۱۱ وَالْاَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ ۙ۝۱۲

تو نہ ہوگی اس کے لیے کوئی قوت اور نہ کوئی مددگار ○ قسم ہے آسمان بار بار بارش لانے والے کی ○ اور زمین پھٹنے والی کی ○

اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ ۙ۝۱۳ وَّمَا هُوَ بِالْهَزْلِ ۝۱۴ اِنَّهُمْ يَكِيْدُوْنَ كَيْدًا ۙ۝۱۵ وَّاَكِيْدُ

بلاشبہ وہ (قرآن) البتہ قول فیصل ہے ○ اور نہیں وہ ہنسی مذاق ○ بلاشبہ وہ (کافر) تدبیر کرتے ہیں ایک تدبیر ○ اور میں بھی تدبیر کرتا ہوں

كَيْدًا ۝۱۶ فَمَهِّلِ الْكٰفِرِيْنَ اَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا ۝۱۷ ع

ایک تدبیر ○ پس مہلت دیجیے کافروں کو مہلت دینا تھوڑی سی ○

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ﴾ ''آسمان اور طارق کی قسم!'' پھر ﴿الطَّارِقُ﴾ کی تفسیر بیان کرتے

ہوئے فرمایا: ﴿ النَّجْمُ الثَّاقِبُ ﴾ یعنی روشن ستارہ، جس کی روشنی آسمانوں میں سوراخ کر دیتی ہے، آر پار چھید بن جاتا ہے حتیٰ کہ زمین سے دکھائی دیتا ہے۔

مگر صحیح یہ ہے کہ یہ اسم جنس ہے جو تمام روشن ستاروں کو شامل ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس سے مراد ''زُحل'' ہے جو ساتوں آسمانوں کو چھید کر سوراخ کر دیتا ہے اور ان میں سے دیکھا جا سکتا ہے اور اس کو ﴿ الطَّارِقِ ﴾ اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ رات کے وقت نمودار ہوتا ہے۔ جس چیز پر قسم کھائی گئی ہے وہ ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد: ﴿ إِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ ﴾ ''ہر متنفس پر نگہبان مقرر ہے۔'' جو نفس کے اچھے برے اعمال کو محفوظ کرتا ہے اور ہر نفس کو اس کے عمل کی جزا و سزا دی جائے گی جسے اس کے لیے محفوظ کر دیا گیا ہے۔

﴿ فَلْيَنظُرِ الْإِنسَانُ مِمَّ خُلِقَ ﴾ یعنی انسان کو اپنی تخلیق اور اس کی ابتدا پر غور کرنا چاہیے۔ ﴿ خُلِقَ مِن مَّاءٍ دَافِقٍ ﴾ ''پیدا کیا گیا ہے وہ اچھلتے ہوئے پانی سے۔'' اس سے مراد منی ہے ﴿ يَخْرُجُ مِن بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَائِبِ ﴾ ''جو نکلتی ہے پیٹھ اور سینے کے بیچ سے۔'' اس میں اس معنی کا احتمال ہے کہ (یہ منی) مرد کی صلب سے اور عورت کے سینے، یعنی اس کی چھاتی سے نکلتی ہے۔ دوسرا احتمال یہ ہے کہ اچھل کر نکلنے والی منی جو کہ مرد کی منی ہے، اس کا مقام، جہاں سے وہ نکلتی ہے، صلب اور سینے کے درمیان ہے۔

شاید یہی معنی زیادہ صحیح ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اچھل کر نکلنے والے پانی (منی) کا وصف بیان کیا ہے جس کو محسوس کیا جاتا ہے اور اس کے اچھل کر باہر نکلنے کا مشاہدہ کیا جاتا ہے اور یہ مرد کی منی ہے۔ اسی طرح ﴿ التَّرَائِبِ ﴾ کا لفظ مرد کے لیے استعمال ہوتا ہے، کیونکہ مرد کا سینہ بمنزلہ عورت کی چھاتیوں کے ہے۔ اگر یہاں عورت مراد ہوتی تو کہا جاتا (بَيْنَ الصُّلْبِ وَالثَّدْيَيْنِ) پیٹھ اور دونوں پستانوں کے درمیان وغیرہ۔ واللہ أعلم

پس جس ہستی نے انسان کو اچھل کر نکلنے والے پانی سے وجود بخشا جو اس مشکل مقام سے خارج ہوتا ہے، وہ آخرت میں اسے پیدائش کی طرف لوٹانے، قیامت، حشر و نشر اور جزا و سزا کے لیے اس کی تخلیق کا اعادہ کرنے پر قادر ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ، اچھل کر نکلنے والے پانی کو واپس صلب میں لوٹانے پر قادر ہے۔ یہ معنی اگرچہ صحیح ہیں مگر آیت کریمہ سے یہ معنی مراد نہیں، کیونکہ اس کے بعد فرمایا: ﴿ يَوْمَ تُبْلَى السَّرَائِرُ ﴾ اس دن سینے کے بھید جانچے جائیں گے اور دلوں میں جو اچھائی یا برائی ہے وہ سب چہروں کے صفحات پر آشکارا ہو جائے گی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌ وَتَسْوَدُّ وُجُوهٌ ﴾ (آل عمران: ۱۰۶/۳) ''جس روز کچھ چہرے سفید ہوں گے اور کچھ چہرے سیاہ ہوں گے''۔ دنیا کے اندر بہت سی چیزیں پوشیدہ رہتی تھیں اور لوگوں کے سامنے عیاں نہیں ہوتی تھیں۔ قیامت کے روز تو ابرار کی نیکی اور فاجروں کا فسق و فجور صاف ظاہر ہوں گے اور علانیہ امور بن جائیں گے۔

﴿ فَمَا لَهٗ مِنْ قُوَّةٍ ﴾ یعنی اس کے پاس اپنی طاقت نہیں ہوگی جس کے ذریعے سے وہ مدافعت کر سکے ﴿ وَّلَا نَاصِرٍ ﴾ اور نہ خارج سے کوئی مددگار ہوگا جس سے مدد لے سکے۔ عمل کرنے والوں پر یہ قسم ان کے عمل کرنے کے وقت اور ان کی جزا و سزا کے وقت ہے۔ پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے دوسری قسم کھائی جو قرآن کی صحت پر ہے چنانچہ فرمایا: ﴿ وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الرَّجْعِ ○ وَالْاَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ ﴾ ''بارش والے آسمان کی قسم! اور پھٹنے والی زمین کی قسم!'' یعنی آسمان ہر سال بارش لے کر لوٹتا ہے زمین نباتات کے اگنے کے لیے شق ہوتی ہے پس اس پر انسان اور حیوانات زندہ رہتے ہیں نیز آسمان ہر وقت قضا و قدر اور شئون الٰہیہ کے ساتھ لوٹتا ہے اور (قیامت کے روز) مردوں سے زمین شق ہو جائے گی۔

﴿ اِنَّهٗ ﴾ بلاشبہ یہ قرآن کریم ﴿ لَقَوْلٌ فَصْلٌ ﴾ حق اور صدق بین اور واضح ہے ﴿ وَّمَا هُوَ بِالْهَزْلِ ﴾ یہ بے ہودہ کلام نہیں، بلکہ سنجیدہ کلام ہے۔ یہ ایسا کلام ہے جو مختلف گروہوں اور مختلف مقالات کے مابین فیصلہ کرتا ہے اور مختلف خصومات میں امتیاز کرتا ہے۔

﴿ اِنَّهُمْ ﴾ یعنی رسول ﷺ اور قرآن کریم کی تکذیب کرنے والے ﴿ يَكِيْدُوْنَ كَيْدًا ﴾ ''سازشیں کرتے ہیں۔'' تاکہ اپنی سازش کے ذریعے سے حق کو روک دیں اور باطل کی مدد کریں ﴿ وَّاَكِيْدُ كَيْدًا ﴾ اور حق کو غالب کرنے کے لیے میں چال چلتا ہوں خواہ کافروں کو ناگوار ہی کیوں نہ گزرے تاکہ باطل کو روکا جائے جسے یہ لے کر آئے ہیں اور اس سے معلوم ہو جائے کہ کون غالب ہے؟ کیونکہ انسان بہت کمزور اور حقیر ہے کہ اپنے سے زیادہ طاقت رکھنے والے اور اپنی چال سازی میں زیادہ مہارت اور علم رکھنے والے پر غالب آسکے۔ ﴿ فَمَهِّلِ الْكٰفِرِيْنَ اَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا ﴾ یعنی کافروں کو تھوڑی سی مہلت دو پس عنقریب جب ان کو عذاب اپنی لپیٹ میں لے لے گا تو انھیں اپنے انجام کا علم ہو جائے گا۔

تفسیر سورۃ الاعلیٰ

سُوْرَةُ الْاَعْلٰى (٨٧) مَكِّيَّةٌ (٨) | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ | اٰيَاتُهَا ١٩ رُكُوْعُهَا ١

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان بہت رحم کرنے والا ہے

سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى ① الَّذِيْ خَلَقَ فَسَوّٰى ② وَالَّذِيْ قَدَّرَ فَهَدٰى ③

آپ تسبیح کیجیے اپنے رب کے نام کی جو سب سے بلند تر ہے ○ وہ جس نے پیدا کیا پس ٹھیک ٹھیک بنایا ○ اور وہ جس نے اندازہ کیا، پھر ہدایت دی ○

وَالَّذِيْٓ اَخْرَجَ الْمَرْعٰى ④ فَجَعَلَهٗ غُثَآءً اَحْوٰى ⑤ سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰٓى ⑥

اور وہ ذات جس نے نکالا (زمین سے) چارہ ○ پھر کر دیا اس کو خشک چورا سیاہ ○ عنقریب ہم پڑھائیں گے آپ کو (قرآن) پس نہیں بھولیں گے آپ ○

إِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ إِنَّهٗ يَعْلَمُ الْجَهْرَ وَمَا يَخْفٰى ﴿۷﴾ وَنُيَسِّرُكَ لِلْيُسْرٰى ﴿۸﴾ فَذَكِّرْ

سوائے اسکے جو چاہے اللہ بلاشبہ وہ جانتا ہے ظاہر کو اور اسکو جو مخفی ہے ○ اور ہم توفیق دینگے آپکو آسان (راستے) کی ○ پس آپ نصیحت کیجیے

إِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰى ﴿۹﴾ سَيَذَّكَّرُ مَنْ يَّخْشٰى ﴿۱۰﴾ وَيَتَجَنَّبُهَا الْأَشْقَى ﴿۱۱﴾ الَّذِيْ يَصْلَى

اگر نفع دے نصیحت ○ ضرور نصیحت حاصل کرے گا وہ جو ڈرتا ہے ○ اور دور رہے گا اس سے بدبخت ○ وہ جو داخل ہوگا

النَّارَ الْكُبْرٰى ﴿۱۲﴾ ثُمَّ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى ﴿۱۳﴾ قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ﴿۱۴﴾

بہت بڑی آگ میں ○ پھر نہ مرے گا وہ اس میں اور نہ جیے گا ○ تحقیق فلاح پا گیا وہ شخص جو پاک ہوا ○

وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى ﴿۱۵﴾ بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ﴿۱۶﴾ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ

اور اس نے یاد کیا نام اپنے رب کا پھر نماز پڑھی ○ بلکہ تم ترجیح دیتے ہو حیات دنیا کو ○ جب کہ آخرت بہت بہتر

ع ۹ ۱۲ وَّأَبْقٰى ﴿۱۷﴾ إِنَّ هٰذَا لَفِي الصُّحُفِ الْأُوْلٰى ﴿۱۸﴾ صُحُفِ إِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى ﴿۱۹﴾

اور زیادہ پائیدار ہے ○ بلاشبہ یہ (بات) پہلے صحیفوں میں ہے ○ (یعنی) صحیفوں میں ابراہیم اور موسیٰ کے ○

اللہ تعالیٰ اپنی تسبیح وتنزیہ کا حکم دیتا ہے جو اس کے ذکر' اس کی عبادت' اس کے جلال کے سامنے سرافگندہ اور اس کی عظمت کے سامنے فروتن ہونے کو متضمن ہے' نیز تسبیح ایسی ہو جو اللہ تعالیٰ کی عظمت کے لائق ہے' یعنی اس کے اسمائے حسنیٰ وعالیہ کا اس اسم سے ذکر جس کے معنی اچھے اور عظیم ہوں۔ اس کے افعال کا ذکر کیا جائے' ان افعال میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس نے تمام مخلوقات کو پیدا کیا' ان کو درست کیا' یعنی نہایت مہارت کے ساتھ ان کو اچھی طرح تخلیق کیا۔

﴿ وَالَّذِيْ قَدَّرَ ﴾ اس نے اندازہ مقرر کر دیا جس کی تمام مقدرات پیروی کرتی ہیں ﴿ فَهَدٰى ﴾ اور اس کی طرف تمام مخلوقات کی راہنمائی کی' یہ ہدایت عام ہے' جس کا مضمون یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر مخلوق کو اس کے مصالح کی راہ دکھائی ہے اور اس میں اس کی تمام دنیاوی نعمتوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔ اسی لیے اس کے بارے میں فرمایا: ﴿ وَالَّذِيْٓ اَخْرَجَ الْمَرْعٰى ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی برسایا' پھر اس پانی سے نباتات اور سرسبز گھاس کی مختلف اصناف اگائیں' جنھیں انسان' چوپائے اور تمام حیوانات کھاتے ہیں۔ پھر اس نباتات وغیرہ کا جتنا جوبن مقدر ہوتا ہے' اس کے مکمل کر لینے کے بعد' نباتات اور سبز گھاس کو خشک کر دیتا ہے۔ ﴿ فَجَعَلَهٗ غُثَآءً اَحْوٰى ﴾ ''پھر اس کو سیاہ رنگ کا کوڑا کر دیا۔'' یعنی اللہ تعالیٰ اس نباتات کو چورا چورا اور بوسیدہ بنا دیتا ہے اور اس میں وہ دینی نعمتوں کا ذکر کرتا ہے۔

اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان نعمتوں کی اصل اور اس کے مادّے یعنی قرآن کا ذکر کر کے احسان جتلایا ہے۔ چنانچہ فرمایا: ﴿ سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰٓى ﴾ ہم نے آپ کی طرف جو کتاب وحی کی ہے' اسے محفوظ کر دیں گے اور آپ کے قلب کو یاد کرا دیں گے۔ پس آپ اس میں سے کچھ بھی نہیں بھولیں گے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے

بندے اور رسول، محمد مصطفی ﷺ کے لیے بہت بڑی خوشخبری ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ایسا علم عطا کرے گا جسے آپ کبھی فراموش نہیں کریں گے۔ ﴿ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ﴾ ''مگر جو اللہ چاہے۔'' اور اس کی حکمت تقاضا کرے کہ کسی مصلحت اور حکمت بالغہ کی بنا پر آپ کو فراموش کرا دے ﴿ اِنَّهٗ يَعْلَمُ الْجَهْرَ وَمَا يَخْفٰى ﴾ ''بے شک وہ ظاہر اور پوشیدہ کو جانتا ہے۔'' اور اس میں سے یہ بھی ہے کہ وہ جانتا ہے کہ اس کے بندوں کے لیے کیا درست ہے' اس لیے وہ جو چاہتا ہے مشروع کرتا ہے اور جو چاہتا ہے فیصلہ کرتا ہے۔

﴿ وَنُيَسِّرُكَ لِلْيُسْرٰى ﴾ یہ ایک اور خوشخبری ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول ﷺ کو آپ کے تمام امور میں آسانی مہیا فرمائے گا اور آپ کے دین اور شریعت کو آسان بنائے گا۔ ﴿ فَذَكِّرْ ﴾ پس آپ اللہ تعالیٰ کی شریعت اور اس کی آیات کے ذریعے سے نصیحت کرتے رہیے ﴿ اِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰى ﴾ ''اگر نصیحت فائدہ دے۔'' یعنی جب تک کہ تذکیر قابل قبول اور نصیحت سنی جاتی ہو' خواہ اس نصیحت سے پورا مقصد حاصل ہوتا ہو یا اس کا کچھ حصہ۔ آیت کریمہ کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ اگر نصیحت فائدہ نہ دے' یعنی جس کو نصیحت کی گئی ہے وہ شر میں اور بڑھ جائے یا اس میں بھلائی کم ہو جائے تو آپ نصیحت پر مامور نہیں بلکہ تب آپ نصیحت نہ کرنے پر مامور ہیں۔

پس نصیحت کے ضمن میں لوگ دو اقسام میں منقسم ہیں: نصیحت سے فائدہ اٹھانے والے اور نصیحت سے فائدہ نہ اٹھانے والے۔ رہے فائدہ اٹھانے والے تو اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں ان کا ذکر کیا ہے: ﴿ سَيَذَّكَّرُ مَنْ يَّخْشٰى ﴾ ''جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے' وہ نصیحت حاصل کرے گا۔'' کیونکہ اللہ تعالیٰ کا خوف اور اعمال کی جزا و سزا دینے پر اس کی قدرت کا علم بندے کے لیے ان امور سے باز رہنے کا موجب بنتا ہے جنھیں اللہ تعالیٰ ناپسند کرتا ہے اور بھلائی کے امور میں سعی کا موجب بنتا ہے۔

رہے وہ لوگ جو نصیحت سے فائدہ نہیں اٹھاتے تو اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں ان کا ذکر کیا ہے۔ ﴿ وَيَتَجَنَّبُهَا الْاَشْقَى ۝ الَّذِيْ يَصْلَى النَّارَ الْكُبْرٰى ﴾ ''اور بد بخت پہلو تہی کرے گا جو بڑی آگ میں داخل ہوگا۔'' اور یہ بھڑکائی ہوئی آگ ہے جو دلوں سے لپٹ جائے گی۔ ﴿ ثُمَّ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى ﴾ ''جہاں پھر نہ وہ مرے گا نہ جیے گا۔'' یعنی ان کو دردناک عذاب دیا جائے گا' اس میں کوئی راحت ہوگی نہ استراحت حتی کہ وہ موت کی تمنا کریں گے مگر موت ان کو نہیں آئے گی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ لَا يُقْضٰى عَلَيْهِمْ فَيَمُوْتُوْا وَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ مِّنْ عَذَابِهَا ﴾ (فاطر: ٣٦/٣٥) ''نہ ان کو موت آئے گی کہ مر جائیں، نہ جہنم کا عذاب ان سے ہلکا کیا جائے گا۔''

﴿ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ﴾ جس نے اپنے نفس کو پاک کیا' شرک' ظلم اور برے اخلاق سے اس کی تطہیر کی' اس نے نفع اٹھایا اور فوز یاب ہوا ﴿ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى ﴾ ''اور جس نے اپنے رب کا نام یاد رکھا اور نماز پڑھتا رہا۔'' یعنی جو ذکر الٰہی سے متصف ہوا اور اس کا قلب ذکر الٰہی کے رنگ میں ڈوب گیا تو یہ ان اعمال کا موجب بنتا ہے

جن سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے، خاص طور پر نماز جو ایمان کی میزان ہے۔ یہ ہیں آیت کریمہ کے معنی۔ اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کے ارشاد: ﴿تَزَکّٰی﴾ کے معنی یہ کرتا ہے کہ اس نے زکوٰۃ فطر دی اور ﴿وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى﴾ سے مراد عید کی نماز ہے، تو یہ اگرچہ لفظ کے (عمومی) معنی میں داخل ہے اور اس کی جزئیات میں سے ہے مگر صرف یہی ایک معنی نہیں ہیں۔

﴿بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا﴾ یعنی تم دنیا کی زندگی کو آخرت پر مقدم رکھتے ہو اور آخرت کے مقابلے میں ختم ہونے والی، مکدّر کرنے والی اور زائل ہو جانے والی نعمتوں کو ترجیح دیتے ہو ﴿وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى﴾ حالانکہ آخرت ہر وصف مطلوب میں دنیا سے بہتر اور زیادہ باقی رہنے والی ہے، کیونکہ آخرت دار الخلد اور دار البقا ہے اور دنیا دار الفنا ہے اور ایک عقل مند مومن عمدہ کے مقابلے میں ردی کو منتخب کرے گا نہ ایک گھڑی کی لذت کے لیے ابدی رنج و غم کو خریدے گا۔ پس دنیا کی محبت اور اس کو آخرت پر ترجیح دینا ہر گناہ کی جڑ ہے۔

﴿اِنَّ هٰذَا﴾ ''بے شک یہ۔'' یعنی وہ اوامر حسنہ اور اخبار مستحسنہ جو اس سورۂ مبارکہ میں تمھارے سامنے ذکر کیے گئے ﴿لَفِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى ۝ صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى﴾ ''پہلے صحیفوں میں ہیں۔ یعنی ابراہیم اور موسیٰ (علیہما السلام) کے صحیفوں میں۔'' جو دونوں محمد مصطفیٰ ﷺ کے بعد تمام انبیا و مرسلین میں سب سے زیادہ شرف کے حامل رسول ہیں۔ پس یہ اوامر ہر شریعت میں موجود ہیں، کیونکہ یہ دنیا اور آخرت کے مصالح کی طرف لوٹتے ہیں اور ہر زمان و مکان میں ان مصالح کی حاجت ہے۔

تفسیر سورۃ الغاشیۃ

سُوْرَةُ الْغَاشِيَةِ (۸۸) مَكِّيَّةٌ (۶۸) | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ | اٰيَاتُهَا ۲۶ رُكُوْعُهَا ۱

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے

هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ ۝۱ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ ۝۲ عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ۝۳

تحقیق آ گئی ہے آپ کے پاس بات چھا جانے والی (قیامت) کی ○ کئی چہرے اس دن ذلیل ہوں گے ○ عمل کرنے والے تھک جانے والے ○

تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً ۝۴ تُسْقٰى مِنْ عَيْنٍ اٰنِيَةٍ ۝۵ لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ اِلَّا مِنْ

وہ داخل ہوں گے بھڑکتی آگ میں ○ پلائے جائیں گے وہ گرم کھولتے ہوئے چشمے سے ○ نہیں ہو گا ان کے لیے کھانا سوائے

ضَرِيْعٍ ۝۶ لَّا يُسْمِنُ وَلَا يُغْنِيْ مِنْ جُوْعٍ ۝۷ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاعِمَةٌ ۝۸ لِّسَعْيِهَا

خاردار جھاڑی کے ○ نہ وہ موٹا کرے گا اور نہ فائدہ دے گا بھوک سے ○ کئی چہرے اس دن تر و تازہ ہوں گے ○ اپنی کوشش پر

رَاضِيَةٌ ۝۹ فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ۝۱۰ لَّا تَسْمَعُ فِيْهَا لَاغِيَةً ۝۱۱ فِيْهَا عَيْنٌ

خوش ہوں گے ○ بہشت بریں میں ہوں گے ○ نہیں سنیں گے اس میں کوئی لغو بات ○ اس میں ایک چشمہ

جَارِيَةٌ ﴿۱۲﴾ فِيهَا سُرُرٌ مَّرْفُوعَةٌ ﴿۱۳﴾ وَّاَكْوَابٌ مَّوْضُوعَةٌ ﴿۱۴﴾ وَّنَمَارِقُ
جاری ہوگا ○ اس میں تخت ہوں گے اونچے اونچے ○ اور (سامنے) ساغر رکھے ہوں گے ○ اور گاؤ تکیے
مَصْفُوفَةٌ ﴿۱۵﴾ وَّزَرَابِيُّ مَبْثُوثَةٌ ﴿۱۶﴾
برابر قطار میں لگے ہوں گے ○ اور نفیس غالیچے بچھے ہوں گے ○

وقف لازم

اللہ تبارک و تعالیٰ قیامت کے احوال اور اس کی مصیبت خیز ہولناکیوں کا ذکر کرتا ہے کہ قیامت تمام مخلوق کو اپنی سختیوں سے ڈھانپ لے گی، لوگوں کو ان کے اعمال کی جزا و سزا دی جائے گی، لوگ الگ الگ دو گروہوں میں بٹ جائیں گے، ایک گروہ جنت میں جائے گا اور دوسرا گروہ جہنم کو سدھارے گا۔ پس اللہ تعالیٰ نے دو گروہوں کے وصف سے آگاہ فرمایا۔

جہنمیوں کے وصف میں فرمایا: ﴿وُجُوهٌ يَّوْمَئِذٍ﴾ اس دن یعنی قیامت کے دن بہت سے چہرے ﴿خَاشِعَةٌ﴾ ذلت، فضیحت اور رسوائی کی وجہ سے جھکے ہوئے ہوں گے۔ ﴿عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ﴾ ''سخت محنت کرنے والے، تھکے ماندے۔'' یعنی عذاب میں سخت تھکے ہوئے ہوں گے، ان کو چہروں کے بل گھسیٹا جائے گا اور آگ ان کے چہروں کو ڈھانپ لے گی۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان ﴿وُجُوهٌ يَّوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ ○ عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ﴾ میں اس معنی کا احتمال ہے کہ دنیا کے اندر مشقت اٹھانے والے چہرے، اس روز جھکے ہوئے ہوں گے۔ دنیا کے اندر (ان کی مشقت یہ تھی) کہ وہ بڑے عبادت گزار اور عمل کرنے والے تھے۔ مگر چونکہ اس عمل میں ایمان کی شرط معدوم تھی اس لیے عمل قیامت کے دن اڑتا ہوا غبار بن جائے گا۔ یہ احتمال، معنی کے اعتبار سے اگرچہ صحیح ہے مگر سیاق کلام اس پر دلالت نہیں کرتا بلکہ پہلے معنی ہی قطعی طور پر صحیح ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے ظرف کے ساتھ مقید کیا ہے اور وہ ہے قیامت کا دن، کیونکہ یہاں، عمومی طور پر اہل جہنم کا ذکر کرنا مقصود ہے اور یہ احتمال، اہل جہنم کی نسبت سے، بہت ہی چھوٹا سا جز ہے، کیونکہ یہ کلام، قیامت کی سختی کے، لوگوں کو ڈھانپ لینے کے حال میں ہے اور اس میں دنیا کے اندر ان کے احوال سے کوئی تعرض نہیں۔ ﴿تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً﴾ ''دہکتی آگ میں داخل ہوں گے۔'' یعنی اس کی حرارت بہت سخت ہو گی جو ان کو ہر جگہ سے گھیر لے گی ﴿تُسْقٰى مِنْ عَيْنٍ اٰنِيَةٍ﴾ ''ایک کھولتے ہوئے چشمے کا ان کو پانی پلایا جائے گا۔'' یعنی انتہائی گرم ﴿وَاِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِي الْوُجُوْهَ﴾ (الکہف: 18/29) ''اور اگر وہ فریاد کریں گے تو ایسے پانی سے ان کی فریاد رسی کی جائے گی جو پگھلے ہوئے تانبے کے مانند ہوگا جو چہروں کو بھون ڈالے گا۔'' پس یہ ہوگا ان کا مشروب۔

رہا ان کا طعام تو ﴿لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ اِلَّا مِنْ ضَرِيْعٍ ○ لَّا يُسْمِنُ وَلَا يُغْنِيْ مِنْ جُوْعٍ﴾ ''خاردار جھاڑ

کے سوا ان کے لیے کوئی کھانا نہیں ہوگا۔ جو موٹا کرے گا نہ بھوک مٹائے گا۔'' یہ اس وجہ سے کہا گیا ہے کہ کھانے سے' دو امور میں سے ایک مقصود ہوتا ہے۔ کھانے والے کی بھوک مٹانا اور اس کی بھوک کی تکلیف دور کرنا یا اس کے بدن کو موٹا کرنا اور اس کھانے میں دونوں امور کے لیے کوئی فائدہ نہیں بلکہ یہ کھانا کڑواہٹ' بدبو اور گھٹیا پن میں انتہا کو پہنچا ہوا ہوگا' ہم اللہ تعالیٰ سے عافیت کا سوال کرتے ہیں۔

رہے نیکوکار تو قیامت کے روز ان کے چہرے ﴿ نَّاعِمَةٌ ﴾ ''تروتازہ ہوں گے۔'' یعنی ان پر نعمتوں کی تازگی عیاں ہوگی' ان کے بدن تروتازہ ہوں گے اور ان کے چہرے نور سے دمک رہے ہوں گے اور وہ انتہائی خوش ہوں گے۔ ﴿ لِّسَعْيِهَا ﴾ ''اپنے اعمال سے۔'' جو اس نے دنیا میں رہتے ہوئے نیک اعمال اور اللہ کے بندوں کے ساتھ حسن سلوک کو آگے بھیجا ﴿ رَاضِيَةٌ ﴾ ''خوش ہوں گے۔'' کیونکہ ان کو ان کی کوشش کا ثواب کئی گنا جمع کیا ہوا ملا' پس انھوں نے اپنے انجام کی تعریف کی اور انھیں ہر وہ چیز حاصل ہوگئی جس کی وہ تمنا کرتے تھے۔

اور یہ سب کچھ ﴿ فِيْ جَنَّةٍ ﴾ ایسی جنت میں ملے گا جس میں نعمتوں کی تمام انواع جمع ہیں ﴿ عَالِيَةٍ ﴾ جو اپنے محل و منازل میں بہت بلند ہے۔ پس اس کا محل و مقام اعلیٰ علیین میں ہے' اس کی منازل بہت بلند مسکن ہیں' اس میں بالاخانے ہیں اور بالاخانوں پر بنائے گئے بالاخانے ہیں، جہاں سے وہ اکرام و تکریم کی نعمتوں کا نظارہ کر سکیں گے جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے تیار کی ہیں۔

﴿ قُطُوْفُهَا دَانِيَةٌ ﴾ (الحاقۃ: ۲۳/۶۹) ''جس کے پھل جھکے ہوئے ہوں گے۔'' جس میں نہایت لذیذ میوے بکثرت ہوں گے' وہ بہت زیادہ اچھے اچھے پھل ہوں گے جن کا حصول بہت آسان ہوگا، جس حال میں بھی وہ ہوں گے وہ ان پھلوں کو حاصل کر سکیں گے' انھیں کسی درخت پر چڑھنے کی حاجت ہوگی نہ کوئی ایسا پھل ہوگا جس کا حصول ان کے لیے دشوار ہو۔

﴿ لَا تَسْمَعُ فِيْهَا ﴾ ''اس میں نہیں سنیں گے۔'' یعنی جنت کے اندر ﴿ لَاغِيَةً ﴾ کوئی حرام بات تو کجا کوئی لغو اور باطل کلمہ بھی (نہیں سنیں گے) بلکہ ان کا تمام تر کلام اچھا اور نفع بخش ہوگا جو اللہ تعالیٰ کے ذکر' ان پر اللہ تعالیٰ کی لگاتار نعمتوں کے ذکر اور ایک دوسرے کے ساتھ رہنے والوں میں باہم آداب حسنہ پر مشتمل ہوگا۔ جو دلوں کو مسرت اور شرح صدر عطا کرے گا۔

﴿ فِيْهَا عَيْنٌ جَارِيَةٌ ﴾ یہ اسم جنس ہے' یعنی اس کے اندر چشمے جاری ہوں گے، اہل جنت جیسے چاہیں گے اور جہاں چاہیں گے' ان چشموں کا رخ موڑ کر ان سے نہریں نکال کر لے جائیں گے۔ ﴿ فِيْهَا سُرُرٌ مَّرْفُوْعَةٌ ﴾ اَلسُّرُرُ: سَرِيْرٌ کی جمع ہے اور بیٹھنے کی ان جگہوں کو کہتے ہیں جو بذات خود بلند ہوں اور ان کو ملائم اور نرم بچھونوں

کے ذریعے سے بلند کیا گیا ہو۔ ﴿وَّ اَكْوَابٌ مَّوْضُوْعَةٌ﴾ یعنی مختلف انواع کے لذیذ مشروبات سے لبریز آبخورے ان کے سامنے رکھے ہوئے ہوں گے جو ان کے لیے تیار کیے گئے ہوں گے اور ان کی طلب اور اختیار کے تحت ہوں گے اور ہمیشہ رہنے والے کم عمر لڑکے (خدمت کے لیے) ان کے پاس گھوم پھر رہے ہوں گے۔ ﴿وَّ نَمَارِقُ مَصْفُوْفَةٌ﴾ یعنی حریر اور دبیز ریشم وغیرہ کے تکیے ہوں گے جن کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا' ان کو بیٹھنے اور ان پر آرام کرنے کے لیے صف در صف بچھایا گیا ہوگا' وہ ان کو خود بنانے یا خود بچھانے کی فکر سے آزاد اور آرام میں ہوں گے۔ ﴿وَّ زَرَابِيُّ مَبْثُوْثَةٌ﴾ اَلزَّرَابِي سے مراد خوبصورت بچھونے ہیں' یعنی ان کی مجالس ہر جانب سے ان بچھونوں سے بھری ہوئی ہوں گی۔

اَفَلَا يَنْظُرُوْنَ اِلَى الْاِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ ﴿١٧﴾ وَاِلَى السَّمَآءِ كَيْفَ رُفِعَتْ ﴿١٨﴾

کیا پس نہیں دیکھتے وہ اونٹوں کی طرف کیسے پیدا کیے گئے وہ؟ ○ اور آسمان کی طرف کیسے بلند کیا گیا وہ؟ ○

وَاِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ ﴿١٩﴾ وَاِلَى الْاَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ ﴿٢٠﴾ فَذَكِّرْ اِنَّمَآ

اور پہاڑوں کی طرف کیسے گاڑے گئے وہ؟ ○ اور زمین کی طرف' کیسے بچھائی گئی وہ؟ ○ پس آپ نصیحت کریں' بس

اَنْتَ مُذَكِّرٌ ﴿٢١﴾ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ ﴿٢٢﴾ اِلَّا مَنْ تَوَلّٰى وَكَفَرَ ﴿٢٣﴾ فَيُعَذِّبُهُ اللّٰهُ

آپ تو نصیحت ہی کرنے والے ہیں ○ نہیں ہیں آپ ان پر کوئی داروغہ ○ مگر جس نے روگردانی کی اور کفر کیا ○ تو عذاب دیگا اسے اللہ

الْعَذَابَ الْاَكْبَرَ ﴿٢٤﴾ اِنَّ اِلَيْنَآ اِيَابَهُمْ ﴿٢٥﴾ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ ﴿٢٦﴾ ع النصف

عذاب بہت بڑا ○ بلاشبہ ہماری ہی طرف ہے ان کا لوٹ کر آنا ○ پھر یقیناً ہمارے ہی ذمے ہے ان کا حساب ○

اللہ تبارک وتعالیٰ ان لوگوں کو جو رسول ﷺ کی تصدیق نہیں کرتے اور ان کے علاوہ دیگر لوگوں کو اس بات پر آمادہ کرنے کے لیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں غور و فکر کریں جو اس کی توحید پر دلالت کرتی ہیں' فرماتا ہے: ﴿اَفَلَا يَنْظُرُوْنَ اِلَى الْاِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ﴾ ''کیا یہ لوگ اونٹوں کی طرف نہیں دیکھتے کہ کیسے پیدا کیے گئے؟'' یعنی کیا وہ اس کی انوکھی تخلیق پر غور نہیں کرتے کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کو بندوں کے لیے مسخر اور ان بے شمار منافع اور مصالح کے لیے ان کا مطیع کر دیا جن کے وہ ضرورت مند ہوتے ہیں۔

﴿وَاِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ﴾ ''اور پہاڑوں کی طرف کہ کیسے وہ نصب کیے گئے ہیں؟'' یعنی خوبصورت اور نمایاں بنا کر ان کو نصب کیا گیا ہے۔ جس سے زمین کو استقرار اور ثبات حاصل ہوا جس سے وہ حرکت نہیں کرتی۔ اللہ تعالیٰ نے ان پہاڑوں میں (انسان کے لیے) بڑے بڑے فوائد ودیعت کیے ہیں۔ ﴿وَاِلَى الْاَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ﴾ ''اور زمین کی طرف کہ کس طرح وہ بچھائی گئی ہے۔'' یعنی زمین کو کس طرح کشادگی کے ساتھ پھیلایا اور نہایت نرم اور ہموار بنایا گیا ہے تاکہ بندے اس پر ٹھکانا کر سکیں' اس پر کھیتی باڑی کر سکیں' باغات اگا سکیں' عمارتیں تعمیر کر سکیں

اور اس کے راستوں پر سفر کر سکیں۔ آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ زمین کا ہموار ہونا' اس کے گول ہونے کے منافی نہیں۔ اس کو ہر جانب سے افلاک نے گھیرا ہوا ہے، جیسا کہ عقل، نقل، حس اور مشاہدہ اس پر دلالت کرتے ہیں اور بہت سے لوگوں کے ہاں یہ مذکور اور معروف ہے' خاص طور پر اس زمانے میں' اللہ تعالیٰ نے دور کی مسافتوں کو قریب کرنے کے لیے جو اسباب فراہم کیے ہیں' ان کے ذریعے سے لوگ زمین کے اکثر گوشوں سے واقف ہو گئے ہیں' کسی شے کا ہموار ہونا ایک بہت ہی چھوٹے جسم کی گولائی کے منافی ہو سکتا ہے جسے اگر ہموار کیا جائے تو اس میں قابل ذکر گولائی باقی نہیں رہے گی۔ رہا کرۂ زمین کا جسم جو کہ بہت ہی بڑا اور کشادہ ہے جو بیک وقت گول اور ہموار ہے' دونوں امور ایک دوسرے کے منافی نہیں، جیسا کہ اہل خبر کو اس کی معرفت حاصل ہے۔

﴿ فَذَكِّرْ ۟ اِنَّمَاۤ اَنْتَ مُذَكِّرٌ ۟ ﴾ یعنی لوگوں کو وعظ و نصیحت اور ان کو تنبیہ کیجیے اور ان کو خوشخبری دیجیے، کیونکہ آپ مخلوق کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے اور ان کو نصیحت کرنے کے لیے مبعوث ہوئے ہیں۔ آپ کو ان پر داروغہ بنا کر اور مسلّط کر کے نہیں بھیجا گیا اور نہ ان کے اعمال کا وکیل بنا کر ہی بھیجا گیا ہے۔ پس جب آپ نے وہ ذمہ داری پوری کر دی جو آپ کے سپرد کی گئی تھی تو اس کے بعد آپ پر کوئی ملامت نہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کے مانند ہے: ﴿ وَمَاۤ اَنْتَ عَلَیْهِمْ بِجَبَّارٍ ۫ فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ یَّخَافُ وَعِیْدِ ﴾ (ق: ۵۰/۴۵) ''اور آپ ان کے ساتھ زبردستی کرنے والے نہیں' آپ قرآن کے ذریعے سے اس شخص کو نصیحت کرتے رہیے جو میرے عذاب کی وعید سے ڈرتا ہے۔''

﴿ اِلَّا مَنْ تَوَلّٰی وَكَفَرَ ۟ ﴾ مگر جو کوئی اطاعت سے منہ موڑ کر کفر کا رویہ اختیار کرے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرے ﴿ فَیُعَذِّبُهُ اللّٰهُ الْعَذَابَ الْاَكْبَرَ ۟ ﴾ تو اللہ اسے نہایت سخت اور دائمی عذاب دے گا۔ ﴿ اِنَّ اِلَیْنَاۤ اِیَابَهُمْ ۟ ﴾ یعنی تمام خلائق کو ہماری ہی طرف لوٹنا اور قیامت کے روز ان سب کو (ہمارے ہی پاس) اکٹھے ہونا ہے۔ ﴿ ثُمَّ اِنَّ عَلَیْنَا حِسَابَهُمْ ۟ ﴾ پھر انھوں نے جو کوئی اچھا برا عمل کیا ہے' ان سے اس کا حساب لینا ہمارے ذمے ہے۔

تفسیر سورة الفجر

سُوْرَةُ الْفَجْرِ (۸۹) مَكِّيَّةٌ (۱۰) | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ | اٰیَاتُهَا ۳۰ رُكُوْعُهَا ۱

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے

وَالْفَجْرِ ۝۱ وَلَیَالٍ عَشْرٍ ۝۲ وَّالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ ۝۳ وَالَّیْلِ اِذَا یَسْرِ ۝۴ هَلْ فِیْ ذٰلِكَ

قسم ہے فجر کی ○ اور دس راتوں کی ○ اور جفت کی اور طاق کی ○ اور رات کی جب وہ گزر جاتی ہے ○ یقیناً اس میں

قَسَمٌ لِّذِیْ حِجْرٍ ۝۵

بہت بڑی قسم ہے صاحب عقل کے لیے ○

ظاہر ہے کہ مقسم بہٖ ہی مقسم علیہ ہے۔ جب معاملہ ظاہر اور اہم ہو تو یہ جائز اور مستعمل ہے، اس مقام پر بھی اسی طرح ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فجر کی قسم کھائی ہے جو رات کا آخر اور دن کا مقدمہ ہے، کیونکہ رات کے لوٹنے اور دن کے آنے میں ایسی نشانیاں ہیں جو اللہ تعالیٰ کے کمال قدرت پر دلالت کرتی ہیں، نیز یہ کہ تمام امور کی تدبیر کرنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ فجر کے وقت ایک نہایت فضیلت اور عظمت والی نماز واقع ہوتی ہے اور وہ اس کی اہل ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی قسم کھائے، اس لیے اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے دس راتوں کی قسم کھائی ہے اور صحیح قول کے مطابق یہ رمضان المبارک یا ذوالحج کی دس راتیں ہیں، کیونکہ یہ راتیں فضیلت والے ایام پر مشتمل ہیں۔ ان راتوں میں ایسی عبادات و قربات واقع ہوتی ہیں جو دوسرے ایام میں نہیں ہوتیں۔ رمضان کی آخری دس راتوں میں سے کسی ایک طاق رات میں لیلۃ القدر واقع ہوتی ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ ان کے دنوں میں رمضان کے آخری عشرے کے روزے رکھے جاتے ہیں جو ارکان اسلام میں سے ایک بہت بڑا رکن ہے اور ذوالحج کے پہلے عشرے میں عرفہ میں وقوف ہوتا ہے جس میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو مغفرت سے نوازتا ہے، جس سے شیطان غمگین ہوتا ہے۔ شیطان جس قدر حقیر اور دھتکارا ہوا عرفہ کے دن ہوتا ہے، اتنا حقیر اور دھتکارا ہوا کبھی نہیں دیکھا گیا، کیونکہ اس روز وہ اللہ تعالیٰ کے بندوں پر فرشتوں اور اس کی طرف سے رحمت کو اترتے دیکھتا ہے۔ ان دنوں میں حج اور عمرے کے بہت سے افعال واقع ہوتے ہیں اور یہ اشیاء قابل تعظیم اور اس بات کی مستحق ہیں کہ ان کی قسم کھائی جائے۔

﴿ وَالَّیْلِ اِذَا یَسْرِ ﴾ ''اور رات کی (قسم) جب جانے لگے۔'' یعنی اس کے گزرنے اور بندوں پر اپنی تاریکی کی چادر تان دینے کے وقت، پس بندے اللہ تعالیٰ کی رحمت اور حکمت کی بنا پر آرام اور استراحت کرتے ہیں اور مطمئن ہوتے ہیں۔ ﴿ هَلْ فِیْ ذٰلِكَ ﴾ ان مذکورہ چیزوں میں ﴿ قَسَمٌ لِّذِیْ حِجْرٍ ﴾ عقل مند کے لیے قسم ہے؟ ہاں، اس میں سے کچھ چیزیں ہی اس شخص کے لیے کافی ہیں جو دل بیدار رکھتا ہے اور متوجہ ہو کر کان لگا کر سنتا ہے۔

اَلَمْ تَرَ كَیْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ ۟ۙ اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ ۟ۙ الَّتِیْ لَمْ یُخْلَقْ مِثْلُهَا

کیا نہیں دیکھا آپ نے کیسا سلوک کیا آپ کے رب نے عاد کے ساتھ؟○ (یعنی) ارم جو ستونوں والے تھے○ وہ کہ نہیں پیدا کیا گیا (کوئی) ان جیسا

فِی الْبِلَادِ ۟ۙ وَثَمُوْدَ الَّذِیْنَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ ۟ۙ وَفِرْعَوْنَ ذِی الْاَوْتَادِ ۟ۙ

شہروں میں○ اور (قوم) ثمود کے ساتھ وہ جو تراشتے تھے چٹانوں کو وادی میں○ اور فرعون میخوں والے کے ساتھ؟○

الَّذِیْنَ طَغَوْا فِی الْبِلَادِ ۟ۙ فَاَكْثَرُوْا فِیْهَا الْفَسَادَ ۟ۙ فَصَبَّ عَلَیْهِمْ رَبُّكَ

وہ جنہوں نے سرکشی کی شہروں میں○ پس زیادہ کیا انہوں نے ان (شہروں) میں فساد○ تو برسایا ان پر آپ کے رب نے

سَوْطَ عَذَابٍ ۟ۚ اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ ۟ؕ

کوڑا عذاب کا○ بلاشبہ آپ کا رب گھات (تاک) میں ہے○

اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ اَلَمْ تَرَ ﴾ یعنی کیا آپ نے اپنے قلب اور اپنی بصیرت سے دیکھا نہیں کہ اس سرکش قوم کے ساتھ کیا کیا گیا؟ اور وہ ﴿ اِرَمَ ﴾ ''ارم۔'' یمن کا ایک معروف قبیلہ تھا ﴿ ذَاتِ الْعِمَادِ ﴾ ''ستونوں والے۔'' یعنی بہت زیادہ قوت' سرکشی اور ظلم و جبر والے لوگ تھے۔ ﴿ الَّتِیْ لَمْ یُخْلَقْ مِثْلُهَا فِی الْبِلَادِ ﴾ یعنی تمام شہروں میں طاقت اور سختی میں' قوم عاد جیسا کوئی نہ تھا۔ جیسا کہ ان کے نبی حضرت ہود علیہ السلام نے ان سے فرمایا:

﴿ وَاذْكُرُوْۤا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ قَوْمِ نُوْحٍ وَّ زَادَكُمْ فِی الْخَلْقِ بَصْۜطَةً فَاذْكُرُوْۤا اٰلَآءَ اللّٰهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴾ (الأعراف: ۶۹/۷) ''اور یاد کرو جب اللہ نے تمھیں قوم نوح کے بعد خلیفہ بنایا' اور ڈیل ڈول میں تمھیں خوب تنومند کیا۔ پس اللہ کی نعمتوں کو یاد کرو' شاید کہ تم فلاح پاؤ۔''

﴿ وَثَمُوْدَ الَّذِیْنَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ ﴾ ''اور ثمود کے ساتھ (کیا کیا) جو وادی میں پتھر تراشتے تھے۔'' یعنی وادی القریٰ میں انھوں نے اپنی قوت اور طاقت سے چٹانوں کو تراشا اور وہاں گھر بنائے۔ ﴿ وَفِرْعَوْنَ ذِی الْاَوْتَادِ ﴾ ''اور فرعون کے ساتھ جو میخوں والا تھا۔'' یعنی لشکروں والا تھا' جنھوں نے اس کے اقتدار کو ثبات بخشا جیسے میخیں اس چیز کو مضبوط کرتی ہیں جس کو ٹھہرانا مقصود ہوتا ہے۔ ﴿ الَّذِیْنَ طَغَوْا فِی الْبِلَادِ ﴾ ''جنھوں نے شہروں میں سرکشی کی۔'' یہ وصف عاد' ثمود' فرعون اور ان کی پیروی کرنے والوں کی طرف لوٹتا ہے' کیونکہ انھوں نے اللہ کے شہروں میں سرکشی کا رویہ اختیار کیا' اللہ کے بندوں کو ان کے دین و دنیا میں ستایا۔ اس لیے فرمایا: ﴿ فَاَكْثَرُوْا فِیْهَا الْفَسَادَ ﴾ ''اور بہت فساد مچا رکھا تھا۔'' یعنی کفر اور اس کے شعبوں' یعنی معاصی کی تمام اقسام پر عمل کیا۔ انبیاء و مرسلین کے خلاف جنگ کی اور لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکنے کے لیے کوشاں رہے۔ جب وہ سرکشی میں اس حد تک پہنچ گئے جو ان کی ہلاکت کی موجب تھی تو اللہ تعالیٰ نے ان پر عذاب بھیجا اور ان پر عذاب کا کوڑا برسایا۔

﴿ اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ ﴾ ''بے شک آپ کا رب گھات میں ہے۔'' اس شخص کی گھات میں ہے جو اس کی نافرمانی کرتا ہے' اسے تھوڑا سا عرصہ مہلت دیتا ہے' پھر وہ اسے غالب اور قدرت والے کی طرح پکڑتا ہے۔

فَاَمَّا الْاِنْسَانُ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ رَبُّهٗ فَاَكْرَمَهٗ وَ نَعَّمَهٗ ۙ۬ فَیَقُوْلُ رَبِّیْۤ اَكْرَمَنِ ؕ۱۵

پس لیکن انسان! جب آزماتا ہے اسکو اسکا رب' پھر وہ عزت دیتا ہے اسکو اور نعمت دیتا ہے اسکو تو وہ کہتا ہے' میرے رب نے مجھے عزت بخشی ○

وَاَمَّاۤ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ فَقَدَرَ عَلَیْهِ رِزْقَهٗ ۙ۬ فَیَقُوْلُ رَبِّیْۤ اَهَانَنِ ۚ۱۶ كَلَّا بَلْ

اور لیکن جب وہ آزماتا ہے اسے پھر تنگ کرتا ہے اس پر اس کا رزق تو وہ کہتا ہے میرے رب نے میری توہین کی ○ ہرگز نہیں! بلکہ

لَّا تُكْرِمُوْنَ الْیَتِیْمَ ۙ۱۷ وَلَا تَحٰٓضُّوْنَ عَلٰی طَعَامِ الْمِسْكِیْنِ ۙ۱۸ وَتَاْكُلُوْنَ التُّرَاثَ

نہیں قدر کرتے تم یتیم کی ○ اور نہیں ترغیب دیتے تم کھانا کھلانے کی مسکین کو ○ اور تم کھا جاتے ہو میراث کا مال

اَكْلًا لَّمًّا ۙ۱۹ وَّتُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا ؕ۲۰

خوب سمیٹ سمیٹ کر ○ اور تم محبت کرتے ہو مال سے محبت بہت زیادہ ○

اللہ تبارک وتعالیٰ انسان کی فطرت کے بارے میں آگاہ فرماتا ہے جیسا کہ وہ ہے‘ نیز یہ کہ وہ جاہل اور ظالم ہے‘ اسے اپنے انجام کا کوئی علم نہیں‘ وہ جس حالت میں ہوتا ہے‘ اس کے بارے میں سمجھتا ہے کہ وہ ہمیشہ رہے گی اور کبھی زائل نہ ہوگی۔ وہ سمجھتا ہے کہ دنیا کے اندر اللہ تعالیٰ کا اس کو اکرام بخشنا اور اسے نعمتوں سے نوازنا‘ (آخرت میں) اس کی تکریم اور اس کے قرب پر دلالت کرتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ ﴿فَقَدَرَ عَلَیْهِ رِزْقَهٗ﴾ اس کا رزق تنگ کر دے اور اس کا رزق نپا تلا ہو جائے اور وافر نہ ہو تو وہ سمجھتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی اہانت ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس کے اس خیال کا رد کرتے ہوئے فرمایا: ﴿كَلَّا﴾ یعنی ضروری نہیں کہ ہر وہ شخص جس کو میں نے نعمتوں سے نوازا ہے‘ میرے ہاں قابل اکرام وتکریم ہے اور جس کا رزق میں نے تنگ کر دیا ہے‘ وہ میرے ہاں حقیر ہے۔

دولت مندی اور محتاجی‘ رزق کی کشادگی اور تنگی تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزمائش اور امتحان ہے جس کے ذریعے سے وہ بندوں کا امتحان لیتا ہے تاکہ وہ دیکھے کہ کون اس پر شکر اور صبر کرتا ہے تاکہ وہ اسے ثواب جزیل سے نوازے۔ جو ایسا نہ کرے اسے سخت عذاب میں ڈال دے‘ نیز بندے کے ارادے کا فقط اپنے نفس کی مراد پر ٹھہرنا ارادے کی کمزوری ہے‘ اس لیے اللہ تعالیٰ نے محتاج مخلوق کے بارے میں ان کے عدم اہتمام پر ان کو ملامت کی ہے‘ چنانچہ فرمایا: ﴿كَلَّا بَلْ لَّا تُكْرِمُوْنَ الْیَتِیْمَ﴾ ”ہرگز نہیں بلکہ تم یتیم کی عزت نہیں کرتے۔“ جو اپنے باپ اور کمانے والے سے محروم ہے اور وہ اس چیز کا محتاج ہے کہ اس کے دل کو جوڑا جائے اور اس کے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے۔ تم اس کا اکرام نہیں کرتے بلکہ تم اس کی اہانت کرتے ہو اور یہ چیز تمھارے دلوں میں رحم کے معدوم ہونے اور بھلائی میں عدم رغبت پر دلالت کرتی ہے۔

﴿وَلَا تَحٰٓضُّوْنَ عَلٰی طَعَامِ الْمِسْكِیْنِ﴾ یعنی تم حاجت مندوں‘ فقرا اور مساکین کو کھانا کھلانے کے لیے ایک دوسرے کو ترغیب نہیں دیتے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ تم دنیا (کے مال و دولت) پر بہت بخیل ہو۔ تم دنیا سے بہت محبت کرتے ہو اور اس کی شدید محبت تمھارے دلوں میں سما گئی ہے‘ اس لیے فرمایا: ﴿وَتَاْكُلُوْنَ التُّرَاثَ﴾ ”اور تم کھا جاتے ہو وراثت۔“ یعنی چھوڑا ہوا مال ﴿اَكْلًا لَّمًّا﴾ ”سمیٹ کر۔“ اور اس میں سے کچھ باقی نہیں چھوڑتے۔ ﴿وَّتُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا﴾ یعنی تم مال سے سخت محبت کرتے ہو اور یہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے مانند ہے: ﴿بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا ۝ وَالْاٰخِرَةُ خَیْرٌ وَّاَبْقٰی﴾ (الأعلی: ۸۷/۱۶‘۱۷) ”بلکہ تم دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو‘ حالانکہ آخرت کی زندگی بہتر اور ہمیشہ رہنے والی ہے۔“ اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے مانند ہے: ﴿كَلَّا بَلْ تُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ ۝ وَتَذَرُوْنَ الْاٰخِرَةَ﴾ (القیامة: ۷۵/۲۰‘۲۱) ”ہرگز نہیں بلکہ تم دنیا سے محبت کرتے ہو اور آخرت کو ترک کیے دیتے ہو۔“

كَلَّآ اِذَا دُكَّتِ الْاَرْضُ دَكًّا دَكًّا ﴿۲۱﴾ وَّجَآءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا ﴿۲۲﴾ وَجِایْٓءَ

ہرگز نہیں! جب کوٹ کر ہموار کر دی جائے گی زمین ریزہ ریزہ کرکے ○ اور آئے گا آپ کا رب اور فرشتے صف در صف ○ اور لائی جائے گی

يَوْمَئِذٍۭ بِجَهَنَّمَ ۙ يَوْمَئِذٍ يَّتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ وَاَنّٰى لَهُ الذِّكْرٰى ﴿۲۳﴾ يَقُوْلُ

اس دن جہنم، اس دن یاد کرے گا انسان (اپنے کرتوت) اور کیونکر (مفید) ہو گا اس کے لیے یاد کرنا؟ ○ وہ کہے گا

يٰلَيْتَنِىْ قَدَّمْتُ لِحَيَاتِىْ ﴿۲۴﴾ فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُعَذِّبُ عَذَابَهٗٓ اَحَدٌ ﴿۲۵﴾ وَّلَا يُوْثِقُ وَثَاقَهٗٓ

اے کاش! آگے بھیجا ہوتا میں نے اپنی (اس) زندگی کیلیے ○ پس اس دن نہیں عذاب دے گا اس جیسا عذاب کوئی بھی ○ اور نہ جکڑے گا اس جیسا جکڑنا

اَحَدٌ ﴿۲۶﴾ يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ﴿۲۷﴾ ارْجِعِىْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً

کوئی بھی ○ اے روح اطمینان والی! ○ تو لوٹ اپنے رب کی طرف راضی ہونے والی

مَّرْضِيَّةً ﴿۲۸﴾ فَادْخُلِىْ فِىْ عِبٰدِىْ ﴿۲۹﴾ وَادْخُلِىْ جَنَّتِىْ ﴿۳۰﴾

پسندیدہ ○ پس تو داخل ہو میرے بندوں میں ○ اور داخل ہو میری جنت میں ○

﴿ كَلَّا ﴾ یعنی ہرگز ایسا نہیں، تم جس مال سے محبت کرتے ہو اور اس کی لذتوں میں ایک دوسرے سے بڑھ کر رغبت رکھتے ہو تمھارے پاس باقی رہنے والی نہیں ہیں بلکہ تمھارے سامنے ایک بہت بڑا دن اور ایک بہت بڑا خوف ہے۔ اس دن زمین، پہاڑوں اور اس پر موجود ہر چیز کو کوٹ کوٹ کر ہموار کر دیا جائے گا حتی کہ اسے ہموار چٹیل میدان بنا دیا جائے گا، اس میں کوئی نشیب و فراز نہیں ہو گا۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے درمیان فیصلہ کرنے کے لیے بادلوں کے سائے میں آئے گا، تمام اہل آسمان مکرم فرشتے ﴿ صَفًّا صَفًّا ﴾ صف در صف آئیں گے، ہر آسمان کے فرشتے ایک صف میں آئیں گے اور اپنے سے کم تر مخلوق کو گھیر لیں گے۔ یہ صفیں بادشاہ جبار کے حضور خشوع اور عاجزی کی صفیں ہوں گی۔

﴿ وَجِايْٓءَ يَوْمَئِذٍۭ بِجَهَنَّمَ ﴾ ''اور دوزخ اس دن حاضر کی جائے گی۔'' فرشتے اسے زنجیروں میں جکڑ کر لائیں گے۔ پس جب یہ تمام امور وقوع پذیر ہوں گے ﴿ يَوْمَئِذٍ يَّتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ ﴾ اس روز انسان یاد کرے گا کہ اس نے کیا بھلائی یا برائی آگے بھیجی ہے؟ ﴿ وَاَنّٰى لَهُ الذِّكْرٰى ﴾ ''مگر اس تنبیہ سے اسے فائدہ کہاں مل سکے گا؟'' اس کا وقت گزر چکا اور اس کا زمانہ بیت گیا۔ ﴿ يَقُوْلُ ﴾ اس نے اللہ تعالیٰ کی جناب میں جو کوتاہی کی، اس پر حسرت کا اظہار کرتے ہوئے کہے گا: ﴿ يٰلَيْتَنِىْ قَدَّمْتُ لِحَيَاتِىْ ﴾ کاش میں نے اپنی دائمی اور ہمیشہ باقی رہنے والی زندگی کے لیے کچھ نیک عمل آگے بھیجا ہوتا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِى اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا ○ يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِىْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا ﴾ (الفرقان: ۲۵/۲۷، ۲۸) ''کہے گا: کاش! میں نے رسول کے ساتھ راستہ اختیار کیا ہوتا، ہائے میری شامت! کاش! میں نے فلاں کو دوست نہ بنایا ہوتا۔'' ان آیات کریمہ میں دلیل ہے کہ وہ زندگی جس کے کمال کے حصول اور اس کی لذات کی تکمیل کی کوشش کرنی چاہیے وہ آخرت کے گھر کی زندگی ہے، کیونکہ آخرت کا گھر دار الخلد اور دار البقاء ہے۔ ﴿ فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُعَذِّبُ عَذَابَهٗٓ اَحَدٌ ﴾ ''پس اس دن کوئی اللہ کے عذاب کی طرح عذاب نہیں دے گا۔'' اس شخص کو جس نے اس دن کو مہمل جانا اور اس کے لیے عمل کو

فراموش کر دیا۔ ﴿ وَلَا يُوْثِقُ وَثَاقَهٗۤ اَحَدٌ ﴾ ’’اور نہ کوئی ویسا جکڑ نا جکڑے گا۔‘‘ پس انھیں آگ کی زنجیروں میں باندھا جائے گا اور چہروں کے بل کھولتے ہوئے پانی میں گھسیٹا جائے گا‘ پھر آگ میں ان کو جلایا جائے گا‘ پس یہی مجرموں کی سزا ہے۔ وہ شخص جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا‘ اسی پر مطمئن ہوا اور اس نے اس کے رسولوں کی تصدیق کی تو اس سے کہا جائے گا: ﴿ يٰۤاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَىِٕنَّةُ ﴾ اے اللہ تعالیٰ کے ذکر سے اطمینان اور اس کی محبت میں سکون حاصل کرنے والے نفس! جس کی آنکھیں اللہ تعالیٰ کے ذریعے سے ٹھنڈی ہوتی ہیں۔ ﴿ ارْجِعِیْۤ اِلٰى رَبِّكِ ﴾ ’’اپنے رب کی طرف لوٹ چل۔‘‘ جس نے اپنی نعمتوں کے ذریعے سے تیری نشوونما کی ﴿ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کے ثواب سے راضی ہو کر جس سے اللہ تعالیٰ نے تجھ کو سرفراز فرمایا اور اللہ تعالیٰ تجھ سے راضی ہوا۔ ﴿ فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ ○ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ ﴾ ’’پس تو میرے بندوں میں داخل ہو جا اور میری جنت میں داخل ہو جا۔‘‘ قیامت کے روز ان الفاظ سے روح کو مخاطب کیا جائے گا اور اسی خطاب سے موت کے وقت اور اللہ تعالیٰ کے پاس لے جاتے ہوئے اس کو مخاطب کیا جائے گا۔

تفسیر سورۃ البلد

سُوْرَةُ الْبَلَدِ (۹۰) مَكِّيَّةٌ (۳۵) | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ | اٰيَاتُهَا ۲۰ رُكُوْعُهَا ۱

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے

لَاۤ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۙ ﴿۱﴾ وَاَنْتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۙ ﴿۲﴾ وَوَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ ۙ ﴿۳﴾ لَقَدْ
قسم کھاتا ہوں میں اس شہر کی ○ اور آپ (کیلئے لڑائی) حلال ہونیوالی ہے اس شہر میں ○ اور قسم ہے والد کی اور جسے اس نے جنا ○ البتہ تحقیق
خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ كَبَدٍ ؕ ﴿۴﴾ اَيَحْسَبُ اَنْ لَّنْ يَّقْدِرَ عَلَيْهِ اَحَدٌ ۘ ﴿۵﴾ يَقُوْلُ اَهْلَكْتُ
پیدا کیا ہم نے انسان کو بڑی مشقت میں ○ کیا وہ سمجھتا ہے یہ کہ ہرگز نہیں قادر ہو سکے گا اس پر کوئی بھی؟ ○ وہ کہتا ہے لٹا دیا میں نے
مَالًا لُّبَدًا ؕ ﴿۶﴾ اَيَحْسَبُ اَنْ لَّمْ يَرَهٗۤ اَحَدٌ ؕ ﴿۷﴾ اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ عَيْنَيْنِ ۙ ﴿۸﴾ وَلِسَانًا
مال بہت زیادہ ○ کیا وہ سمجھتا ہے یہ کہ نہیں دیکھا اسے کسی نے بھی؟ ○ کیا نہیں بنائیں ہم نے اس کیلئے دو آنکھیں؟ ○ اور ایک زبان
وَّشَفَتَيْنِ ۙ ﴿۹﴾ وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ ۚ ﴿۱۰﴾ فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ ۖ ﴿۱۱﴾ وَمَاۤ اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ ؕ ﴿۱۲﴾
اور دو ہونٹ؟ ○ اور بتلا دیے ہم نے اسکو دونوں راستے ○ پس نہیں داخل ہوا وہ دشوار گھاٹی میں ○ اور کس چیز نے خبر دی آپکو کیا ہے وہ گھاٹی؟ ○
فَكُّ رَقَبَةٍ ۙ ﴿۱۳﴾ اَوْ اِطْعٰمٌ فِیْ يَوْمٍ ذِیْ مَسْغَبَةٍ ۙ ﴿۱۴﴾ يَّتِيْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ۙ ﴿۱۵﴾ اَوْ مِسْكِيْنًا
(وہ) چھڑانا ہے گردن کا ○ یا کھانا کھلانا بھوک والے دن میں ○ کسی یتیم قرابت دار کو ○ یا کسی مسکین
ذَا مَتْرَبَةٍ ؕ ﴿۱۶﴾ ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ ؕ ﴿۱۷﴾
خاک نشین کو ○ پھر ہو وہ ان لوگوں میں سے جو ایمان لائے اور انہوں نے ایک دوسرے کو وصیت کی صبر کرنیکی اور وصیت کی رحم کرنیکی ○
اُولٰٓىِٕكَ اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ؕ ﴿۱۸﴾ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا هُمْ
یہی لوگ ہیں دائیں ہاتھ والے ○ اور وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا ہماری آیتوں کے ساتھ وہ ہیں

اَصۡحٰبُ الۡمَشۡـَٔمَةِ ﴿۱۹﴾ؕ عَلَيۡهِمۡ نَارٌ مُّؤۡصَدَةٌ ﴿۲۰﴾ؑ

بائیں ہاتھ والے ○ ان پر آگ ہوگی (ہر طرف سے) بند کی ہوئی ○

اللہ تبارک وتعالیٰ نے قسم کھائی ہے ﴿ بِهٰذَا الۡبَلَدِ ﴾ اس امن والے شہر مکہ مکرمہ کی، جو علی الاطلاق تمام شہروں پر فضیلت رکھتا ہے، خاص طور پر اس وقت جب رسول اللہ ﷺ اس شہر میں رہ رہے تھے۔ ﴿ وَوَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ ﴾ یعنی آدم علیہ السلام اور ان کی اولاد کی قسم! اور جس چیز پر قسم کھائی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: ﴿ لَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ فِىۡ كَبَدٍ ﴾ ''بے شک ہم نے انسان کو تکلیف میں پیدا کیا ہے۔'' اس میں یہ احتمال ہے کہ اس سے مراد وہ سختیاں اور مشقتیں ہیں جو انسان دنیا کے اندر برداشت کرتا ہے اور جو وہ برزخ میں اور قیامت کے دن برداشت کرے گا۔ انسان کے لیے مناسب یہی ہے کہ وہ ایسے اعمال کے لیے کوشاں رہے جو اسے ان شدائد سے (نجات دلا کر) راحت' اس کے لیے دائمی فرحت اور سرور کا موجب بنیں۔ اگر وہ ایسا نہیں کرے گا تو ابدالآباد تک سخت عذاب کی مشقت برداشت کرتا رہے گا۔

اس میں یہ احتمال بھی ہو سکتا ہے کہ اس کے یہ معنی ہوں کہ ہم نے انسان کو بہترین صورت اور خوب درست تخلیق کے ساتھ پیدا کیا جو سخت اعمال پر تصرف کی قدرت رکھتا ہے۔ بایں ہمہ' اس نے اس عظیم نعمت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہیں کیا بلکہ وہ عافیت پر (جو اللہ تعالیٰ نے اس کو عطا کی) اتراتا رہا' اپنے خالق کے سامنے تکبر کا اظہار کرتا رہا اور اپنی جہالت اور ظلم کی بنا پر یہ سمجھتا رہا کہ اس کا یہ حال ہمیشہ باقی رہے گا اور اس کے تصرف کی طاقت کبھی ختم نہیں ہوگی' اس لیے فرمایا: ﴿ اَيَحۡسَبُ اَنۡ لَّنۡ يَّقۡدِرَ عَلَيۡهِ اَحَدٌ ﴾ ''کیا وہ خیال کرتا ہے کہ اس پر کوئی قابو نہیں پائے گا؟'' وہ سرکشی کرتا ہے اور اس نے شہوات میں جو مال خرچ کیا' اس پر فخر کرتا ہے۔ ﴿ يَقُوۡلُ اَهۡلَكۡتُ مَالًا لُّبَدًا ﴾ ''کہتا ہے میں نے بہت سا مال برباد کیا ہے۔'' یعنی بہت زیادہ مال' ایک دوسرے کے اوپر چڑھا ہوا۔

اللہ تعالیٰ نے شہوات اور معاصی میں مال خرچ کرنے کو ''ہلاک کرنے'' سے موسوم کیا ہے، کیونکہ اس راستے میں مال خرچ کرنے والا اپنے خرچ کیے ہوئے مال سے فائدہ نہیں اٹھائے گا اور اس کو اپنے مال خرچ کرنے سے ندامت' خسارے' تکان اور قلت کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ اس شخص کے مانند نہیں جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے بھلائی کے راستے میں خرچ کرتا ہے، کیونکہ اس شخص نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ تجارت کی اور جو کچھ اس نے خرچ کیا اس سے کئی گنا نفع اٹھایا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس شخص کو جو اپنی شہوات میں مال خرچ کر کے فخر کرتا ہے' وعید سناتے ہوتے ہوئے فرمایا: ﴿ اَيَحۡسَبُ اَنۡ لَّمۡ يَرَهٗۤ اَحَدٌ ﴾ یعنی وہ اپنے اس فعل کے بارے میں سمجھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو دیکھتا ہے نہ وہ چھوٹے بڑے اعمال کا اس سے حساب ہی لے گا بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس کے اعمال کو دیکھا' ان کو اس کے لیے محفوظ کر لیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کے ہر اچھے برے عمل پر کراماً کاتبین مقرر کر دیے ہیں۔

پھر اس سے اپنی نعمتوں کا اقرار کراتے ہوئے فرمایا: ﴿ اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ عَيْنَيْنِ ۝ وَلِسَانًا وَّشَفَتَيْنِ ﴾ ''کیا ہم نے اسے دو آنکھیں، زبان اور دو ہونٹ نہیں دیے؟'' یعنی یہ چیزیں حسن و جمال، دیکھنے، بولنے اور دیگر ضروری فوائد کے لیے عطا کیں۔ یہ تو ہیں دنیا کی نعمتیں، پھر دین کی نعمتوں کے بارے میں فرمایا: ﴿ وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ ﴾ یعنی ہم نے اسے خیر و شر کے راستے دکھائے اور اس کے سامنے ہدایت اور گمراہی کو واضح کیا۔ پس یہ بے پایاں احسانات ہیں جو بندے سے تقاضا کرتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حقوق کو قائم کرے، اس کی نعمتوں پر اس کا شکر ادا کرے اور ان نعمتوں سے اس کی نافرمانیوں میں مدد نہ لے مگر اس انسان نے ان تقاضوں کو پورا نہ کیا۔

﴿ فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ ﴾ یعنی وہ گھاٹی میں داخل ہوا نہ اس کو عبور کیا، کیونکہ وہ اپنی خواہشات نفس کی پیروی کرنے والا ہے اور یہ گھاٹی اس کے لیے بہت سخت ہے۔ پھر گھاٹی کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ ۝ فَكُّ رَقَبَةٍ ﴾ ''اور آپ کو کیا معلوم، گھاٹی کیا ہے؟ کسی گردن کا چھڑانا۔'' یعنی کسی غلام کو غلامی سے آزاد کرنا، یا مکاتبت کی رقم کی ادائیگی میں مکاتب کی مدد کرنا۔ اور افضل یہ ہے کہ اس مسلمان قیدی کو چھڑایا جائے جو کفار کی قید میں ہے۔ ﴿ اَوْ اِطْعٰمٌ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ مَسْغَبَةٍ ﴾ یا سخت بھوک کے دن، سخت حاجت کے وقت ان لوگوں کو کھانا کھلانا جو سب سے زیادہ ضرورت مند ہیں، جیسے: ﴿ يَّتِيْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ﴾ ''یتیم رشتے دار کو۔'' اس کا یتیم ہونا، محتاج اور رشتے دار ہونا، یہ سب امور اس میں یکجا ہیں ﴿ اَوْ مِسْكِيْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ ﴾ ''یا مسکین خاکسار کو۔'' یعنی جو سخت حاجت اور ضرورت کی بنا پر مٹی سے چمٹ کر رہ گیا ہے۔

﴿ ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ﴾ ''پھر ان لوگوں میں (داخل) ہوا جو ایمان لائے۔'' یعنی وہ ان چیزوں پر اپنے دل سے ایمان لائے جن پر ایمان لانا واجب ہے اور نیک عمل کیے، اس میں ہر واجب یا مستحب قول و فعل داخل ہے۔ ﴿ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ﴾ اور وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے، اس کی نافرمانی سے رک جانے اور تکلیف دہ تقدیر پر صبر کرنے کی ایک دوسرے کو تلقین کرتے رہے، یعنی وہ ایک دوسرے کو ترغیب دیتے تھے کہ ان احکام کی اطاعت کی جائے اور ان پر کامل طور پر، انشراح صدر اور اطمینان نفس کے ساتھ عمل کیا جائے۔ ﴿ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ ﴾ ''اور ایک دوسرے کو مخلوق پر رحم کرنے کی وصیت کرتے رہے۔'' یعنی محتاجوں کو عطا کرنے، اپنے جاہلوں کو تعلیم دینے، ان کے ان معاملات کا ہر لحاظ سے انتظام کرنے جن کے وہ ضرورت مند ہیں، ان کے دینی اور دنیاوی مصالح میں ان کی مدد کرنے کے لیے ایک دوسرے کو وصیت کرتے رہے، نیز وہ یہ بھی وصیت کرتے رہے کہ وہ ان کے لیے وہی چیز پسند کریں جو اپنے لیے پسند کرتے ہیں اور جو چیز اپنے لیے ناپسند کرتے ہیں ان کے لیے بھی ناپسند کریں۔ یہی لوگ ہیں جو ان اوصاف پر قائم رہے اور یہی لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے گھاٹی سے گزرنے کی توفیق عطا کی۔

﴿ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ﴾ ''یہی لوگ صاحب سعادت ہیں۔'' کیونکہ انھوں نے حقوق اللہ اور حقوق العباد

کو ادا کر دیا جن کو ادا کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تھا اور ان امور کو چھوڑ دیا جن سے اللہ تعالیٰ نے ان کو روکا تھا اور یہ سعادت کا عنوان اور اس کی علامت ہے۔

﴿ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا ﴾ جنھوں نے ان مذکورہ امور کو اپنی پیٹھ پیچھے پھینک کر ہماری آیتوں سے کفر کیا' انھوں نے اللہ تعالیٰ کی تصدیق کی نہ وہ اس پر ایمان لائے' نہ نیک عمل کیے اور نہ اللہ کے بندوں پر رحم ہی کیا ﴿ هُمْ اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ ۝ عَلَيْهِمْ نَارٌ مُّؤْصَدَةٌ ﴾ ''وہ بدبخت ہیں۔ یہ لوگ آگ میں بند کر دیے جائیں گے۔'' یعنی وہ آگ بڑے بڑے ستونوں میں بند کی گئی ہوگی جو اس آگ کے پیچھے کھڑے کیے گئے ہوں گے تاکہ جہنم کے دروازے کھل نہ سکیں اور (یہ مجرمین) تنگی اور سختی میں مبتلا رہیں۔

تفسیر سورۃ الشمس

سُوْرَةُ الشَّمْسِ (۹۱) مَكِّيَّةٌ (۲۶) | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ | اٰيَاتُهَا ۱۵ رُكُوْعُهَا ۱

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے

وَالشَّمْسِ وَضُحٰىهَا ۝۱ وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰىهَا ۝۲ وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰىهَا ۝۳ وَالَّيْلِ اِذَا

قسم ہے سورج کی اور اسکی روشنی کی ○ اور چاند کی جب وہ اسکے پیچھے آتا ہے ○ اور دن کی جب وہ سورج کو روشن کر دیتا ہے ○ اور رات کی جب

يَغْشٰىهَا ۝۴ وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰىهَا ۝۵ وَالْاَرْضِ وَمَا طَحٰىهَا ۝۶ وَنَفْسٍ

وہ ڈھانپ لیتی ہے اسکو ○ اور آسمان کی اور اس ذات کی جس نے اسکو بنایا ○ اور زمین کی اور اس ذات کی جس نے اس کو بچھایا ○ اور (انسانی) نفس کی

وَّمَا سَوّٰىهَا ۝۷ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا ۝۸ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا ۝۹ وَقَدْ

اور اس ذات کی جس نے اسے ٹھیک ٹھاک کیا ○ پھر القا کیا اسے اسکی بدکرداری اور اسکی پرہیزگاری کا ○ یقیناً فلاح پا گیا وہ جس نے نفس کا تزکیہ کیا ○ یقیناً

خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا ۝۱۰ كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِطَغْوٰىهَآ ۝۱۱ اِذِ انْۢبَعَثَ اَشْقٰىهَا ۝۱۲

ناکام ہوا وہ جس نے نفس کو دبا دیا ○ جھٹلایا قوم ثمود نے اپنی سرکشی کی وجہ سے ○ جب اٹھ کھڑا ہوا بڑا بدبخت اس قوم کا ○

فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ نَاقَةَ اللّٰهِ وَسُقْيٰهَا ۝۱۳ فَكَذَّبُوْهُ فَعَقَرُوْهَا ۙ۬

پس کہا ان سے اللہ کے رسول نے (حفاظت کرو تم) اللہ کی اونٹنی کی اور اسکو پانی پلانے کی ○ پس انہوں نے جھٹلایا اسکو پھر انہوں نے مار ڈالا اس (اونٹنی) کو

فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ بِذَنْۢبِهِمْ فَسَوّٰىهَا ۝۱۴ وَلَا يَخَافُ عُقْبٰهَا ۝۱۵ ع ١٥ / ١٦

پس تباہی ڈال دی ان پر انکے رب نے بوجہ انکے گناہ کے پھر برابر (ملیامیٹ) کر دیا انکو ○ اور نہیں ڈرتا وہ اس (اپنے کام) کے انجام سے ○

اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان عظیم آیات کے ذریعے سے فلاح یاب نفس اور اس کے علاوہ فاسق و فاجر نفوس پر قسم کھائی ہے' چنانچہ فرمایا: ﴿ وَالشَّمْسِ وَضُحٰىهَا ﴾ یعنی سورج' اس کی روشنی اور اس سے صادر ہونے والے فوائد کی قسم! ﴿ وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰىهَا ﴾ ''اور چاند کی جب اس کے پیچھے نکلے۔'' یعنی جب چاند منازل اور روشنی میں سورج

کے پیچھے چلے ﴿ وَالنَّهَارِ إِذَا جَلّٰهَا ﴾ ’’اور دن کی جب اسے چمکا دے۔‘‘ یعنی جب وہ روئے زمین پر تمام چیزوں کو روشن اور واضح کر دے۔ ﴿ وَالَّيْلِ إِذَا يَغْشٰهَا ﴾ ’’اور رات کی جب اسے چھپا لے۔‘‘ یعنی جب وہ تمام سطح زمین کو ڈھانپ لے اور زمین پر موجود ہر چیز تاریک ہو جائے۔ اس عالم میں اندھیرے اور اجالے‘ سورج اور چاند کا ایک نظم اور مہارت کے ساتھ‘ بندوں کے مصالح کے قیام کے لیے‘ ایک دوسرے کا تعاقب کرنا اس حقیقت کی سب سے بڑی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا علم رکھتا ہے اور ہر چیز پر قادر ہے‘ وہ اکیلا معبود ہے جس کے سوا ہر معبود باطل ہے۔

﴿ وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰهَا ﴾ ’’اور آسمان کی اور جس نے اسے بنایا۔‘‘ اس میں احتمال ہے کہ مَا موصولہ ہو‘ تب یہ قسم آسمان اور اس کے بنانے والے‘ یعنی اللہ تعالیٰ کی ہے۔ یہ بھی احتمال ہے کہ مَا مصدریہ ہو‘ تب قسم آسمان اور اس کے بنانے کی ہے جو مضبوطی‘ مہارت اور خوبصورتی کے ساتھ بنانے پر قادر ہونے کی غایت و انتہا ہے۔ اسی کے مانند اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: ﴿ وَالْأَرْضِ وَمَا طَحٰهَا ﴾ ’’اور زمین کی اور اس کی جس نے اسے پھیلایا۔‘‘ یعنی زمین کو پھیلایا اور اس کو وسعت عطا کی‘ تب اس وقت مخلوق اس سے ہر قسم کا فائدہ اٹھانے پر قادر ہوئی۔

﴿ وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰهَا ﴾ ’’اور نفس کی اور اس کی جس نے اس (کے اعضا) کو برابر کیا۔‘‘ اس میں ایک احتمال یہ ہے کہ اس میں تمام حیوانی مخلوق کا نفس مراد ہو، جیسا کہ لفظ کا عموم اس کی تائید کرتا ہے۔ دوسرا احتمال یہ ہے کہ صرف مکلف انسان کے نفس کی قسم ہو جس پر اس کے بعد آنے والی آیات دلالت کرتی ہیں۔ دونوں معنوں کے مطابق‘ نفس ایک بہت بڑی نشانی ہے جو اس کی قسم کو حق ثابت کرتی ہے، کیونکہ نفس انتہائی لطیف اور خفیف ہے۔ منتقل ہونے‘ حرکت‘ تغیر و تبدل‘ تأثر اور انفعالات نفسیہ‘ مثلاً: ہم و غم‘ ارادہ‘ قصد‘ محبت اور نفرت میں بہت تیز ہے۔ اگر نفس نہ ہو تو بدن مجرد بت ہے، جس کا کوئی فائدہ نہیں اور اس ہیئت میں اس کو درست کرنا جو اس وقت ہے‘ اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔

﴿ قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا ﴾ یعنی جس نے اپنے نفس کو گناہوں سے پاک کیا‘ عیوب سے صاف کیا‘ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے ذریعے سے اس کو ترقی دی اور علم نافع اور عمل صالح کے ذریعے سے اس کو بلند کیا وہ کامیاب ہوا۔ ﴿ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا ﴾ ’’اور وہ ناکام ہوا جس نے اسے چھپایا۔‘‘ یعنی جس نے اپنے نفس کریمہ کو رذائل کے میل کچیل کے ذریعے سے‘ عیوب اور گناہوں کے قریب ہو کر‘ ان امور کو ترک کر کے جو اس کی تکمیل اور نشوونما کرتے ہیں اور ان امور کو استعمال میں لا کر جو اس کو بدصورت بناتے اور بگاڑتے ہیں‘ چھپایا وہ ناکام رہا۔

﴿ كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِطَغْوٰىهَآ ﴾ ثمود نے اپنی سرکشی‘ حق کے مقابلے میں تکبر اور اللہ کے رسولوں کی نافرمانی کر کے تکذیب کی۔ ﴿ إِذِ انْۢبَعَثَ أَشْقٰىهَا ﴾ یعنی قبیلے کا بدبخت ترین شخص‘ قدار بن سالف‘ اونٹنی کی کونچیں

کاٹنے کے لیے اس وقت اٹھا' جب سب نے اس (جرم) پر اتفاق کیا اور اسے ایسا کرنے کا حکم دیا تو اس نے ان کی اطاعت کی۔ ﴿فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ﴾ تو اللہ کے رسول' یعنی صالح علیہ السلام نے ان کو تنبیہ کرتے ہوئے کہا: ﴿نَاقَةَ اللّٰهِ وَسُقْيٰهَا﴾ یعنی اللہ تعالیٰ کی اونٹنی کی کونچیں کاٹنے سے باز رہو جس کو اللہ تعالیٰ نے تمھارے لیے عظیم نشانی بنایا اور اس کا دودھ پلا کر اللہ تعالیٰ نے تم کو جس نعمت سے نوازا ہے اس کے جواب میں اونٹنی کو ہلاک نہ کرو۔

پس انھوں نے اپنے نبی حضرت صالح علیہ السلام کو جھٹلایا۔ ﴿فَعَقَرُوْهَا فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ بِذَنْۢبِهِمْ﴾ ''پس انھوں نے اس کی کونچیں کاٹ دیں تو ان کے رب نے ان کے گناہ کے باعث ان پر عذاب نازل کیا۔'' یعنی ان کو برباد کر دیا اور سب کو عذاب کی لپیٹ میں لے لیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اوپر سے ایک چنگھاڑ اور نیچے سے زلزلہ بھیجا تو وہ اپنے گھٹنوں کے بل اوندھے پڑے رہ گئے۔ تو ان میں کوئی پکارنے والا پایا گیا نہ جواب دینے والا۔ ﴿فَسَوّٰىهَا﴾ ان پر اس بستی کو برابر کر دیا' یعنی اس عذاب میں سب کو برابر کر دیا۔ ﴿وَلَا يَخَافُ عُقْبٰهَا﴾ ''اور اس کو ان کے بدلہ لینے کا کچھ بھی ڈر نہیں۔'' یعنی اس کے تاوان سے' وہ ڈر بھی کیسے سکتا ہے جب کہ وہ قہر والا ہے۔ اس کے قہر اور تصرف سے کوئی مخلوق باہر نہیں' اس نے جو فیصلہ کیا اور جو کام شروع کیا' وہ اس میں حکمت والا ہے۔

تفسیر سورۃ الیل

سُوْرَةُ الَّيْل (۹۲) مَكِّيَّةٌ (۹) — اٰيَاتُهَا ۲۱ — رُكُوْعُهَا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان بہت رحم کرنے والا ہے

وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى ۙ﴿۱﴾ وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰى ۙ﴿۲﴾ وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰٓى ۙ﴿۳﴾ اِنَّ

قسم ہے رات کی جب وہ چھا جاتی ہے○ اور دن کی جب وہ روشن ہوتا ہے○ اور اس ذات کی جس نے پیدا کیا نر اور مادہ کو○ بلاشبہ

سَعْيَكُمْ لَشَتّٰى ؕ﴿۴﴾ فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى ۙ﴿۵﴾ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى ۙ﴿۶﴾ فَسَنُيَسِّرُهٗ

تمھاری کوشش البتہ مختلف ہے○ پس لیکن جس نے دیا اور (اللہ سے) ڈرا○ اور اس نے تصدیق کی نیک بات کی○ تو یقیناً ہم توفیق دیں گے اسکو

لِلْيُسْرٰى ؕ﴿۷﴾ وَاَمَّا مَنْۢ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰى ۙ﴿۸﴾ وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى ۙ﴿۹﴾ فَسَنُيَسِّرُهٗ

آسان (راستے) کی○ اور لیکن جس نے بخل کیا اور بے پروا ہوا○ اور اس نے جھٹلایا نیک بات کو○ تو یقیناً ہم آسان کر دیں گے اس کیلئے

لِلْعُسْرٰى ؕ﴿۱۰﴾ وَمَا يُغْنِيْ عَنْهُ مَالُهٗٓ اِذَا تَرَدّٰى ؕ﴿۱۱﴾ اِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدٰى ﴿۱۲﴾ وَاِنَّ

تنگی کا (راستہ)○ اور نہیں فائدہ دے گا اس کو اس کا مال جب وہ (جہنم میں) گرے گا○ بلاشبہ ہمارے ہی ذمے ہے ہدایت دینا○ اور بلاشبہ

لَنَا لَلْاٰخِرَةَ وَالْاُوْلٰى ﴿۱۳﴾ فَاَنْذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظّٰى ﴿۱۴﴾ لَا يَصْلٰىهَآ اِلَّا الْاَشْقَى ۙ﴿۱۵﴾

ہمارے ہی اختیار میں ہے آخرت اور دنیا○ پس ڈرا دیا ہے میں نے تمھیں ایسی آگ سے جو بھڑک رہی ہے○ نہیں داخل ہوگا اس میں مگر بڑا بدبخت ہی○

الَّذِيْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ؕ﴿۱۶﴾ وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى ۙ﴿۱۷﴾ الَّذِيْ يُؤْتِيْ مَالَهٗ يَتَزَكّٰى ﴿۱۸﴾

وہ جس نے جھٹلایا اور روگردانی کی○ اور ضرور دور رکھا جائے گا اس سے بڑا پرہیزگار○ وہ جو دیتا ہے اپنا مال (تاکہ) وہ پاک ہو○

وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰۤى ⑲ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ

اور نہیں ہے کسی کا بھی اسکے ہاں کوئی احسان کہ وہ (اسکا) بدلہ دیا جا رہا ہو○ مگر صرف چاہنے کے لیے رضامندی

رَبِّهِ الْاَعْلٰى ⑳ وَلَسَوْفَ يَرْضٰى ㉑

اپنے رب برتر کی○ اور یقیناً عنقریب وہ (اللہ) راضی ہو جائے گا○

یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے زمانے کی قسم ہے جس میں بندوں کے احوال کے تفاوت کے مطابق ان کے افعال واقع ہوتے ہیں۔ فرمایا: ﴿ وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى ﴾ ''رات کی قسم! جب وہ چھا جائے۔'' یعنی جب تمام مخلوق کو اپنی تاریکی سے ڈھانپ لے۔ ﴿ وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰى ﴾ اور دن کی جب وہ مخلوق کے لیے خوب ظاہر ہو جائے اور مخلوق اس کے نور سے روشن ہو جائے اور اپنے اپنے کاموں میں پھیل جائے۔ ﴿ وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰۤى ﴾ یہاں اگر مـا موصولہ ہے تو یہ قسم خود اللہ تعالیٰ کے نفس مقدس کی قسم ہے جو مرد اور عورت کا خالق ہونے سے موصوف ہے اور اگر مـا مصدریہ ہے تو یہ مرد اور عورت کی تخلیق کی قسم ہے۔ اس میں اس کی حکمت کا کمال یہ ہے کہ اس نے حیوانات کی تمام اصناف میں جن کو باقی رکھنے کا ارادہ کرتا ہے نر اور مادہ پیدا کیا ہے تا کہ ان کی نوع باقی رہے اور وہ معدوم نہ ہو جائے اور شہوت کے سلسلے کے ذریعے سے دونوں کو ایک دوسرے کی طرف متوجہ کیا اور دونوں کو ایک دوسرے کے لیے مناسب بنایا۔ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ۔

﴿ اِنَّ سَعْيَكُمْ لَشَتّٰى ﴾ اور یہی وہ چیز ہے جس پر قسم کھائی گئی ہے یعنی اے مکلفو! تمھاری کوششوں میں بہت تفاوت ہے۔ یہ تفاوت نفس اعمال ان کی مقدار اور ان میں نشاط میں تفاوت کی بنا پر ہے اور یہ تفاوت ان اعمال کی غایت مقصود کے مطابق ہے کہ آیا یہ عمل اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ہے جو بلند اور ہمیشہ باقی رہنے والا ہے تو اس کی بقا کے ساتھ یہ عمل بھی باقی رہے گا اور صاحب عمل اس سے منتفع ہوگا؟ یا یہ عمل کسی زائل ہونے والے فانی غایت ومقصود کے لیے ہے کہ اس کے بطلان کے ساتھ اس کی کوشش باطل اور اس کے اضمحلال کے ساتھ مضمحل ہو جائے گی؟ ہر وہ عمل جس میں اللہ کی رضا مقصود نہ ہو اسی وصف سے موصوف ہوتا ہے۔

بنا بریں اللہ تعالیٰ نے عمل کرنے والوں کو فضیلت دی اور ان کے اعمال کا وصف بیان فرمایا: ﴿ فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى ﴾ ''تو جس نے (اللہ کے راستے میں) مال دیا۔'' یعنی اسے جن مالی عبادات کا حکم دیا گیا تھا مثلاً: زکوٰۃ نفقات کفارات صدقات اور بھلائی کے کاموں میں خرچ کرنا اور بدنی عبادات مثلاً: نماز روزہ وغیرہ اور وہ عبادات جو مالی اور بدنی عبادات کی مرکب ہیں مثلاً: حج اور عمرہ وغیرہ انھیں ادا کیا۔ ﴿ وَاتَّقٰى ﴾ اور وہ ان امور محرمہ اور مختلف قسم کے گناہوں سے بچتا رہا جن سے اسے روکا گیا تھا۔ ﴿ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى ﴾ ''اور اس نے نیک بات کی تصدیق کی۔'' یعنی اس نے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اور ان عقائد دینیہ اور ان پر مرتب ہونے والی جزا کی تصدیق کی جو

اس لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ کی تائید کرتے ہیں ﴿ فَسَنُیَسِّرُهٗ لِلْیُسْرٰی ﴾ تو ہم اس کے لیے اس کے کام کو آسان کر دیتے ہیں اور اس کے لیے ہر بھلائی پر عمل کرنا اور ہر برائی کو ترک کرنا سہل اور آسان بنا دیتے ہیں، کیونکہ اس نے آسانی کے اسباب اختیار کیے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اسے اس کے لیے آسان کر دیا۔

﴿ وَ اَمَّا مَنْۢ بَخِلَ ﴾ اور جس نے ان امور کے بارے میں بخل سے کام لیا جن کا اسے حکم دیا گیا' انفاق واجب و مستحب کو ترک کر دیا اور جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے اس پر واجب کیا تھا اس کا نفس اسے ادا کرنے پر راضی نہ ہوا ﴿ وَاسْتَغْنٰی ﴾ اور اللہ تعالیٰ سے بے نیاز بنا رہا اور نافرمانی سے اس کی عبودیت کو ترک کر دیا' نیز اس نے یہ نہ دیکھا کہ اس کا نفس غایت حد تک اپنے رب کا محتاج ہے جس کے لیے کوئی نجات ہے نہ کوئی فوز و فلاح' سوائے اس سبب سے کہ اللہ تعالیٰ ہی اس کا محبوب و معبود ہو جس کا وہ قصد کرے اور اس کی طرف متوجہ ہو۔ ﴿ وَ كَذَّبَ بِالْحُسْنٰی ﴾ ''اور اس نے نیک بات کی تکذیب کی۔'' یعنی ان عقائد حسنہ کو جھٹلایا جن کی تصدیق اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر واجب کی تھی ﴿ فَسَنُیَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰی ﴾ ''تو ہم اس کے لیے (گناہ کے) مشکل کام آسان کر دیتے ہیں۔'' یعنی حالت عسرت اور خصائل مذمومہ کے لیے' اس سبب سے کہ برائی جہاں کہیں بھی ہوگی' اس کے لیے آسان کر دی جائے گی اور نافرمانی کے افعال اس کے لیے مقدر کر دیے جائیں گے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے عافیت کا سوال کرتے ہیں۔

﴿ وَمَا یُغْنِیْ عَنْهُ مَالُهٗۤ ﴾ جس مال نے اسے سرکش بنایا تھا جس کی بنا پر وہ (اللہ تعالیٰ سے) بے نیاز بنا رہا اور اس میں بخل کرتا رہا اس کے کچھ کام نہ آئے گا' یعنی جب وہ ہلاک ہوگا اور اسے موت آئے گی تو نیک عمل کے سوا کوئی چیز انسان کے ساتھ نہیں جائے گی۔ رہا اس کا وہ مال جس میں اس نے زکوٰۃ وغیرہ ادا نہیں کی تو یہ مال اس کے لیے وبال بن جائے گا، کیونکہ اس نے اس مال میں سے اپنی آخرت کے لیے کچھ آگے نہیں بھیجا۔ ﴿ اِنَّ عَلَیْنَا لَلْهُدٰی ﴾ ''بے شک ہمارے ذمے تو راہ دکھا دینا ہے۔'' یعنی وہ ہدایت جس کا راستہ سیدھا ہے جو اللہ تعالیٰ تک پہنچاتا اور اس کی رضا کے قریب کرتا ہے۔ رہی گمراہی تو اس کے تمام راستے اللہ تک پہنچنے کے لیے مسدود ہیں۔ گمراہی کے راستے' ان پر چلنے والے کو صرف سخت عذاب ہی میں پہنچاتے ہیں۔ ﴿ وَاِنَّ لَنَا لَلْاٰخِرَةَ وَالْاُوْلٰی ﴾ یعنی آخرت اور دنیا ہماری ملکیت اور ہمارے تصرّف میں ہے اور اس بارے میں اس کا کوئی شریک نہیں۔ پس رغبت کرنے والوں کو چاہیے کہ وہ اس کی طلب کی طرف راغب ہوں اور مخلوق سے ان کی تمام امیدیں منقطع ہوں۔ ﴿ فَاَنْذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظّٰی ﴾ میں نے تمھیں بھڑکتی ہوئی اور جلتی ہوئی آگ سے ڈرایا ہے ﴿ لَا یَصْلٰىهَاۤ اِلَّا الْاَشْقَی ○ الَّذِیْ كَذَّبَ ﴾ اس میں وہی داخل ہوگا جو بڑا بد بخت ہے اور جس نے رسول کی خبر کو جھٹلایا ﴿ وَتَوَلّٰی ﴾ اور حکم سے منہ موڑا۔

﴿ وَسَیُجَنَّبُهَا الْاَتْقَی ○ الَّذِیْ یُؤْتِیْ مَالَهٗ یَتَزَكّٰی ﴾ ''اور اس سے ایسا شخص دور رکھا جائے گا جو بڑا پرہیزگار ہوگا جو پاکی حاصل کرنے کے لیے اپنا مال دیتا ہے۔'' یعنی اس کا مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے اپنے نفس کا

تزکیہ اور گناہوں اور عیوب سے اس کی تطہیر ہو۔ ہم اسے بچالیں گے۔ آیت کریمہ دلالت کرتی ہے کہ جب انفاق مستحب ترک واجب' مثلاً: قرض اور نفقہ واجبہ کی عدم ادائیگی وغیرہ کو متضمن ہو تو یہ غیر مشروع ہے بلکہ بہت سے اہل علم کے نزدیک یہ عطیہ لوٹا یا جائے گا، کیونکہ وہ ایک مستحب فعل کے ذریعے سے اپنے نفس کا تزکیہ کر رہا ہے اور اس پر واجب فوت ہو رہا ہے۔

﴿ وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰٓى ﴾ یعنی اس متقی پر مخلوق میں سے کسی کا کوئی احسان نہیں کہ جس کا بدلہ دیا جا رہا ہو اس نے اس نعمت کا بدلہ اتار دیا ہے۔ بسا اوقات لوگوں پر اس کا فضل واحسان باقی رہ جاتا ہے۔ پس وہ بندے پر اللہ کے لیے مخلصانہ ہمدردی وخیر خواہی کرتا ہے، کیونکہ وہ اکیلے اللہ تعالیٰ کے احسان ہی کے زیر بار ہے۔ رہا وہ شخص جس پر لوگوں کا احسان باقی ہے اور اس نے اس کا بدلہ نہیں دیا تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ لوگوں کے لیے چھوڑ دیا جائے گا جس کی وجہ سے وہ ان کی خاطر کوئی ایسا فعل سرانجام دے گا جو اس کے اخلاص میں نقص ڈالے گا۔

آیت کریمہ کا مصداق اگرچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں بلکہ کہا جاتا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سبب ہی سے نازل ہوئی۔ ان پر مخلوق میں سے کسی کا بھی کوئی احسان نہیں تھا کہ جس کا اسے بدلہ دیا جا رہا ہو حتی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی آپ پر کوئی (دنیاوی) احسان نہ تھا۔ البتہ بحیثیت رسول احسان تھا جس کا بدلہ اتارنا کسی کے لیے ممکن نہیں اور یہ ہے دین اسلام کی طرف دعوت دینے کا احسان' ہدایت اور دین حق کی تعلیم، کیونکہ ہر شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر احسان ہے۔ یہ ایسا احسان ہے جس کا بدلہ دیا جا سکتا ہے نہ مقابلہ کیا جا سکتا ہے' تاہم جو بھی ان اوصافِ فاضلہ سے متصف ہوگا' اس کا مصداق ٹھہرے گا۔

پس تمام مخلوق میں سے کسی کا کوئی احسان اس کے ذمے باقی نہ رہا جس کا بدلہ دیا جائے' لہٰذا اس کے تمام اعمال خالص اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں' اس لیے فرمایا: ﴿ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى ○ وَلَسَوْفَ يَرْضٰى ﴾ ''وہ صرف اپنے ربِّ اعلیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے دیتا ہے اور وہ عنقریب خوش ہو جائے گا۔'' یہ متقی مختلف انواع کے اکرام وتکریم اور ثواب پر راضی ہوگا جو اللہ تعالیٰ اسے عطا کرے گا۔

تفسیر سورۃ الضحیٰ

سُوْرَةُ الضُّحٰى (٩٣) مَكِّيَّةٌ (١١) — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ — اٰيَاتُهَا ١١ رُكُوْعُهَا ١

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان بہت رحم کرنے والا ہے

وَالضُّحٰى ① وَالَّيْلِ اِذَا سَجٰى ② مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى ③ وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ

قسم ہے دن چڑھے کی ○ اور رات کی جب وہ چھا جائے ○ نہیں چھوڑا آپ کو آپ کے رب نے اور نہ وہ (آپ سے) ناراض ہوا ○ اور یقیناً آخرت بہت بہتر ہے

لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى ④ وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ⑤ اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا

آپ کیلئے دنیا سے ○ اور البتہ عنقریب عطا کرے گا آپ کو آپ کا رب کہ آپ راضی ہو جائیں گے ○ کیا نہیں پایا اس نے آپ کو یتیم'

فَاٰوٰی ۝۶ وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰی ۝۷ وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰی ۝۸ فَاَمَّا الْيَتِيْمَ
پس اس نے جگہ دی ○ اور اس نے پایا آپ کو گم کردہ راہ پس اس نے ہدایت دی ○ اور اس نے پایا آپ کو تنگ دست پس اس نے غنی کر دیا ○ پس لیکن یتیم
فَلَا تَقْهَرْ ۝۹ وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ ۝۱۰ وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ۝۱۱
تو نہ سختی کیجیے اس پر ○ اور لیکن سائل تو نہ جھڑکیے (اسے) ○ اور لیکن نعمت اپنے رب کی پس بیان کیجیے (اسے) ○

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کے لیے اپنی عنایت پر دن کی قسم کھائی ہے جب چاشت کے وقت اس کی روشنی پھیل جائے اور رات کی قسم کھائی ہے جب وہ ٹھہر جائے اور اس کی تاریکی چھا جائے اور فرمایا: ﴿مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ﴾ یعنی جب سے آپ پر اللہ تعالیٰ کی عنایت ہے اس نے آپ کو نہیں چھوڑا اور جب سے اس نے آپ کی نشوونما کی اور آپ پر مہربانی کی اس نے آپ پر توجہ اور عنایت کو ترک نہیں کیا بلکہ وہ آپ کی کامل ترین طریقے سے تربیت کرتا رہتا ہے اور درجہ بدرجہ آپ کو بلندی عطا کرتا رہتا ہے۔ ﴿وَمَا قَلٰی﴾ ’’اور وہ آپ سے بیزار نہیں ہوا۔‘‘ یعنی جب سے اللہ تعالیٰ نے آپ سے محبت کی ہے وہ آپ سے ناراض نہیں ہوا، کیونکہ ضد کی نفی، اس کی ضد کے ثبوت کی دلیل ہے۔ محض نفی جب تک کہ وہ ثبوتِ کمال کی متضمن نہ ہو مدح نہیں ہوتی۔ یہ رسول اللہ ﷺ کے ماضی کا حال ہے، جبکہ موجودہ حالت اللہ تعالیٰ کی آپ کے ساتھ محبت اس میں استمرار، کمال کے درجات میں آپ کی ترقی اور آپ پر اللہ تعالیٰ کی دائمی عنایت کے لحاظ سے کامل ترین حال ہے۔

رہا مستقبل میں آپ کا حال تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰی﴾ یعنی آپ کے احوال میں سے ہر متاخر حال کو سابقہ احوال پر فضیلت حاصل ہے چنانچہ رسول اللہ ﷺ درجات عالیہ پر ترقی کرتے رہے اللہ تعالیٰ آپ کے دین کو تمکن عطا کرتا رہا آپ کے دشمنوں کے خلاف آپ کو فتح ونصرت سے بہرہ مند کرتا رہا اور آپ کے احوال کو درست کرتا رہا یہاں تک کہ آپ نے وفات پائی۔ آپ فضائل اللہ تعالیٰ کی نعمتوں آنکھوں کی ٹھنڈک اور دل کے سرور کے ایسے حال پر پہنچ گئے جہاں اوّلین وآخرین نہیں پہنچ سکے۔ پھر اس کے بعد آخرت میں آپ کے حال سے متعلق اکرام وتکریم اور انواع واقسام کے انعامات کی تفصیلات کے بارے میں مت پوچھیے اس لیے فرمایا: ﴿وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰی﴾ ’’اور وہ عنقریب آپ کو وہ کچھ عطا کرے گا کہ آپ خوش ہو جائیں گے‘‘ اور یہ ایک ایسا معاملہ ہے جس کی اس جامع عبارت کے بغیر تعبیر ممکن ہی نہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ ان خاص احوال کے ذریعے سے جنھیں وہ جانتا ہے آپ پر اپنے احسان کا ذکر کرتا ہے چنانچہ فرمایا: ﴿اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَاٰوٰی﴾ یعنی آپ کو اس طرح پایا کہ آپ کی ماں تھی نہ باپ بلکہ آپ کے ماں باپ اس وقت وفات پا گئے جب کہ آپ اپنی دیکھ بھال خود نہیں کر سکتے تھے۔ آپ کے دادا عبدالمطلب نے آپ کی کفالت کی پھر آپ کے دادا بھی وفات پا گئے تو آپ کے چچا ابوطالب نے آپ کی کفالت کی یہاں تک کہ

اللہ تعالیٰ نے اپنی نصرت اور اہل ایمان کے ذریعے سے آپ کی مدد فرمائی۔

﴿ وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس حال میں پایا کہ آپ نہیں جانتے تھے کہ کتاب کیا ہے اور ایمان کیا ہے۔ پس اس نے آپ کو وہ علم عطا کیا جو آپ نہیں جانتے تھے اور آپ کو بہترین اعمال اور بہترین اخلاق کی توفیق بخشی۔ ﴿ وَوَجَدَكَ عَآئِلًا ﴾ یعنی آپ کو محتاج پایا ﴿ فَاَغْنٰى ﴾ پس اللہ تعالیٰ نے آپ کو شہروں کی فتوحات کے ذریعے سے' جہاں سے آپ کے لیے مال اور خراج آیا' غنی کر دیا۔ جس ہستی نے آپ کی یہ کمی دور کی ہے وہ عنقریب آپ کی ہر کمی کو دور کر دے گی اور وہ ہستی جس نے آپ کو تونگری تک پہنچایا' آپ کو پناہ دی' آپ کو نصرت عطا کی اور آپ کو راہ راست سے نوازا' اس کی نعمت پر شکر ادا کیجیے۔

اس لیے فرمایا: ﴿ فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ ﴾ یعنی یتیم کے ساتھ برا معاملہ نہ کیجیے' آپ اس پر تنگ دل ہوں نہ آپ اسے جھڑکیں بلکہ اس کا اکرام کریں جو کچھ میسر ہے آپ اسے عطا کریں اور آپ اس کے ساتھ ایسا سلوک کریں جیسا آپ چاہتے ہیں کہ آپ کے بعد آپ کی اولاد سے کیا جائے۔ ﴿ وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ ﴾ یعنی آپ کی طرف سے سائل کے لیے کوئی ایسی بات' یعنی ڈانٹ اور ترش روئی وغیرہ صادر نہ ہو جو سائل کو اس کے مطلوب سے رد کرنے کی مقتضی ہو بلکہ آپ کے پاس جو کچھ میسر ہے اسے عطا کر دیجیے یا اسے معروف اور بھلے طریقے سے لوٹا دیجیے۔

اس میں مال کا سوال کرنے والا اور علم کا سوال کرنے والا دونوں داخل ہیں' بنابریں معلم متعلم کے ساتھ حسن سلوک' اکرام و تکریم اور شفقت و مہربانی سے پیش آنے پر مامور ہے، کیونکہ ایسا کرنے میں اس کے مقصد میں اس کی اعانت اور اس شخص کے لیے اکرام و تکریم ہے جو قوم و ملک کو نفع پہنچانے کے لیے کوشاں ہے۔ فرمایا: ﴿ وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ ﴾ ''اور اپنے رب کی نعمتوں کو۔'' اس میں دینی اور دنیاوی دونوں نعمتیں شامل ہیں ﴿ فَحَدِّثْ ﴾ ''بیان کرتا رہ۔'' یعنی ان نعمتوں کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کیجیے اور اگر کوئی مصلحت ہو تو ان کا خاص طور پر ذکر کیجیے، ورنہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا علی الاطلاق ذکر کیجیے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی نعمت کا ذکر' اس پر شکر گزاری کا موجب اور دلوں میں اس ہستی کی محبت کا موجب ہے جس نے نعمت عطا کی، کیونکہ محسن کے ساتھ محبت کرنا دلوں کی فطرت ہے۔

تفسیر سورۃ الانشراح

سُوْرَةُ الْاِنْشِرَاحِ (۹۴) مَكِّيَّةٌ (۱۲) | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ | اٰيَاتُهَا ۸ رُكُوْعُهَا ۱

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان بہت رحم کرنے والا ہے

اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ۝۱ وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ ۝۲ الَّذِيْٓ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ ۝۳

کیا نہیں کھول دیا ہم نے آپ کیلئے آپکا سینہ؟ ○ اور ہم نے اتار دیا آپ سے آپکا بوجھ ○ وہ جس نے توڑ دی تھی آپکی کمر ○

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ﴿٤﴾ فَإِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ﴿٥﴾ إِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ﴿٦﴾ فَإِذَا

اور ہم نے بلند کر دیا آپ کیلئے آپکا ذکر ○ پس یقیناً (ہر) تنگی کے ساتھ آسانی ہے ○ بلاشبہ (ہر) تنگی کے ساتھ آسانی ہے ○ پس جب

فَرَغْتَ فَانْصَبْ ﴿٧﴾ وَإِلَىٰ رَبِّكَ فَارْغَبْ ﴿٨﴾

آپ فارغ ہو جائیں تو محنت کیجیے ○ اور اپنے رب کی طرف، پس رغبت کیجیے ○

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے رسول ﷺ پر اپنے احسان کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے: ﴿ أَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ﴾ یعنی شرائع دین، اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے، مکارم اخلاق سے متصف ہونے، آخرت کو مدنظر رکھنے اور نیکیوں کی تسہیل کے لیے کیا ہم نے آپ کے سینے کو کشادہ نہیں کر دیا؟ پس (آپ کا سینہ) تنگ اور گھٹا ہوا نہیں تھا کہ آپ کسی بھلائی پر عمل نہ کرتے اور نہ ایسا تھا کہ آپ اس کو انبساط کی حالت میں بہت کم پاتے۔

﴿ وَوَضَعْنَا عَنكَ وِزْرَكَ ﴾ یعنی ہم نے آپ سے آپ کے گناہ کا بوجھ اتار دیا ﴿ الَّذِي أَنقَضَ ﴾ ''جس نے توڑ رکھا تھا'' یعنی بوجھل کیا ہوا تھا ﴿ ظَهْرَكَ ﴾ ''آپ کی کمر کو۔'' جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ لِّيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِن ذَنبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ ﴾ (الفتح: ۲/۴۸) ''تا کہ جو گناہ آپ سے پہلے سرزد ہوئے اور جو پیچھے سرزد ہوئے، ان سب کو اللہ بخش دے۔''

﴿ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ﴾ یعنی ہم نے آپ کی قدر و منزلت بلند کی، ہم نے آپ کو ثنائے حسن اور ذکر بلند سے سرفراز کیا جہاں آج تک مخلوق میں سے کوئی ہستی نہیں پہنچ سکی۔ پس جب بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جاتا ہے تو اس کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کا ذکر کیا جاتا ہے، مثلاً: اسلام میں داخل ہوتے وقت، اذان اور اقامت کے اندر، خطبوں اور دیگر امور میں جن کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول محمد مصطفیٰ ﷺ کا ذکر بلند کیا ہے۔ امت کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کے بعد آپ کے لیے جو محبت، تعظیم اور اجلال ہے وہ کسی اور کے لیے نہیں۔ پس اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کی امت کی طرف سے افضل ترین جزائے خیر عطا کرے جو کسی نبی کو اس کی امت کی طرف سے عطا کی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: ﴿ فَإِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ○ إِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ﴾ ''بے شک تنگی کے ساتھ آسانی ہے۔ بے شک تنگی کے ساتھ آسانی ہے۔'' ایک عظیم الشان خوشخبری ہے کہ جب بھی کوئی تنگی اور سختی پائی جائے گی تو اس کے ساتھ ساتھ آسانی بھی ہو گی حتیٰ کہ اگر تنگی گوہ کے بل میں داخل ہو جائے تو آسانی اس کے ساتھ داخل ہو گی اور اسے باہر نکال لائے گی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ سَيَجْعَلُ اللَّهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُسْرًا ﴾ (الطلاق: ۷/۶۵) ''عنقریب اللہ تعالیٰ تنگی کے ساتھ کشائش عطا کرے گا۔'' اور جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''تکلیف کے ساتھ کشادگی ہوتی ہے اور تنگی کی معیت میں کشائش ہے۔''[1]

[1] مسند أحمد: ۱/ ۳۰۷۔ ۳۰۸

دونوں آیات کریمہ میں اَلْعُسْر کو معرفہ استعمال کرنا دلالت کرتا ہے کہ وہ واحد ہے اور اَلْیُسْر کو نکرہ استعمال کرنا اس کے تکرار پر دلالت کرتا ہے۔ پس ایک تنگی دو آسانیوں پر غالب نہیں آئے گی۔ الف لام کے ساتھ معرفہ بنانے میں جو کہ استغراق اور عموم پر دلالت کرتا ہے' دلیل ہے کہ ہر تنگی' خواہ وہ اپنی انتہا کو پہنچ جائے' اس کے آخر میں آسانی کا آنا لازم ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو اور آپ کے اتباع میں تمام اہل ایمان کو حکم دیا کہ وہ اس کا شکر ادا کریں اور اس کی نعمتوں کے واجبات کو قائم کریں' چنانچہ فرمایا: ﴿فَإِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ﴾ یعنی جب آپ اپنے اشغال سے فراغت حاصل کریں اور آپ کے قلب میں کوئی ایسی چیز باقی نہ رہ جائے جو اسے (ذکر الٰہی سے) روکتی ہو' تب آپ عبادت اور دعا میں جدّ وجہد کیجیے۔ ﴿وَإِلَىٰ رَبِّكَ﴾ اور اپنے اکیلے رب کی طرف ﴿فَارْغَبْ﴾ ''پس متوجہ ہو جائیں۔'' یعنی اپنی پکار کے جواب اور اپنی دعاؤں کی قبولیت کے لیے اپنی رغبت بڑھایئے۔ آپ ان لوگوں میں سے نہ ہوں جو فارغ ہوتے ہیں تو کھیل تماشے میں مشغول ہو جاتے ہیں' اپنے رب اور اس کے ذکر سے منہ موڑ لیتے ہیں' ایسا نہ ہو کہ آپ خسارہ پانے والوں میں شامل ہو جائیں۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس آیت کریمہ کے معنی ہیں کہ جب آپ نماز پڑھ کر اس سے فارغ ہوں تو دعا میں محنت کیجیے اور اپنے مطالب کے سوال کرنے میں اپنے رب کی طرف رغبت کیجیے۔ اس قول کے قائلین' اس آیت کریمہ سے' فرض نمازوں کے بعد دعا اور ذکر وغیرہ کی مشروعیت پر استدلال کرتے ہیں۔ واللہ أعلم .

تفسیر سورۃ التین

سُوْرَةُ التِّيْنِ (۹۵) مَكِّيَّةٌ (۲۸) — اٰيَاتُهَا ۸ رُكُوْعُهَا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان بہت رحم کرنے والا ہے

وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ ۝۱ وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ ۝۲ وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ ۝۳ لَقَدْ
قسم ہے انجیر کی اور زیتون کی ○ اور طور سیناء کی ○ اور اس پر امن شہر (مکہ) کی ○ البتہ یقیناً
خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ۝۴ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ ۝۵ اِلَّا
ہم نے پیدا کیا انسان کو بہترین شکل وصورت میں ○ پھر ہم نے لوٹا (یعنی کر) دیا اس کو پست تر پستوں سے بھی ○ مگر
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ۝۶ فَمَا
وہ لوگ جو ایمان لائے اور عمل کیے انہوں نے نیک تو ان کے لیے اجر ہے غیر منقطع ○ پس کون سی چیز
يُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالدِّيْنِ ۝۷ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحٰكِمِيْنَ ۝۸ ع
تجھے جھٹلانے (پر آمادہ) کرتی ہے (اے انسان!) اس کے بعد جزا کو؟ ○ کیا نہیں ہے اللہ سب حاکموں سے بڑا حاکم؟ ○

﴿التِّيْنِ﴾ انجیر کا معروف درخت اور اسی طرح ﴿الزَّيْتُوْنِ﴾ زیتون بھی ایک معروف درخت ہے۔ اللہ

تبارک وتعالیٰ نے ان دونوں کی قسم ان کے اور ان کے پھل کے کثیر الفوائد ہونے کی بنا پر کھائی ہے' نیز اس بنا پر قسم کھائی ہے کہ ان دونوں درختوں کی ارض شام (فلسطین) میں' جو حضرت عیسیٰ ابن مریم کی نبوت کا محل ومقام ہے' کثرت ہے۔ ﴿ وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ ﴾ "طور سینا کی قسم!" جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت کا مقام ہے۔ ﴿ وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ ﴾ "اور اس امن والے شہر کی۔" اس سے مراد مکہ مکرمہ ہے جو رسول مصطفی محمد ﷺ کی نبوت کا محل ومقام ہے۔ پس اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان مقامات مقدسہ کی قسم کھائی جن کو اللہ تعالیٰ نے چن لیا اور جہاں تمام انبیاء میں سب سے زیادہ شرف وفضیلت کے حامل نبی مبعوث ہوئے۔

اور جس امر پر قسم کھائی گئی ہے وہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: ﴿ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْۤ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ﴾ "ہم نے انسان کو بہت اچھی صورت میں پیدا کیا ہے۔" یعنی کامل تخلیق' متناسب اعضا اور بلند قامت کے ساتھ پیدا کیا ہے' وہ ظاہر اور باطن میں جس چیز کا محتاج ہے' اس سے محروم نہیں۔ ان عظیم نعمتوں کے باوجود جن کا شکر کیا جانا چاہیے' اکثر مخلوق منعم کے شکر سے منحرف اور لہو ولعب میں مشغول ہے۔ لوگ اپنے لیے پست ترین معاملے اور ردی اخلاق پر راضی ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کو پست سے پست مقام کی طرف لوٹا دیا' یعنی جہنم کا سب سے نچلا حصہ جو اپنے رب کی نافرمانی کرنے والے سرکشوں کا مقام ہے' سوائے ان لوگوں کے جن کو اللہ تعالیٰ نے ایمان' عمل صالح اور اخلاق فاضلہ سے نوازا۔ ﴿ فَلَهُمْ ﴾ پس ان کے لیے ان اعمال کی وجہ سے بلند منازل ہیں اور ﴿ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ﴾ منقطع نہ ہونے والا اجر ہے بلکہ ان کے لیے وافر لذتیں' متواتر فرحتیں اور بکثرت نعمتیں' اتنے عرصے تک حاصل ہوں گی جو کبھی ختم نہیں ہوگا۔ وہ ایسی نعمتوں (بھری جنت) میں رہیں گے جو کبھی نہیں بدلے گی جس کے پھل اور سائے دائمی ہوں گے۔

﴿ فَمَا يُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالدِّيْنِ ﴾ پس اے انسان! کون سی چیز اس کے بعد تجھے اعمال کی جزا وسزا کے جھٹلانے پر آمادہ کرتی ہے' حالانکہ تو اللہ تعالیٰ کی بہت سی نشانیوں کو دیکھ چکا ہے جن سے تجھے یقین حاصل ہوسکتا ہے اور تو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو دیکھ چکا ہے جو تجھ پر واجب ٹھہراتی ہیں کہ تو ان میں سے کسی چیز کا انکار نہ کرے جس کی اس نے تجھے خبر دی ہے۔ ﴿ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحٰكِمِيْنَ ﴾ "کیا اللہ سب سے بڑا حاکم نہیں ہے؟" کیا اس کی حکمت تقاضا کرتی ہے کہ مخلوق کو بے کار اور مہمل چھوڑ دیا جائے' ان کو حکم دیا جائے نہ کسی چیز سے روکا جائے' ان کو ثواب عطا کیا جائے نہ عذاب دیا جائے؟ یا وہ جس نے بنی نوع انسان کو کئی مراحل میں پیدا کیا' ان کو اتنی نعمتوں' بھلائیوں اور احسانات سے نوازا جن کو وہ شمار نہیں کر سکتے' بہترین طریقے سے ان کی پرورش کی' ضرور ان کو اس گھر کی طرف لوٹائے گا جو ان کا ٹھکانا اور ان کی غایت وانتہا ہے' جس کا وہ قصد کرتے ہیں اور جس کی طرف وہ ارادہ رکھتے ہیں۔

تفسیر سورۃ العلق

سُوْرَةُ العَلَق (۹۶) مَكِّيَّةٌ (۱) — اٰیَاتُهَا ۱۹ — رُكُوْعُهَا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان بہت رحم کرنے والا ہے

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ﴿۱﴾ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ﴿۲﴾ اِقْرَاْ وَ رَبُّكَ الْاَكْرَمُ ﴿۳﴾

پڑھیے اپنے رب کے نام سے وہ جس نے پیدا کیا ○ اس نے پیدا کیا انسان کو جمے ہوئے خون سے ○ پڑھیے اور آپ کا رب بڑا کریم ہے ○

الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ﴿۴﴾ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ ﴿۵﴾ كَلَّاۤ اِنَّ الْاِنْسَانَ

وہ ذات جس نے (علم) سکھلایا قلم کے ذریعے سے ○ اس نے سکھلایا انسان کو جو کچھ نہیں جانتا تھا وہ ○ یقیناً! بلاشبہ انسان

لَیَطْغٰۤی ﴿۶﴾ اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰی ﴿۷﴾ اِنَّ اِلٰی رَبِّكَ الرُّجْعٰی ﴿۸﴾ اَرَءَیْتَ الَّذِیْ یَنْهٰی ﴿۹﴾

البتہ سرکشی کرتا ہے ○ اس لیے کہ وہ دیکھتا ہے اپنے آپ کو بے پروا ○ بلاشبہ آپ کے رب ہی کی طرف واپسی ہے ○ بھلا بتلا تو سہی وہ شخص جو روکتا ہے ○

عَبْدًا اِذَا صَلّٰی ﴿۱۰﴾ اَرَءَیْتَ اِنْ كَانَ عَلَی الْهُدٰۤی ﴿۱۱﴾ اَوْ اَمَرَ بِالتَّقْوٰی ﴿۱۲﴾ اَرَءَیْتَ

ایک بندے (محمد ﷺ) کو جب وہ نماز پڑھتا ہے ○ بھلا بتلا تو! اگر ہو وہ (نمازی) ہدایت پر ○ یا وہ حکم دیتا ہو پرہیز گاری کا ○ بھلا بتلا تو!

اِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰی ﴿۱۳﴾ اَلَمْ یَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰهَ یَرٰی ﴿۱۴﴾ كَلَّا لَىِٕنْ لَّمْ یَنْتَهِ ۙ۬ لَنَسْفَعًۢا

اگر اس نے جھٹلایا اور روگردانی کی ○ کیا نہیں جانتا اس نے یہ کہ بلاشبہ اللہ (اسے) دیکھ رہا ہے؟ ○ ہرگز نہیں! البتہ اگر نہ رکا وہ تو ضرور گھسیٹیں گے ہم (اس کو)

بِالنَّاصِیَةِ ﴿۱۵﴾ نَاصِیَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ ﴿۱۶﴾ فَلْیَدْعُ نَادِیَهٗ ﴿۱۷﴾ سَنَدْعُ الزَّبَانِیَةَ ﴿۱۸﴾

پیشانی کے بالوں سے (پکڑ کر) ○ پیشانی جھوٹی خطاکار ○ پس چاہیے کہ وہ بلا لے اپنی مجلس کو ○ یقیناً ہم بھی بلا لیں گے عذاب کے فرشتوں کو ○

كَلَّا ؕ لَا تُطِعْهُ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ ﴿۱۹﴾

السجدة ۱۴

ہرگز نہیں! نہ اطاعت کریں آپ اس کی اور سجدہ کیجیے اور قرب حاصل کیجیے ○

رسول اللہ ﷺ پر نزول کے اعتبار سے یہ قرآن کی اولین سورت ہے یہ نبوت کے ابتدائی زمانے میں نازل ہوئی، جب آپ نہیں جانتے تھے کہ کتاب کیا ہے اور ایمان کیا چیز ہے؟ پس جبریل علیہ السلام پیغام الٰہی لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے کہا کہ آپ پڑھیں مگر آپ نے عذر پیش کیا اور کہا ”میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔“ جبریل بار بار یہی بات دہراتے رہے۔ یہاں تک کہ آپ نے پڑھا اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں: ﴿اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ﴾ ”اپنے رب کا نام لے کر پڑھیں جس نے پیدا کیا۔“ یعنی جس نے عام مخلوق کو پیدا کیا، پھر انسان کو خاص کر کے اس کی تخلیق کی ابتدا کا ذکر کیا، فرمایا: ﴿مِنْ عَلَقٍ﴾ ”خون کے لوتھڑے سے (پیدا کیا۔)“ پس جس ہستی نے انسان کو پیدا کیا اور اس کی تدبیر کی، لازم ہے کہ وہ امر و نہی کی بھی تدبیر کرے اور یہ کام وہ رسول بھیج کر اور کتابیں نازل کر کے سرانجام دیتا ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے پڑھنے کا حکم دے کر انسان کی تخلیق کا ذکر کیا۔

﴿ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ﴾ ’’پڑھیےاور آپ کا رب بڑا کریم ہے۔‘‘یعنی آپ کا رب بہت زیادہ اور وسیع صفات کا مالک، بہت زیادہ کرم واحسان اور بے پایاں جود والا ہے۔ جس کا کرم یہ ہے کہ اس نے مختلف انواع کے علوم کے ذریعے سے تعلیم دی اور ﴿ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ﴾ ’’قلم کے ذریعے سے سکھایا اور انسان کو وہ باتیں سکھائیں جن کا اس کو علم نہ تھا۔‘‘ اللہ تعالیٰ نے انسان کو ماں کے پیٹ سے نکالا' وہ اس وقت کچھ نہیں جانتا تھا' اس کو سماعت' بصارت اور عقل سے بہرہ ور کیا' اس کے لیے حصول علم کے تمام اسباب آسان کیے' اسے قرآن کی تعلیم دی' حکمت سکھائی اور قلم کے ساتھ علم عطا کیا جس کے ذریعے سے تمام علوم کو محفوظ اور حقوق کو ضبط کیا جاتا ہے اور وہ لوگوں کے لیے ایسا ایلچی ہوتا ہے جو ان کے لیے بالمشافہ خطاب کا قائم مقام ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور اس کا احسان ہے جس نے اپنے بندوں کو ان نعمتوں سے نوازا جن کی وہ جزا دینے پر قادر ہیں نہ شکر ادا کرنے پر' پھر اللہ تعالیٰ نے انھیں تونگری اور کشائش رزق سے نوازا مگر انسان نے' اپنے ظلم و جہالت کی بنا پر' جب اپنے آپ کو غنی دیکھا تو سرکشی اور بغاوت پر اتر آیا' ہدایت کے مقابلے میں تکبر کیا اور بھول بیٹھا کہ اسے اپنے رب کی طرف لوٹنا ہے اور جزا سے نہ ڈرا بلکہ وہ اس حالت کو پہنچ جاتا ہے کہ خود بھی ہدایت کو چھوڑ دیتا ہے اور دوسروں کو بھی ہدایت چھوڑنے کی دعوت دیتا ہے۔ پس وہ نماز پڑھنے سے روکتا ہے جو اعمال ایمان میں سب سے افضل عمل ہے۔ اللہ تعالیٰ اس متکبر اور سرکش سے فرماتا ہے: ﴿ اَرَءَيْتَ ﴾ بندہ جب نماز پڑھے' اس کو نماز پڑھنے سے روکنے والے! مجھے بتا۔ ﴿ اِنْ كَانَ ﴾ بھلا نماز پڑھنے والا بندہ ﴿ عَلَى الْهُدٰٓى ﴾ اگر حق کا علم رکھنے والا اور اس پر عمل کرنے والا ہو ﴿ اَوْ اَمَرَ ﴾ یا دوسروں کو حکم دیتا ہو ﴿ بِالتَّقْوٰى ﴾ ’’تقویٰ کا‘‘۔ کیا یہ اچھی بات ہے کہ ایسے شخص کو روکا جائے جس کا یہ وصف ہے؟ کیا اس کو روکنا اللہ تعالیٰ کے ساتھ سب سے بڑی دشمنی اور حق کے خلاف جنگ نہیں؟ کیونکہ نہی کا رخ صرف اسی کی طرف ہوتا ہے جو فی نفسہ ہدایت پر نہیں ہوتا یا وہ دوسروں کو تقویٰ کے خلاف حکم دیتا ہے۔

﴿ اَرَءَيْتَ اِنْ كَذَّبَ ﴾ بھلا بتلاؤ! حق سے روکنے والے نے اگر جھٹلایا ہو ﴿ وَتَوَلّٰى ﴾ اور حکم سے منہ موڑا ہو' کیا وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے عذاب سے نہیں ڈرتا؟ ﴿ اَلَمْ يَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰهَ يَرٰى ﴾ ’’کیا وہ نہیں جانتا کہ اللہ اسے دیکھتا ہے۔‘‘ جو عمل وہ کرتا اور جو فعل وہ سرانجام دیتا ہے؟ اگر وہ اپنے حال پر جما رہا تو اس کو وعید سنائی' پس فرمایا: ﴿ كَلَّا لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ ﴾ جو کچھ وہ کہتا اور کرتا ہے اگر اس سے باز نہ آیا ﴿ لَنَسْفَعًۢا بِالنَّاصِيَةِ ﴾ تو ہم اس کی پیشانی کو بڑی سختی سے پکڑیں گے اور یہ اسی کی مستحق ہے، کیونکہ یہ ﴿ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ ﴾ پیشانی اپنے قول میں جھوٹی اور اپنے فعل میں خطا کار ہے۔

﴿ فَلْيَدْعُ ﴾ یعنی یہ شخص جس پر عذاب واجب ہو چکا ہے ﴿ نَادِيَهٗ ﴾ اپنے اہل مجلس' اپنے ساتھیوں اور ان

لوگوں کو بلا لے جو اس کے اردگرد ہیں تاکہ وہ اس عذاب کے خلاف اس کی مدد کریں جو اس پر نازل ہوا ہے۔ ﴿سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ﴾ ہم بھی اس کو پکڑنے اور اس کو سزا دینے کے لیے جہنم کے داروغوں کو بلالیں گے' پھر وہ دیکھے گا کہ کون سا فریق زیادہ طاقتور اور زیادہ قدرت والا ہے۔

یہ اس روکنے والی ہستی اور اس عقوبت کا حال ہے جس کی وعید سنائی گئی ہے۔ رہا اس شخص کا حال جس کو روکا گیا تو اس کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ اس روکنے والے کی طرف دھیان ہی دے اور نہ اس کی نہی پر عمل ہی کرے' چنانچہ فرمایا: ﴿كَلَّا لَا تُطِعْهُ﴾ ''دیکھ! اس کی اطاعت نہ کرنا۔'' یعنی وہ صرف اسی چیز کا حکم دیتا ہے جس میں خسارہ ہوتا ہے ﴿وَاسْجُدْ﴾ اور اپنے رب کے لیے سجدہ کیجیے ﴿وَاقْتَرِبْ﴾ سجدوں وغیرہ اور دیگر نیکیوں اور عبادات سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کیجیے' کیونکہ یہ تمام عبادات اللہ تعالیٰ اور اس کی رضا کے قریب کرتی ہیں۔ یہ ہر اس شخص کے لیے عام ہے جو بھلائی سے روکتا ہے اور ہر اس امر کے لیے عام ہے جس سے روکا گیا ہے اگرچہ یہ آیات ابوجہل کے بارے میں اس وقت نازل ہوئیں جب اس نے رسول اللہ ﷺ کو نماز پڑھنے سے روکا' آپ کو تعذیب دی اور اذیت پہنچائی۔

تفسیر سورۃ القدر

سُوْرَةُ الْقَدْرِ (۹۷) مَكِّيَّةٌ (۲۵) — اٰيَاتُهَا ۵ — رُكُوْعُهَا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ ۝ ۱ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۝ ۲ لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۥ

بلاشبہ ہم نے نازل کیا اس (قرآن) کو لیلۃ القدر میں ○ اور کس چیز نے خبر دی آپ کو کیا ہے لیلۃ القدر؟ ○ لیلۃ القدر

خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ۝ ۳ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ

بہتر ہے ایک ہزار مہینوں سے ○ نازل ہوتے ہیں فرشتے اور روح (جبریل) اس (رات) میں اپنے رب کے حکم سے

مِّنْ كُلِّ اَمْرٍ ۝ ۴ سَلٰمٌ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ ۝ ۵

ہر کام کے لئے ○ سلامتی (ہی سلامتی) ہے وہ رات یہاں تک کہ طلوع ہو فجر ○

اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن کی فضیلت اور اس کی بلند قدر و منزلت بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ﴾ ''بے شک ہم نے اسے شب قدر میں نازل کیا۔'' جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ﴾ (الدخان: ۴۴/۳) ''بے شک ہم نے اسے بابرکت رات میں اتارا ہے۔'' اس کا شب قدر میں نازل کرنا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کے نازل کرنے کی ابتدا' رمضان المبارک میں اور شب قدر میں کی۔ شب قدر کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر عام رحمت فرمائی' بندے جس کا شکر ادا نہیں کر سکتے۔ اس کی عظیم

قدر و منزلت اور اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کی فضیلت کی بنا پر اس کو ﴿لَيْلَةُ الْقَدْرِ﴾ کے نام سے موسوم کیا گیا' نیز اس لیے بھی اس کو ﴿لَيْلَةُ الْقَدْرِ﴾ کہا گیا کہ سال بھر میں جو کچھ واقع ہوتا ہے' یعنی عمر' رزق' دیگر تقدیر وغیرہ اس میں مقدر کر دی جاتی ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اس کی عظمت شان اور عظمت مقدار بیان کی' چنانچہ فرمایا: ﴿وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ﴾ ''اور تجھے کس نے خبر دی کہ شب قدر کیا ہے؟'' یعنی اس کی شان بہت جلیل اور اس کا رتبہ بہت عظیم ہے۔ آپ کو اس کا علم نہیں۔ ﴿لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ﴾ یعنی قدر کی رات فضیلت میں ایک ہزار مہینے کے برابر ہے۔ وہ عمل جو شب قدر میں واقع ہوتا ہے' ایک ہزار مہینے میں جو شب قدر سے خالی ہوں' واقع ہونے والے عمل سے بہتر ہے۔ یہ ان امور میں سے ہے جن پر خرد حیران اور عقل دنگ رہ جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس ضعیف القویٰ امت کو ایسی رات سے نوازا جس کے اندر عمل ایک ہزار مہینوں کے عمل سے بڑھ کر ہے' یہ ایک ایسے معمر شخص کی عمر کے برابر ہے جسے اسی سال سے زیادہ طویل عمر دی گئی ہو۔

﴿تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا﴾ یعنی فرشتے اور جبریل امین اس رات میں کثرت سے نازل ہوتے ہیں ﴿مِّنْ كُلِّ اَمْرٍ ○ سَلٰمٌ هِيَ﴾ ''ہر کام کے لیے' یہ (رات) سلامتی ہے۔'' یعنی شب قدر ہر آفت اور ہر شر سے سلامت ہے اور اس کا سبب اس کی بھلائی کی کثرت ہے۔ ﴿حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ﴾ ''صبح کے طلوع ہونے تک۔'' یعنی اس رات کی ابتدا غروب آفتاب اور اس کی انتہا طلوع فجر ہے۔

اس رات کی فضیلت میں تواتر سے احادیث وارد ہوئی ہیں' نیز یہ کہ شب قدر رمضان کے آخری عشرے میں' خاص طور پر طاق راتوں میں واقع ہوتی ہے اور یہ رات ہر سال آتی ہے اور قیامت تک باقی رہے گی' اسی لیے نبی اکرم ﷺ رمضان المبارک کے آخری عشرے میں اعتکاف بیٹھتے تھے اور کثرت سے عبادت کرتے تھے' اس امید میں کہ شاید شب قدر مل جائے۔ واللہ أعلم

تفسیر سورۃ البیّنۃ

سُوْرَةُ الْبَيِّنَةِ (۹۸) مَدَنِيَّةٌ (۱۰۰) — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ — اٰيَاتُهَا ۸ رُكُوْعُهَا ۱

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان بہت رحم کرنے والا ہے

لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ مُنْفَكِّيْنَ حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ

نہیں تھے وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اہل کتاب میں سے اور مشرکین رکنے والے (کفر سے) یہاں تک کہ آئے ان کے پاس

الْبَيِّنَةُ ﴿۱﴾ رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ يَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ﴿۲﴾ فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ ﴿۳﴾ وَمَا

واضح دلیل ○ (یعنی) ایک رسول اللہ کی طرف سے وہ پڑھے صحیفے پاکیزہ ○ ان (صحیفوں) میں احکام ہیں درست معتدل ○ اور نہیں

تَفَرَّقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنَةُ ۝۴ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا

متفرق (مختلف) ہوئے وہ لوگ جو دیئے گئے کتاب (کبھی بھی) مگر بعد اسکے کہ آئی انکے پاس واضح دلیل ○ حالانکہ نہیں حکم دیئے گئے تھے وہ مگر

لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۙ۬ حُنَفَآءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ

یہ کہ عبادت کریں وہ اللہ کی خالص کرتے ہوئے اس کیلئے بندگی' یکسو ہوکر' اور وہ قائم کریں نماز اور دیں زکوٰۃ' اور یہی ہے

دِيْنُ الْقَيِّمَةِ ۝۵ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ

دین سیدھی (ملت) کا ○ بلاشبہ وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اہل کتاب میں سے اور مشرکین (وہ ہونگے) آتش جہنم میں'

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ اُولٰٓئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ ۝۶ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ

ہمیشہ رہیں گے وہ اس میں' یہی لوگ ہیں بدترین خلائق ○ بلاشبہ وہ لوگ جو ایمان لائے اور عمل کیے انہوں نے نیک'

اُولٰٓئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ ۝۷ جَزَآؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ

یہی لوگ ہیں بہترین خلائق ○ جزا ان کی ان کے رب کے ہاں باغات ہیں ہمیشگی والے' چلتی ہیں ان کے نیچے نہریں'

خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهٗ ۝۸ ع ۱

وہ ہمیشہ رہیں گے ان میں ابد تک' راضی ہوا اللہ ان سے اور وہ راضی ہوئے اللہ سے یہ (جزا) اس شخص کیلئے ہے جو ڈر گیا اپنے رب سے ○

اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ ﴾ ''نہیں ہیں وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا اہل کتاب میں سے۔'' یعنی یہود ونصاریٰ میں سے ﴿ وَالْمُشْرِكِيْنَ ﴾ اور مشرکین اور دیگر قوموں کی تمام اصناف میں سے ﴿ مُنْفَكِّيْنَ ﴾ ''باز آنے والے۔'' یعنی یہ سب اپنے کفر اور ضلالت سے جدا نہیں ہوں گے' وہ اپنی گمراہی اور ضلالت میں بھٹکتے رہیں گے اور مرور اوقات ان کے کفر میں اضافہ ہی کرے گا۔ ﴿ حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ ﴾ یہاں تک کہ ان کے پاس واضح دلیل اور نمایاں برہان آ جائے۔ پھر ﴿ الْبَيِّنَةُ ﴾ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ ﴾ ''اللہ کے رسول۔'' یعنی اللہ تعالیٰ نے اس کو مبعوث کیا جو لوگوں کو حق کی طرف دعوت دیتا ہے' اس پر کتاب اتاری جس کی وہ تلاوت کرتا ہے تاکہ لوگوں کو دانائی سکھائے' ان کو پاک کرے اور ان کو گمراہی کے اندھیروں سے نکال کر روشنی میں لائے' اس لیے فرمایا: ﴿ يَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ﴾ ''وہ (رسول) پاک اوراق پڑھتا ہے۔'' یعنی وہ شیطان کے قریب ہونے سے محفوظ ہیں' اسے صرف پاک فرشتے ہی چھوتے ہیں; کیونکہ یہ بلند ترین کلام ہے۔

اس لیے صحیفوں کے بارے میں فرمایا: ﴿ فِيْهَا ﴾ ان صحیفوں میں ﴿ كُتُبٌ قَيِّمَةٌ ﴾ سچی خبریں اور عدل پر مبنی احکام ہیں جو حق اور راہ راست کی طرف راہ نمائی کرتے ہیں۔ جب ان کے پاس یہ واضح دلیل آ جاتی ہے تب اس وقت طالب حق اور وہ شخص جس کا مقصد طلب حق نہیں ہے' دونوں واضح ہو جاتے ہیں۔ پس جو کوئی ہلاک ہوتا ہے تو دلیل سے ہلاک ہوتا ہے اور جو کوئی زندہ رہتا ہے تو دلیل سے زندہ رہتا ہے۔

اگر اہل کتاب اس رسول (ﷺ) پر ایمان نہیں لاتے اور آپ کی اطاعت نہیں کرتے تو یہ ان کی گمراہی اور عناد کی بنا پر کوئی انوکھی چیز نہیں ہے، کیونکہ انھوں نے تفرقہ بازی اور باہم اختلاف کیا اور فرقوں میں تقسیم ہو گئے۔ ﴿مِنۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنَةُ﴾ اس کے بعد کہ ان کے پاس واضح دلیل آ گئی جو اپنے ماننے والوں کے لیے اجتماع واتفاق کی موجب ہے مگر ان کے بگاڑ اور ان کی خساست کی بنا پر ہدایت نے ان کی گمراہی میں اور بصیرت نے ان کے اندھے پن میں اضافے کے سوا کچھ نہیں کیا' حالانکہ تمام کتابیں ایک ہی اصل اور ایک ہی دین لے کر آئی ہیں۔ان کو تمام شریعتوں میں حکم تو یہی ہوا تھا کہ عبادت کریں ﴿اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ﴾ ''اللہ کی اخلاص کے ساتھ اس کے لیے بندگی۔'' یعنی اپنی تمام ظاہری اور باطنی عبادت میں اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کے قرب کی طلب کو مقصد بناتے ہوئے۔ ﴿حُنَفَآءَ﴾ ''یکسو ہو کر۔'' یعنی دین توحید کے مخالف تمام ادیان سے منہ موڑ کر ﴿وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ﴾ ''اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں۔'' اللہ تعالیٰ نے نماز اور زکوٰۃ کو ان کے فضل وشرف کی بنا پر خاص طور پر ذکر کیا' حالانکہ وہ دونوں اللہ تعالیٰ کے ارشاد ﴿لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ﴾ میں داخل ہیں' نیز اس لیے بھی انھیں الگ ذکر کیا کہ یہ دونوں ایسی عبادتیں ہیں کہ جس نے ان کو قائم کیا اس نے دین کی تمام شرائع کو قائم کیا ﴿وَذٰلِكَ﴾ ''اور یہ۔'' یعنی توحید اور اخلاص فی الدین دونوں ﴿دِيْنُ الْقَيِّمَةِ﴾ دین مستقیم ہیں جو نعمتوں بھری جنت میں پہنچاتا ہے اور اس کے سوا دیگر ادیان' ایسے راستے ہیں جو جہنم میں لے جاتے ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا کہ کافروں کے پاس واضح دلیل آ جانے کے بعد ان کی جزا کیا ہو گی' چنانچہ فرمایا: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ﴾ ''بے شک وہ لوگ جنھوں نے اہل کتاب اور مشرکین میں سے کفر کیا' جہنم کی آگ میں ہوں گے۔'' اس کا عذاب ان کا احاطہ کر لے گا اور اس کی عقوبت ان پر بہت شدت اختیار کر لے گی۔ ﴿خٰلِدِيْنَ فِيْهَا﴾ یہ عذاب ان سے کبھی منقطع نہیں ہو گا اور وہ جہنم کے اندر اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس رہیں گے ﴿اُولٰٓئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ﴾ ''یہ لوگ مخلوق میں سے بدتر ہیں کیونکہ انھوں نے حق کو پہچان کر اس کو ترک کر دیا اور یوں دنیا وآخرت میں انھوں نے نقصان اٹھایا۔

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ﴾ ''بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کیے' وہ مخلوق میں سب سے بہتر ہیں۔'' کیونکہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی اور اس کی معرفت حاصل کی اور وہ دنیا وآخرت کی نعمتوں سے فوز یاب ہوئے۔

﴿جَزَآؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ﴾ ''ان کا بدلہ ان کے رب کے پاس ہمیشہ کے باغات ہیں۔'' یعنی دائمی اقامت کے لیے جنتیں جہاں سے کبھی کوچ ہو گا نہ روانگی اور نہ ان جنتوں سے اوپر کسی اور چیز کی طلب رہے گی۔ ﴿تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ﴾ جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی' جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے' پس اللہ تعالیٰ ان سے اس سبب سے راضی ہوا کہ انھوں نے اس کی مرضی کو پورا کیا اور وہ اللہ تعالیٰ پر

راضی ہوئے کہ اس نے ان کے لیے مختلف انواع کی تکریمات تیار کیں۔

﴿ ذٰلِكَ ﴾ یہ جزائے حسن ﴿ لِمَنْ خَشِیَ رَبَّهٗ ﴾ اس شخص کے لیے ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈر کر اس کی نافرمانیوں سے باز رہتا ہے اور ان امور کو قائم کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس پر واجب کیے ہیں۔

تفسیر سورۃ الزلزال

سُوْرَةُ الزِّلْزَالِ (۹۹) مدنیۃ (۹۳) | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ | اٰیاتها ۸ رکوعها ۱

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے

اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا ۝١ وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا ۝٢ وَقَالَ الْاِنْسَانُ

جب ہلائی جائے گی زمین خوب زور سے ہلایا جانا ○ اور باہر نکال دے گی زمین اپنے بوجھ ○ اور کہے گا انسان

مَا لَهَا ۝٣ يَوْمَىِٕذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا ۝٤ بِاَنَّ رَبَّكَ اَوْحٰى لَهَا ۝٥ يَوْمَىِٕذٍ يَّصْدُرُ النَّاسُ

کیا ہوا اسکو؟ ○ اس دن بیان کرے گی وہ اپنی خبریں ○ اس لیے کہ بلاشبہ آپ کا رب وحی (حکم) کرے گا اسکو ○ اس دن لوٹیں گے لوگ

اَشْتَاتًا ۙ لِّيُرَوْا اَعْمَالَهُمْ ۝٦ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۝٧

متفرق (الگ الگ) ہو کر تاکہ دکھائے جائیں وہ اپنے اعمال ○ پس جو کوئی کرے گا ذرہ برابر بھلائی تو وہ دیکھ لے گا اس کو ○

وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ۝٨ منزل ۷

اور جو کوئی کرے گا ذرہ برابر برائی تو وہ بھی دیکھ لے گا اس کو ○

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان واقعات کے بارے میں آگاہ فرمایا ہے جو قیامت کے دن وقوع میں آئیں گے' نیز یہ کہ زمین میں زلزلہ آئے گا' وہ ہلا دی جائے گی اور وہ کانپ اٹھے گی' یہاں تک کہ اس پر موجود تمام عمارتیں اور تمام نشانات گر کر معدوم ہو جائیں گے۔ اس کے تمام پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے اس کے ٹیلے برابر کر دیے جائیں گے' زمین ہموار اور چٹیل میدان بن جائے گی جس میں کوئی نشیب و فراز نہ ہوگا۔ ﴿ وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا ﴾ ''اور زمین اپنے بوجھ نکال ڈالے گی۔'' یعنی زمین کے پیٹ میں جو خزانے اور مردے ہوں گے وہ انھیں نکال باہر کرے گی۔ ﴿ وَقَالَ الْاِنْسَانُ ﴾ جب انسان اس عظیم واقعے کو دیکھے گا جو زمین کو پیش آئے گا تو کہے گا: ﴿ مَا لَهَا ﴾ یعنی اسے کیا حادثہ پیش آ گیا؟

﴿ يَوْمَىِٕذٍ تُحَدِّثُ ﴾ اس دن زمین بیان کرے گی ﴿ اَخْبَارَهَا ﴾ ''اپنی خبریں۔'' یعنی عمل کرنے والوں کے اچھے برے اعمال کی گواہی دے گی جو انھوں نے اس کی پیٹھ پر کیے ہیں، کیونکہ زمین بھی ان گواہوں میں شمار ہوگی جو بندوں کے خلاف ان کے اعمال کی گواہی دیں گے۔ یہ سب اس لیے ہوگا ﴿ بِاَنَّ رَبَّكَ اَوْحٰى لَهَا ﴾ کہ اللہ تعالیٰ اس کو حکم دے گا کہ وہ ان تمام اعمال کے بارے میں خبر دے جو اس کی سطح پر کیے گئے ہیں۔ پس زمین اللہ تعالیٰ کے

حکم کی نافرمانی نہیں کرے گی۔

﴿ يَوْمَئِذٍ يَّصْدُرُ النَّاسُ ﴾ ''اس دن لوگ آئیں گے۔''یعنی قیامت کے میدان سے جب اللہ تعالیٰ ان کے درمیان فیصلہ کرے گا ﴿ اَشْتَاتًا ﴾ مختلف گروہوں کی صورت میں ﴿ لِّيُرَوْا اَعْمَالَهُمْ ﴾ تاکہ اللہ تعالیٰ ان کو ان کی برائیاں اور نیکیاں دکھائے جو ان سے صادر ہوئی ہیں اور ان کو ان اعمال کی پوری جزا کا مشاہدہ کرائے۔

﴿ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ○ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ﴾ ''پس جس نے ذرہ بھر نیکی کی ہوگی وہ اس کو دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ بھر برائی کی ہوگی، وہ اسے دیکھ لے گا۔'' یہ خیر و شر کے تمام اعمال کو شامل ہے؛ کیونکہ جب وہ ذرّہ بھر وزن کو دیکھ سکے گا جو حقیر ترین چیز ہے، اسے اس کی جزا بھی دی جائے گی، تب وہ اعمال جو وزن میں اس سے زیادہ ہوں گے ان کا دکھا دینا تو زیادہ اولیٰ ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا ۚ وَّمَا عَمِلَتْ مِنْ سُوْٓءٍ ۚ تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَيْنَهَا وَبَيْنَهٗٓ اَمَدًا ۢ بَعِيْدًا ﴾ (ال عمران: ۳۰/۳) ''جس دن ہر شخص اپنے بھلائی کے عمل اور برائی کے عمل کو موجود پائے گا اور تمنا کرے گا کہ کاش! برائیوں اور اس کے درمیان بہت دوری ہوتی۔'' ﴿ وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا ﴾ (الکہف: ۴۹/۱۸) ''اور انھوں نے جو عمل کیے تھے ان کو موجود پائیں گے۔''

ان آیات میں بھلائی کے فعل کی ترغیب ہے، خواہ وہ بہت ہی تھوڑا ہو اور برائی کے فعل پر ترہیب ہے، خواہ وہ بہت ہی معمولی ہو۔

تفسیر سورۃ العٰدیٰت

سُوْرَةُ الْعٰدِيٰتِ (۱۰۰) مَكِّيَّةٌ (۱۴)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان بہت رحم کرنے والا ہے

اٰيَاتُهَا ۱۱ رُكُوْعُهَا ۱

وَالْعٰدِيٰتِ ضَبْحًا ۙ﴿۱﴾ فَالْمُوْرِيٰتِ قَدْحًا ۙ﴿۲﴾ فَالْمُغِيْرٰتِ صُبْحًا ۙ﴿۳﴾ فَاَثَرْنَ بِهٖ

قسم ہے سرپٹ دوڑنے والے گھوڑوں کی ہانپتے ہوئے○ پھر آگ نکالنے والوں کی سم مارکر○ پھر حملہ کرنے والوں کی صبح کے وقت○ پھر وہ اڑاتے ہیں اس وقت

نَقْعًا ۙ﴿۴﴾ فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعًا ۙ﴿۵﴾ اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ ۚ﴿۶﴾ وَاِنَّهٗ عَلٰى ذٰلِكَ

غبار○ پھر وہ درمیان میں گھس جاتے ہیں اس وقت (دشمن کی) جماعت میں○ یقیناً انسان اپنے رب کا بڑا ناشکرا ہے○ اور بلاشبہ وہ اس بات پر

لَشَهِيْدٌ ۚ﴿۷﴾ وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ ؕ﴿۸﴾ اَفَلَا يَعْلَمُ اِذَا بُعْثِرَ مَا

البتہ (خود بھی) شاہد ہے○ اور بلاشبہ وہ محبت مال میں (بھی) بہت سخت ہے○ کیا پس نہیں جانتا وہ جب نکال باہر کر دیا جائیگا جو کچھ

فِى الْقُبُوْرِ ۙ﴿۹﴾ وَحُصِّلَ مَا فِى الصُّدُوْرِ ۙ﴿۱۰﴾ اِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّخَبِيْرٌ ﴿۱۱﴾ ع

قبروں میں ہے؟○ اور ظاہر کر دیا جائے گا جو کچھ سینوں میں ہے○ بلاشبہ ان کا رب ان (کے حال) سے اس دن خبر دار ہوگا○

اللہ تبارک وتعالیٰ نے گھوڑوں کی قسم کھائی ہے، کیونکہ ان کے اندر اللہ تعالیٰ کی روشن اور نمایاں نشانیاں اور ظاہری نعمتیں ہیں جو تمام خلائق کو معلوم ہیں اور اللہ تعالیٰ نے گھوڑوں کی ان کے اس حال میں قسم کھائی جس حال میں حیوانات کی تمام انواع میں سے کوئی حیوان ان کے ساتھ مشارکت نہیں کرسکتا۔ فرمایا: ﴿ وَالْعٰدِيٰتِ ضَبْحًا ﴾ یعنی بہت قوت کے ساتھ دوڑنے والے گھوڑوں کی قسم جبکہ ان سے ہانپنے کی آواز آرہی ہو۔ اَلضَّبْحُ گھوڑوں کے سانس کی آواز جو تیز دوڑتے وقت ان کے سینوں سے نکلتی ہے۔ ﴿ فَالْمُوْرِيٰتِ ﴾ ''پھر آگ جھاڑنے والوں کی اپنے سموں سے پتھروں پر ﴿ قَدْحًا ﴾ ''ٹاپ مار کر۔'' یعنی جب وہ گھوڑے دوڑتے ہیں تو ان کے سموں کی سختی اور ان کی قوت کی وجہ سے آگ نکلتی ہے۔ ﴿ فَالْمُغِيْرٰتِ ﴾ دشمن پر شب خون مارنے والے گھوڑوں کی ﴿ صُبْحًا ﴾ ''صبح کے وقت۔'' اور یہ امر غالب ہے کہ (دشمن پر) شب خون صبح کے وقت منہ اندھیرے مارا جاتا ہے۔

﴿ فَاَثَرْنَ بِهٖ ﴾ یعنی اپنے دوڑنے اور شبخون مارنے کے ذریعے سے ﴿ نَقْعًا ﴾ غبار اڑاتے ہیں۔ ﴿ فَوَسَطْنَ بِهٖ ﴾ ''پھر جا گھستے ہیں۔'' یعنی اپنے سواروں کے ساتھ ﴿ جَمْعًا ﴾ دشمن کے جتھوں کے درمیان جن پر دھاوا کیا ہے' جواب قسم، اللہ تبارک وتعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: ﴿ اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ ﴾ ''بے شک انسان اپنے رب کا ناشکرا ہے۔'' یعنی وہ اس بھلائی سے محروم کرنے والا ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے اس کو نوازا ہے۔ انسان کی فطرت اور جبلت یہ ہے کہ اس کا نفس ان حقوق کے بارے میں جو اس کے ذمے عائد ہوتے ہیں' فیاضی نہیں کرتا کہ ان کو کامل طور پر اور پورے پورے ادا کردے بلکہ اس کے ذمے جو مالی یا بدنی حقوق عائد ہوتے ہیں' ان کے بارے میں اس کی فطرت میں سستی اور حقوق سے منع کرنا ہے' سوائے اس شخص کے جس کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت سے بہرہ مند کیا اور اس نے اس وصف سے باہر نکل کر حقوق کی ادائیگی میں فیاضی کے وصف کو اختیار کرلیا۔

﴿ وَاِنَّهٗ عَلٰى ذٰلِكَ لَشَهِيْدٌ ﴾ ''اور وہ اس پر گواہ ہے۔'' یعنی انسان کے اس کے نفس کی طرف جو عدم سماحت اور ناشکری معروف ہے' بے شک وہ بذات خود اس پر گواہ ہے' وہ اس کو جھٹلا سکتا ہے نہ اس کا انکار کرسکتا ہے، کیونکہ یہ بالکل ظاہر اور واضح ہے۔ اس میں یہ احتمال بھی ہے کہ ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹتی ہو' یعنی بے شک بندہ اپنے رب کا ناشکرا ہے اور اللہ تعالیٰ اس پر شاہد ہے۔ اس آیت کریمہ میں اس شخص کے لیے وعید اور سخت تہدید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پر شاہد ہے جو اپنے رب کا ناشکرا ہے۔

﴿ وَاِنَّهٗ ﴾ اور بلاشبہ انسان ﴿ لِحُبِّ الْخَيْرِ ﴾ مال کی محبت میں ﴿ لَشَدِيْدٌ ﴾ ''بہت سخت ہے۔'' یعنی مال سے بہت زیادہ محبت کرتا ہے اور مال کی محبت ہی اس کے لیے حقوق واجبہ کو ترک کرنے کی موجب بنی اور یوں اس نے اپنی شہوت نفس کو اپنے رب کی رضا پر ترجیح دی۔ یہ سب کچھ اس لیے ہوا کہ اس نے اپنی نظر کو صرف اسی

دنیا پر مرکوز رکھا اور آخرت سے غافل رہا۔

اس لیے اللہ تعالیٰ نے یوم وعید کا خوف دلاتے ہوئے فرمایا: ﴿ اَفَلَا یَعْلَمُ ﴾ یعنی اپنے آپ کو طاقت ور سمجھنے والا یہ شخص، کیا نہیں جانتا؟ ﴿ اِذَا بُعْثِرَ مَا فِی الْقُبُوْرِ ﴾ جب اللہ تعالیٰ قبروں میں سے مردوں کو ان کے حشر و نشر کے لیے نکالے گا ﴿ وَحُصِّلَ مَا فِی الصُّدُوْرِ ﴾ اور جو کچھ سینوں میں ہے وہ ظاہر اور واضح ہو جائے گا، سینوں کے اندر جو بھلائی یا برائی ہے وہ چھپی نہ رہے گی، ہر بھید کھل جائے گا اور باطل ظاہر ہو جائے گا اور ان کے اعمال کا نتیجہ تمام مخلوق کے سامنے آجائے گا۔ ﴿ اِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ یَوْمَئِذٍ لَّخَبِیْرٌ ﴾ بے شک ان کا رب ان کے ظاہری اور باطنی، جلی اور خفی اعمال سے خبردار ہے اور وہ ان کو ان کے اعمال کی جزا دے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے علم کو اس دن کے ساتھ خاص طور پر ذکر کیا ہے، حالانکہ وہ ان کے بارے میں ہر وقت خبر رکھنے والا ہے، کیونکہ اس سے مراد اعمال کی وہ جزا ہے جس کا باعث اللہ تعالیٰ کا علم اور اس کی اطلاع ہے۔

تفسیر سورۃ القارعۃ

سُوْرَةُ الْقَارِعَة (۱۰۱) مَكِّيَّةٌ (۳۰) — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ — اٰیَاتُهَا ۱۱ رُکُوْعُهَا ۱

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان بہت رحم کرنے والا ہے

اَلْقَارِعَةُ ۝۱ مَا الْقَارِعَةُ ۝۲ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْقَارِعَةُ ۝۳ یَوْمَ یَكُوْنُ النَّاسُ

کھٹکھٹانے والی ○ کیا ہے کھٹکھٹانے والی؟ ○ اور کس چیز نے خبر دی آپکو کہ کیا ہے کھٹکھٹانے والی؟ ○ جس دن ہو جائیں گے لوگ

كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ ۝۴ وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ ۝۵ فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ

(ایسے) جیسے پروانے پتنگے بکھرے ہوئے ○ اور ہو جائیں گے پہاڑ (ایسے) جیسے رنگین اون دھنکی ہوئی ○ پس لیکن جو شخص کہ بھاری ہوگئی

مَوَازِیْنُهٗ ۝۶ فَهُوَ فِیْ عِیْشَةٍ رَّاضِیَةٍ ۝۷ وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِیْنُهٗ ۝۸ فَاُمُّهٗ

اسکی میزان ○ تو وہ پسندیدہ زندگی میں ہوگا ○ اور لیکن جو شخص کہ ہلکی ہوگئی اس کی ترازو ○ تو اس کا ٹھکانا

هَاوِیَةٌ ۝۹ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا هِیَهْ ۝۱۰ نَارٌ حَامِیَةٌ ۝۱۱

ہاویہ (کھڈ) ہوگا ○ اور کس چیز نے خبر دی آپ کو کیا ہے ہاویہ؟ ○ (وہ) آگ ہے سخت دہکتی ہوئی ○

منزل۷

﴿ اَلْقَارِعَةُ ﴾ قیامت کے دن کے ناموں میں سے ایک نام ہے اور اس کو اس نام سے اس لیے موسوم کیا گیا ہے کہ یہ لوگوں پر اچانک ٹوٹ پڑے گی اور اپنی ہولناکیوں سے ان کو دہشت زدہ کر دے گی۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس کے معاملے کی عظمت اور اہمیت بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ اَلْقَارِعَةُ ○ مَا الْقَارِعَةُ ○ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْقَارِعَةُ ○ یَوْمَ یَكُوْنُ النَّاسُ ﴾ ”کھڑکھڑا دینے والی۔ کیا ہے کھڑکھڑا دینے والی؟ تجھے کیا معلوم کہ وہ کھڑکھڑا دینے والی کیا ہے؟ جس دن ہو جائیں گے لوگ۔“ سخت گھبراہٹ اور ہولناکی کی وجہ سے ﴿ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ ﴾

''بکھرے ہوئے پروانوں کی طرح۔'' یعنی بکھرے ہوئے ٹڈی دل کی طرح ہوں گے جو ایک دوسرے میں موجزن ہوگا۔ (اَلْفَرَاشُ) یہ وہ حیوانات (پتنگے) ہیں جو رات کے وقت (روشنی میں) ہوتے ہیں اور ایک دوسرے کے ساتھ مل کر موج بن کر آتے ہیں اور وہ نہیں جانتے کہ وہ کہاں کا رخ کریں' جب ان کے سامنے آگ روشن کی جائے تو اپنے ضعف ادراک کی بنا پر ہجوم کر کے اس میں آگرتے ہیں۔ یہ تو حال ہوگا خردمند لوگوں کا۔

رہے بڑے ٹھوس اور سخت پہاڑ تو وہ ﴿ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ ﴾ دھنکی ہوئی اون کے مانند ہو جائیں گے جو نہایت کمزور ہو گئی ہو جسے معمولی سی ہوا بھی اڑائے پھرتی ہے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَّهِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ ﴾ (النمل: ٢٧/ ٨٨) ''اور تو پہاڑوں کو دیکھے گا اور سمجھے گا کہ یہ جامد ہیں' حالانکہ وہ بادلوں کی چال چل رہے ہوں گے۔'' پھر اس کے بعد بکھرا ہوا غبار بن کر ختم ہو جائیں گے اور ان میں سے کچھ باقی نہیں بچے گا جس کو دیکھا جائے۔

اس وقت ترازوئیں نصب کر دی جائیں گی اور لوگ دو قسموں میں منقسم ہو جائیں گے خوش بخت لوگ اور بد بخت لوگ۔ ﴿ فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ ﴾ ''پس جس کے (اعمال کے) وزن بھاری نکلیں گے۔'' یعنی جس کی نیکیاں' برائیوں کی نسبت جھک جائیں گی ﴿ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ﴾ وہ نعمتوں والی جنت میں ہوگا۔ ﴿ وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ ﴾ ''اور جس کے وزن ہلکے نکلیں گے۔'' یعنی اس کی نیکیاں اتنی نہ ہوں گی جو اس کی برائیوں کے برابر ہوں ﴿ فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ ﴾ تو اس کا ٹھکانا اور مسکن جہنم ہوگا جس کے ناموں میں سے ایک نام اَلْهَاوِيَةُ ہے' جہنم اس کے لیے بمنزلہ ماں کے ہوگا جو اپنے بیٹے کو ساتھ ساتھ رکھتی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ﴾ (الفرقان: ٢٥/ ٦٥) ''بے شک جہنم کا عذاب تو چمٹ جانے والا ہے۔'' یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس کا دماغ جہنم میں گرے گا' یعنی اس کو سر کے بل جہنم میں گرایا جائے گا۔

﴿ وَمَاۤ اَدْرٰىكَ مَا هِيَهْ ﴾ ''اور تم کیا سمجھو کہ وہ (هَاوِيَة) کیا ہے۔'' یہ سوال اس کے معاملے کو بڑا ہولناک کر کے دکھاتا ہے۔ پھر اپنے ارشاد سے اس کی تفسیر فرمائی: ﴿ نَارٌ حَامِيَةٌ ﴾ سخت حرارت والی آگ' اس کی حرارت دنیا کی آگ سے ستر گنا زیادہ ہوگی۔ ہم اس آگ سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں۔

تفسیر سورۃ التکاثر

سُوْرَةُ التَّكَاثُرِ (١٠٢) مَكِّيَّةٌ (١٦) — اٰيَاتُهَا ٨ — رُكُوْعُهَا ١

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے

اَلْهٰىكُمُ التَّكَاثُرُ ① حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ② كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ③ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ

غافل کر دیا تمہیں باہم کثرت کی خواہش نے ○ یہاں تک کہ جا پہنچے تم قبرستانوں میں ○ ہرگز نہیں! عنقریب تم جان لو گے ○ پھر ہرگز نہیں! عنقریب

تَعْلَمُوْنَ ۝۴ كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ ۝۵ لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَ ۝۶ ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا

تم جان لو گے ○ یقیناً! اگر جان لو تم جاننا یقین کا ○ تو ضرور دیکھو گے تم دوزخ کو ○ پھر ضرور دیکھو گے تم اسے

عَيْنَ الْيَقِيْنِ ۝۷ ثُمَّ لَتُسْـَٔلُنَّ يَوْمَىِٕذٍ عَنِ النَّعِيْمِ ۝۸

یقین کی آنکھ سے ○ پھر ضرور سوال کیے جاؤ گے تم اس دن نعمتوں کی بابت ○

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے بندوں کو ان امور، جن کے لیے ان کو پیدا کیا گیا ہے، یعنی اکیلے اللہ کی عبادت کرنا جس کا کوئی شریک نہیں، اس کی معرفت، اس کی طرف انابت اور اس کی محبت کو ہر چیز پر مقدم رکھنے کو، چھوڑ کر دوسری چیزوں میں مشغول ہونے پر زجر و توبیخ کرتا ہے۔ ﴿اَلْهٰىكُمُ﴾ ''تمھیں غافل کر دیا۔'' مذکورہ بالا تمام چیزوں سے ﴿التَّكَاثُرُ﴾ ''زیادہ طلب کرنے کی خواہش نے۔'' اور جس چیز کی کثرت طلب کی جاتی ہے اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر نہیں کیا تاکہ یہ ہر چیز کو شامل ہو جس کے ذریعے سے کثرت میں مقابلہ کرنے والے مقابلہ کرتے ہیں اور باہم فخر کرنے والے فخر کرتے ہیں، مثلاً: مال، اولاد، اعوان و انصار، فوجیں، خدم و حشم اور جاہ وغیرہ جس میں لوگ ایک دوسرے سے زیادہ حاصل کرنے کا قصد کرتے ہیں اور اس میں اللہ تعالیٰ کی رضا ان کا مطلوب و مقصود نہیں ہوتا۔

تمھاری غفلت، تمھارا لہو ولعب اور تمھاری مشغولیت دائمی ہو گئی ﴿حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ﴾ ''یہاں تک کہ تم قبرستان جا پہنچے۔'' تب تمھارے سامنے سے پردہ ہٹ گیا مگر اس وقت جب تمھارا دنیا میں دوبارہ آنا ممکن نہیں رہا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد: ﴿حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ﴾ دلالت کرتا ہے کہ برزخ ایسا گھر ہے جس سے مقصود آخرت کے گھر کی طرف نفوذ کرنا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ''زائرین'' کے نام سے موسوم کیا ہے ''قیام کرنے والوں'' سے موسوم نہیں کیا۔ اور یہ چیز حیات بعد الموت اور ہمیشہ باقی رہنے والے غیر فانی گھر میں، اعمال کی جزا و سزا پر دلالت کرتی ہے۔

اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے اس ارشاد کے ذریعے سے ان کو وعید سنائی: ﴿كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ○ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ○ كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ﴾ ''ہرگز نہیں تم عنقریب معلوم کر لو گے۔ ہرگز نہیں پھر تمھیں جلد علم ہو جائے گا۔ ہرگز نہیں اگر تم یقینی طور پر جان لو۔'' یعنی جو کچھ تمھارے سامنے ہے، اگر تم اس کو جانتے ہوتے، ایسا جاننا جو دل کی گہرائیوں تک پہنچ جاتا ہے تو تمھیں ایک دوسرے سے زیادہ مال و متاع حاصل کرنے کی خواہش غافل نہ کرتی اور تم جلدی سے اعمال صالحہ کی طرف بڑھتے مگر حقیقی علم کے معدوم ہونے نے تمھیں اس مقام پر پہنچا دیا جہاں تم اپنے آپ کو دیکھتے ہو۔

﴿لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَ﴾ یعنی تم ضرور قیامت کو لوٹائے جاؤ گے، پس تم یقیناً اس جہنم کو دیکھ لو گے جسے اللہ تعالیٰ نے کافروں کے لیے تیار کر رکھا ہے۔ ﴿ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِيْنِ﴾ ''پھر تم اس کو ضرور عین الیقین کے طور پر دیکھو گے۔'' یعنی رؤیت بصری سے دیکھو گے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَرَاَ الْمُجْرِمُوْنَ النَّارَ فَظَنُّوْٓا

﴿اَنَّهُمْ مُّوَاقِعُوْهَا وَلَمْ يَجِدُوْا عَنْهَا مَصْرِفًا﴾ (الکہف: ۱۸/۵۳) ’’اور مجرم جہنم کو دیکھ کر یقین کر لیں گے کہ وہ اس میں جھونکے جانے والے ہیں اور وہ اس سے بچنے کی کوئی جگہ نہیں پائیں گے۔‘‘

﴿ثُمَّ لَتُسْـَٔلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ﴾ پھر تم سے ان نعمتوں کے بارے میں ضرور پوچھا جائے گا جن سے تم دنیا کی زندگی میں متمتع ہوتے رہے ہو کہ آیا تم نے ان نعمتوں کا شکر ادا کیا اور آیا تم نے ان نعمتوں میں سے اللہ تعالیٰ کے حق کو ادا کیا اور تم نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں میں ان نعمتوں سے مدد نہیں لی۔ تب وہ تمھیں ان نعمتوں سے اعلیٰ و افضل نعمتیں عطا کرے گا۔

یا تم ان نعمتوں کی وجہ سے فریب خوردہ رہے اور تم نے ان کا شکر ادا نہ کیا؟ بلکہ تم نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں میں ان نعمتوں سے مدد لی تو اس پر اللہ تعالیٰ تمھیں سزا دے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَلَى النَّارِ اَذْهَبْتُمْ طَيِّبٰتِكُمْ فِيْ حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا فَالْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَفْسُقُوْنَ﴾ (الأحقاف: ۴۶/۲۰) ’’جس دن، ان لوگوں کو جنھوں نے کفر کیا، جہنم کے سامنے پیش کیا جائے گا (تو ان سے کہا جائے گا) تم اپنی لذتیں، اپنی دنیا کی زندگی ہی میں ختم کر چکے اور ان سے فائدہ اٹھا چکے، پس دنیا میں جو تم ناحق اکڑتے (تکبر کرتے) تھے اور نافرمانیاں کرتے تھے اس کے بدلے آج تمھیں رسواکن عذاب دیا جائے گا۔‘‘

تَفْسِیْرُ سُوْرَةِ الْعَصْرِ

سُوْرَةُ الْعَصْرِ (۱۰۳) مَكِّيَّةٌ (۱۳)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے

اٰيَاتُهَا ۳ رُكُوْعُهَا ۱

وَالْعَصْرِ ۝۱ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ ۝۲ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

قسم ہے زمانے کی ○ بلاشبہ انسان خسارے میں ہے ○ سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور عمل کیے انھوں نے نیک

وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۝۳ ع

اور ایک دوسرے کو وصیت کی حق کی اور ایک دوسرے کو وصیت کی صبر (کرنے) کی ○

اللہ تبارک و تعالیٰ نے زمانے کی قسم کھائی ہے جو گردشِ شب و روز کا نام ہے جو بندوں کے اعمال اور ان کے افعال کا محل ہے کہ بے شک انسان خسارے میں ہے۔ خَاسِر نفع اٹھانے والے کی ضد ہے۔ خسارے کے متعدد اور متفاوت مراتب ہیں۔ کبھی خسارہ مطلق ہوتا ہے، جیسے اس شخص کا حال جس نے دنیا و آخرت میں خسارہ اٹھایا، جنت سے محروم ہوا اور جہنم کا مستحق ہوا۔ کبھی خسارہ اٹھانے والا کسی ایک پہلو سے خسارے میں رہتا ہے، کسی دوسرے پہلو سے خسارے میں نہیں رہتا، بنابریں اللہ تعالیٰ نے خسارے کو ہر انسان کے لیے عام قرار دیا ہے

سوائے اس شخص کے جوان چار صفات سے متصف ہے۔

(۱) ان امور پر ایمان لانا جن پر ایمان لانے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اور ایمان علم کے بغیر نہیں ہوتا اس لیے علم ایمان ہی کی فرع ہے' علم کے بغیر اس ایمان کی تکمیل نہیں ہوتی۔

(۲) عمل صالح: یہ تمام ظاہری اور باطنی بھلائی کے افعال کو شامل ہے جو اللہ تعالیٰ اور بندوں کے حقوق واجبہ و مستحبہ سے متعلق ہیں۔

(۳) ایک دوسرے کو حق کی وصیت کرنا' حق جو ایمان اور عمل صالح کا نام ہے' یعنی اہل ایمان ایک دوسرے کو ان امور کی وصیت کرتے ہیں' ان پر ایک دوسرے کو آمادہ کرتے اور ایک دوسرے کو ترغیب دیتے ہیں۔

(۴) اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے کی' اس کی نافرمانی سے باز رہنے کی اور اللہ تعالیٰ کی تکلیف دہ تقدیر پر صبر کرنے کی ایک دوسرے کو تلقین کرنا۔

پہلے دو امور کے ذریعے سے بندۂ مومن اپنے آپ کی تکمیل کرتا ہے اور آخری دو امور کے ذریعے سے وہ دوسروں کی تکمیل کرتا ہے۔ ان چاروں امور کی تکمیل سے بندہ خسارے سے محفوظ رہتا ہے اور بہت بڑا نفع حاصل کرنے میں کامیاب ہوتا ہے۔

تفسیر سورۃ الھمزۃ

سُوْرَةُ الْهُمَزَةِ (۱۰۴) مَكِّيَّةٌ (۳۲) — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ — اٰيَاتُهَا ۹ رُكُوْعُهَا ۱

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِ ۨ ﴿۱﴾ الَّذِيْ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ ﴿۲﴾ يَحْسَبُ اَنَّ

ہلاکت ہے واسطے ہر عیب جو غیبت کرنیوالے کے ○ وہ جس نے جمع کیا مال اور گن (گن) کر رکھا اسکو ○ وہ سمجھتا ہے کہ بلاشبہ

مَالَهٗٓ اَخْلَدَهٗ ﴿۳﴾ كَلَّا لَيُنْۢبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ ﴿۴﴾ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْحُطَمَةُ ﴿۵﴾

اسکا مال ہمیشہ (زندہ) رکھے گا اسکو ○ ہرگز نہیں! البتہ ضرور پھینکا جائے گا وہ حطمہ میں ○ اور کس چیز نے خبر دی آپکو کہ کیا ہے حطمہ؟ ○

نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ ﴿۶﴾ الَّتِيْ تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْـِٕدَةِ ﴿۷﴾

وہ آگ ہے اللہ تعالیٰ کی بھڑکائی ہوئی ○ وہ جو پہنچتی ہے دلوں تک ○

اِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُّؤْصَدَةٌ ﴿۸﴾ فِيْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ ﴿۹﴾

بلاشبہ وہ (آگ) ان پر (ہر طرف سے) بند کر دی جائے گی ○ لمبے لمبے ستونوں میں ○

﴿وَيْلٌ﴾ یعنی وعید' وبال اور سخت عذاب ﴿لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِ﴾ ''ہر اس شخص کے لیے جو طعن آمیز اشارے کرنے والا اور عیب جو ہے۔'' یعنی جو اپنے فعل سے لوگوں کی عیب جوئی کرتا ہے اور اپنے قول سے چغل

خوری کرتا ہے۔ ھَمَّاز اس شخص کو کہتے ہیں جو لوگوں میں عیب نکالتا ہے' اپنے فعل اور اشاروں سے طعنہ زنی کرتا ہے۔ لَمَّاز اس شخص کو کہتے ہیں جو اپنے قول سے لوگوں کے عیب نکالتا ہے۔ اس طعن آمیز اشارے کرنے والے اور چغل خور کی صفت یہ ہے کہ مال جمع کرنے' اس کو گننے اور اس پر خوش ہونے کے سوا اس کا کوئی مقصد نہیں' بھلائی کے راستوں میں اور صلہ رحمی کے لیے اس مال کو خرچ کرنے میں اسے کوئی رغبت نہیں۔ ﴿ يَحْسَبُ ﴾ اپنی جہالت کی وجہ سے سمجھتا ہے ﴿ اَنَّ مَالَهٗٓ اَخْلَدَهٗ ﴾ کہ اس کا مال اسے دنیا میں ہمیشہ زندہ رکھے گا' اسی لیے اس کی تمام کدّ وکاوش اپنا مال بڑھانے میں صرف ہوتی ہے جس کے بارے میں وہ سمجھتا ہے کہ یہ اس کی عمر کو بڑھاتا ہے۔ مگر وہ یہ نہیں جانتا کہ بخل اعمال کو ختم اور شہروں کو برباد کردیتا ہے اور نیکی عمر میں اضافہ کرتی ہے۔

﴿ كَلَّا لَيُنْۢبَذَنَّ ﴾ یعنی اسے ضرور پھینکا جائے گا ﴿ فِي الْحُطَمَةِ ○ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْحُطَمَةُ ﴾ ''حطمہ میں اور آپ کیا سمجھے کہ حطمہ کیا ہے؟'' یہ اس کی تعظیم اور اس کی ہولناکی کا بیان ہے' پھر اپنے اس ارشاد سے اس کی تفسیر فرمائی: ﴿ نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ ﴾ ''وہ اللہ کی بھڑکائی ہوئی آگ ہے۔'' جس کا ایندھن لوگ اور پتھر ہوں گے ﴿ الَّتِيْ ﴾ جو اپنی شدت کے باعث ﴿ تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْـِٕدَةِ ﴾ جسموں کو چھیدتی ہوئی دلوں تک جا پہنچے گی۔ اتنی سخت حرارت کے باوجود وہ اس آگ میں محبوس ہوں گے' اس سے باہر نکلنے سے مایوس ہوں گے۔ اس لیے فرمایا: ﴿ اِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُّؤْصَدَةٌ ﴾ یعنی وہ آگ ان پر (ہر طرف سے) بند کردی جائے گی ﴿ فِيْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ ﴾ دروازوں کے پیچھے بڑے بڑے ستونوں میں تاکہ وہ اس سے باہر نہ نکل سکیں۔ ﴿ كُلَّمَآ اَرَادُوْٓا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَآ اُعِيْدُوْا فِيْهَا ﴾ (السجدة: ۲۰/۳۲) ''جب بھی وہ اس آگ سے باہر نکلنا چاہیں گے' اسی میں لوٹا دیے جائیں گے''۔ ہم اس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے عفو اور عافیت کا سوال کرتے ہیں۔

تفسیر سورۃ الفیل

سُوْرَةُ الْفِيْلِ (۱۰۵) مَكِّيَّةٌ (۱۹) — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ — اٰيَاتُهَا ۵ رُكُوْعُهَا ۱

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان بہت رحم کرنے والا ہے

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ ۝۱ اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ

کیا نہیں دیکھا آپ نے کیسے کیا آپ کے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ؟ ○ کیا نہیں کر دیا تھا اس نے ان کی چال کو

فِيْ تَضْلِيْلٍ ۝۲ وَّاَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيْلَ ۝۳ تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ

بے کار؟ ○ اور اس نے بھیجے ان پر پرندے جھنڈ کے جھنڈ ○ وہ پھینکتے تھے ان پر کنکریاں

مِّنْ سِجِّيْلٍ ۝۴ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ ۝۵

کھنگر کی ○ سو اس (اللہ) نے کر دیا انہیں (ایسے) جیسے بھوسا کھایا ہوا ○

کیا آپ نے اللہ تعالیٰ کی قدرت‘ اس کی عظمت شان اپنے بندوں پر اس کی رحمت‘ اس کی توحید کے دلائل اور اس کے رسول محمد ﷺ کی صداقت کو نہیں دیکھا‘ کہ اللہ تعالیٰ نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا کیا؟ جنھوں نے اس کے حرمت والے گھر کے خلاف سازش کی اور اس کو ڈھانے کا ارادہ کیا۔ پس اس کے لیے انھوں نے خوب تیاری کی اور بیت اللہ کو منہدم کرنے کے لیے انھوں نے اپنے ساتھ ہاتھی بھی لے لیے تھے۔ وہ حبشہ اور یمن سے ایک ایسی فوج لے کر آئے جس کا مقابلہ کرنا عربوں کے بس میں نہ تھا۔ جب وہ مکہ کے قریب پہنچے تو عربوں میں مزاحمت کرنے والا کوئی نہ تھا۔ اہل مکہ ان کے خوف سے مکہ سے نکل گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر پرندوں کے غول بھیجے‘ یعنی متفرق غول جو کھنگر کی گرم کنکریاں اٹھائے ہوئے تھے۔ پس پرندوں نے یہ کنکریاں ان پر پھینکیں اور انھوں نے دور اور نزدیک سب کو نشانہ بنایا اور وہ سب موت کے گھاٹ اتر گئے اور وہ یوں ہو گئے‘ جیسے کھایا ہوا بھس۔

اللہ تعالیٰ ان کے شر کے لیے کافی ہو گیا اور اس نے ان کی چال کو انھی پر لوٹا دیا۔ ان کا یہ واقعہ بہت مشہور اور معروف ہے۔ یہ واقعہ اس سال پیش آیا جس سال رسول اللہ ﷺ پیدا ہوئے۔ پس یہ واقعہ آپ کی دعوت کی بنیاد اور آپ کی رسالت کی دلیل بن گیا۔ پس اللہ تعالیٰ ہی کی حمد و ثنا اور اسی کا شکر ہے۔

تفسیر سورۂ قریش

سُوْرَةُ قُرَيْشٍ (١٠٦) مَكِّيَّةٌ (٢٩) | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ | اٰيَاتُهَا ٤ رُكُوْعُهَا ١

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے

لِاِيْلٰفِ قُرَيْشٍ ۝١ اٖلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّيْفِ ۝٢ فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا

بوجہ مانوس ہونے قریش کے ○ (یعنی) مانوس ہونا انکا سفر سے سردی اور گرمی کے ○ پس چاہیے کہ وہ عبادت کریں مالک کی اس

الْبَيْتِ ۝٣ الَّذِيْٓ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ ۙ۬ وَّاٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ ۝٤

گھر (کعبہ) کے ○ وہ ذات جس نے کھانا کھلایا ان کو بھوک میں اور امن دیا ان کو خوف سے ○

بہت سے مفسرین نے کہا ہے کہ جار اور مجرور کا تعلق ماقبل سورت سے ہے‘ یعنی ہم نے اصحاب فیل کے ساتھ جو کچھ کیا وہ قریش‘ ان کے لیے امن‘ ان کے مصالح کی درستی‘ تجارت اور کسب معاش کے لیے سردیوں میں یمن کی طرف اور گرمیوں میں شام کی طرف ان کے سفر کی خاطر کیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان تمام لوگوں کو ہلاک کر دیا جنھوں نے ان کے بارے میں کسی برائی کا ارادہ کیا۔ عربوں کے دلوں میں حرم اور اہل حرم کے معاملے کو تعظیم بخشی‘ یہاں تک کہ عرب قریش کا احترام کرنے لگے‘ قریش جہاں بھی سفر کا ارادہ کرتے تو عرب معترض نہ ہوتے‘ اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کو شکر ادا کرنے کا حکم دیا۔ فرمایا: ﴿فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ﴾ ”پس وہ اس گھر کے رب کی عبادت کریں۔“ یعنی اس کی توحید بیان کریں اور اس کے لیے عبادت کو خالص کریں۔ ﴿الَّذِيْٓ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ

﴿ جُوۡعٍ وَّ اٰمَنَهُمۡ مِّنۡ خَوۡفٍ ﴾ ”جس نے انھیں بھوک میں کھانا دیا اور خوف سے امن وامان دیا۔“ رزق میں کشادگی، خوف کے حالات میں امن سے بہرہ مند ہونا سب سے بڑی دنیاوی نعمت ہے جو اللہ تعالیٰ کے شکر کی موجب ہے، اے اللہ! اپنی ظاہری اور باطنی نعمتوں پر تو ہی ہر قسم کی حمد وثنا اور شکر کا مستحق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ کے ساتھ اپنی ربوبیت کو اس کے فضل وشرف کی وجہ سے مخصوص کیا ہے ورنہ تو وہ ہر چیز کا رب ہے۔

تفسیر سورۃ الماعون

سُورَةُ الْمَاعُون (۱۰۷) مَكِّيَّةٌ (۱۷) — اٰیَاتُهَا ۷ — رُکُوْعُهَا ۱

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے

اَرَءَیۡتَ الَّذِیۡ یُکَذِّبُ بِالدِّیۡنِ ؕ﴿۱﴾ فَذٰلِکَ الَّذِیۡ یَدُعُّ الۡیَتِیۡمَ ۙ﴿۲﴾ وَ لَا یَحُضُّ

بھلا دیکھا آپ نے اس شخص کو جو جھٹلاتا ہے جزا کو؟○ پس یہ وہ شخص ہے جو دھکے دیتا ہے یتیم کو○ اور نہیں شوق دلاتا وہ

عَلٰی طَعَامِ الۡمِسۡکِیۡنِ ؕ﴿۳﴾ فَوَیۡلٌ لِّلۡمُصَلِّیۡنَ ۙ﴿۴﴾ الَّذِیۡنَ ہُمۡ عَنۡ صَلَاتِہِمۡ سَاہُوۡنَ ۙ﴿۵﴾

کھانا کھلانے پر، مسکین کو○ پس ہلاکت ہے (ان) نمازیوں کے لیے○ وہ جو کہ اپنی نماز سے غفلت کرتے ہیں○

الَّذِیۡنَ ہُمۡ یُرَآءُوۡنَ ۙ﴿۶﴾ وَ یَمۡنَعُوۡنَ الۡمَاعُوۡنَ ٪﴿۷﴾ ع

وہ جو کہ دکھلاوا کرتے ہیں○ اور وہ انکار کرتے ہیں استعمال کی معمولی چیزوں سے بھی○

اللہ تعالیٰ اس شخص کی مذمت کرتے ہوئے جس نے اس کے اور اس کے بندوں کے حقوق کو ترک کر دیا، فرماتا ہے: ﴿ اَرَءَیۡتَ الَّذِیۡ یُکَذِّبُ بِالدِّیۡنِ ﴾ کیا تو نے اس شخص کو دیکھا جو حیات بعد الموت کو جھٹلاتا ہے اور جو کچھ انبیاء ومرسلین لے کر آئے ہیں ان پر ایمان نہیں لاتا؟ ﴿ فَذٰلِکَ الَّذِیۡ یَدُعُّ الۡیَتِیۡمَ ﴾ پس یہی وہ شخص ہے جو سخت دلی اور تندخوئی سے یتیم کو دھکے دیتا ہے اور اپنی قساوت قلبی کی بنا پر اس پر رحم نہیں کرتا، نیز اس کا سبب یہ بھی ہے کہ وہ ثواب کی امید رکھتا ہے نہ عذاب سے ڈرتا ہے۔ ﴿ وَ لَا یَحُضُّ ﴾ اور دوسروں کو ترغیب نہیں دیتا ﴿ عَلٰی طَعَامِ الۡمِسۡکِیۡنِ ﴾ ”مسکین کے کھانے پر۔“ اور وہ خود تو بالاولیٰ مسکین کو کھانا نہیں کھلاتا۔

﴿ فَوَیۡلٌ لِّلۡمُصَلِّیۡنَ ﴾ ہلاکت ہے نماز کا التزام کرنے والوں کے لیے مگر وہ ﴿ عَنۡ صَلَاتِہِمۡ سَاہُوۡنَ ﴾ ”اپنی نماز سے غافل ہیں۔“ یعنی وہ اپنی نماز کو ضائع کرتے ہیں اس کے وقت مسنون کو ترک کرتے ہیں اور اس کے ارکان کو برے طریقے سے ادا کرتے ہیں اس کا سبب، اللہ تعالیٰ کے حکم کا عدم اہتمام ہے کہ انھوں نے نماز کو ترک کر دیا جو سب سے اہم عبادت ہے۔ نماز سے غفلت ہی ہے جو نمازی کو مذمت اور ملامت کا مستحق بناتی ہے۔ اور رہا نماز کے اندر سہو تو یہ ہر ایک سے واقع ہو جاتا ہے حتیٰ کہ نبی اکرم ﷺ سے بھی سہو واقع ہوا ہے۔ بنا بریں اللہ تعالیٰ نے نماز سے غافل لوگوں کو ریا، قساوت اور بے رحمی جیسے اوصاف سے موصوف کیا ہے۔ فرمایا: ﴿ الَّذِیۡنَ ہُمۡ یُرَآءُوۡنَ ﴾

یعنی وہ لوگوں کے دکھلاوے کے لیے عمل کرتے ہیں۔ ﴿ وَيَمْنَعُونَ الْمَاعُونَ ﴾ کسی چیز کو عاریتاً یا ہبہ کے طور پر عطا کرنے سے جس کے عطا کرنے پر ان کو نقصان نہیں پہنچتا' روکتے ہیں' مثلاً: برتن' ڈول' کلہاڑی وغیرہ جن کو استعمال کے لیے دینے اور ان کے بارے میں فیاضی کرنے کی عام عادت جاری ہے۔ یہ لوگوں کو اپنی شدید حرص کے باعث استعمال کی معمولی اشیا کو دینے سے منع کرتے ہیں' تب ان سے زیادہ بڑی اشیا (لوگوں کو استعمال کے لیے) دیتے وقت ان کا کیا حال ہوگا۔

اس سورۂ مبارکہ میں یتیموں اور مساکین کو کھانا کھلانے' نیز نماز کا خیال رکھنے' اس کی حفاظت کرنے اور نماز اور دیگر تمام اعمال میں اخلاص کو مدنظر رکھنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ نیز معروف پر عمل کرنے' معمولی اموال کو استعمال کے لیے عطا کرنے کی ترغیب ہے' مثلاً: برتن' ڈول اور کتاب وغیرہ؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس شخص کی مذمت کی ہے جو ایسا نہیں کرتا۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم بالصواب . والحمدللہ رب العالمین

تفسیر سورۃ الکوثر

سُوْرَةُ الْكَوْثَرِ (۱۰۸) مَكِّيَّةٌ (۱۵) | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ | اٰيَاتُهَا ۳ رُكُوْعُهَا ۱

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان بہت رحم کرنے والا ہے

إِنَّآ أَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ﴿١﴾ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ﴿٢﴾ إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ ﴿٣﴾ ع-۲۲

یقیناً عطا کی ہم نے آپ کو کوثر○ سو آپ نماز پڑھیں اپنے رب کیلئے اور قربانی کریں○ بلاشبہ آپ کا دشمن ہی بے نام ونشان رہے گا○

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے نبی محمد مصطفیٰ ﷺ پر احسان کرتے ہوئے خطاب فرماتا ہے: ﴿ إِنَّآ أَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ﴾ یعنی ہم نے آپ کو خیر کثیر اور فضل عظیم عطا کیا۔ منجملہ اس خیر کثیر میں سے جو اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو عطا فرمائے گا' ایک نہر بھی ہے جس کو (اَلْكَوْثَرَ) کہا جاتا ہے' حوض کوثر کا طول ایک ماہ کی مسافت اور اس کا عرض بھی ایک ماہ کی مسافت ہے' اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے بڑھ کر میٹھا ہے' اس کے پینے کے برتن' اپنی کثرت اور چمک میں' آسمان کے ستاروں کے مانند ہوں گے۔ جو کوئی حوض کوثر سے ایک مرتبہ پانی پی لے گا' اس کے بعد اسے کبھی پیاس نہیں لگے گی۔

اللہ تعالیٰ نے آپ پر اپنے احسان وعنایت کا ذکر کرنے کے بعد آپ کو اس احسان پر شکر ادا کرنے کا حکم دیا' چنانچہ فرمایا: ﴿ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ﴾ ''پس اپنے رب کے لیے نماز پڑھ اور قربانی کر۔'' اللہ تعالیٰ نے ان دو عبادتوں کا خاص طور پر ذکر فرمایا؛ کیونکہ یہ دونوں افضل ترین عبادات اور تقرب الٰہی کا جلیل ترین ذریعہ ہیں' نیز ان دونوں کا خاص طور پر ذکر کرنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ نماز قلب اور جوارح میں خشوع کو متضمن ہے' پھر اسے عبادت کی دیگر تمام انواع میں منتقل کر دیتی ہے۔ جانور ذبح کرنے میں یہ حکمت ہے کہ بندے کے پاس جو

کچھ ہے اس میں سے افضل ترین چیز قربانی کے ذریعے سے تقرب الٰہی حاصل کرنا اور مال خرچ کرنا ہے جس سے محبت کرنا اور اس میں بخل کرنا نفس انسانی کی جبلّت ہے۔

﴿ اِنَّ شَانِئَكَ ﴾ آپ سے بغض رکھنے والا' آپ کی مذمت اور تنقیص کرنے والا ﴿ هُوَ الْاَبْتَرُ ﴾ یعنی وہ ہر بھلائی سے محروم ہے اس کا عمل منقطع ہے اور اس کا ذکر منقطع ہے۔ رہے رسول مصطفیٰ محمد ﷺ تو حقیقت میں وہی کامل ہیں' آپ کمال کے اس بلند ترین مرتبے پر پہنچے ہوئے ہیں جہاں تک پہنچنا مخلوق میں سے کسی کے لیے ممکن نہیں' مثلاً: رفعت ذکر' کثرت الانصار اور کثرت متبعین۔

تفسیر سورۃ الکافرون

سُوْرَةُ الْكٰفِرُوْنَ (١٠٩) مَكِّيَّةٌ (١٨) — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ — اٰيَاتُهَا ٦ رُكُوْعُهَا ١

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے

قُلْ يٰۤاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ﴿١﴾ لَاۤ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ ﴿٢﴾ وَلَاۤ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَاۤ

آپ کہہ دیجیے: اے کافرو! ○ نہیں عبادت کرتا میں جن (بتوں) کی تم عبادت کرتے ہو ○ اور نہ تم عبادت کرتے ہو اسکی جسکی

اَعْبُدُ ﴿٣﴾ وَلَاۤ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ ﴿٤﴾ وَلَاۤ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ

میں عبادت کرتا ہوں ○ اور نہ میں ہی عبادت کرنے والا ہوں جن کی تم عبادت کرتے ہو ○ اور نہ تم ہی عبادت کرنے والے ہو

مَاۤ اَعْبُدُ ﴿٥﴾ لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ ﴿٦﴾

اس کی جس کی میں عبادت کرتا ہوں ○ تمہارے لئے تمہارا دین ہے اور میرے لئے میرا دین ○

یعنی کفار کو نہایت صراحت کے ساتھ' آگاہ کرتے ہوئے کہہ دیجیے: ﴿ لَاۤ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ ﴾ ''جن کو تم پوجتے ہو میں ان کو نہیں پوجتا۔'' یعنی آپ کفار کے ان خود ساختہ معبودوں سے براءت کا اظہار کریں جن کی وہ اللہ تعالیٰ کے سوا ظاہر اور باطن میں عبادت کرتے تھے۔

﴿ وَلَاۤ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَاۤ اَعْبُدُ ﴾ ''اور جس کی میں عبادت کرتا ہوں اس کی تم عبادت نہیں کرتے۔'' کیونکہ اللہ تعالیٰ کے لیے تمہاری عبادت میں تمہارا اخلاص معدوم ہے۔ اللہ تعالیٰ کے لیے تمہاری عبادت جو شرک سے مقرون ہے' عبادت نہیں کہلا سکتی۔ اس جملے کو مکرر بیان کیا تاکہ اول عدم وجود فعل پر دلالت کرے اور دوسرا اس امر پر دلالت کرے کہ یہ ان کا وصف لازم بن گیا تھا۔

اس لیے اللہ تعالیٰ نے دونوں فریقوں کے درمیان امتیاز اور تفریق کی ہے۔ فرمایا: ﴿ لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ ﴾ ''تم اپنے دین پر اور میں اپنے دین پر۔'' جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ قُلْ كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ ﴾ (بنی إسراءیل: ۸۴/۱۷) ''کہہ دیجیے: ہر شخص اپنے اپنے طریقے کے مطابق عمل کرتا ہے۔'' فرمایا: ﴿ اَنْتُمْ بَرِيْٓـُٔوْنَ

﴿ مِمَّا أَعْمَلُ وَأَنَا بَرِيءٌ مِمَّا تَعْمَلُونَ ﴾ (یونس: ۱۰/۴۱) ''جو کچھ میں کرتا ہوں تم اس سے بری ہو اور جو کچھ تم کرتے ہو میں اس سے بری ہوں۔''

تفسیر سورۃ النصر

سُوْرَةُ النَّصْرِ (۱۱۰) مَدَنِيَّةٌ (۱۱۴) — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ — اٰيَاتُهَا ۳ رُكُوْعُهَا ۱

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان بہت رحم کرنے والا ہے

إِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ﴿۱﴾ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ﴿۲﴾

جب آ جائے مدد اللہ کی اور فتح ○ اور آپ دیکھیں لوگوں کو کہ وہ داخل ہو رہے ہیں اللہ کے دین میں فوج در فوج ○

فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ﴿۳﴾

تو آپ تسبیح کیجیے ساتھ حمد کے اپنے رب کی اور بخشش مانگیے اس سے' بلاشبہ وہ ہے بڑا توبہ قبول کرنے والا ○

اس سورۂ کریمہ میں ایک خوشخبری ہے' اس خوشخبری کے حاصل ہو جانے پر رسول اللہ ﷺ کے لیے ایک حکم ہے' نیز اس میں اس خوشخبری پر مترتب ہونے والے احوال کی طرف اشارہ اور اس پر تنبیہ ہے۔ خوشخبری اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے رسول ﷺ کے لیے نصرت' فتح مکہ اور لوگوں کے اللہ تعالیٰ کے دین میں فوج در فوج داخل ہونے کی ہے ان میں سے بہت لوگ آپ کے دشمن تھے' اس کے بعد وہی لوگ آپ کے اعوان و انصار ہوں گے اور جس چیز کے بارے میں خوشخبری دی گئی تھی وہ حرف بحرف پوری ہوئی۔

رہا فتح و نصرت کے بعد حکم تو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو حکم دیا کہ وہ اس فتح و نصرت پر اس کا شکر ادا کریں' اس کی حمد و ثنا کے ساتھ اس کی تسبیح بیان کریں اور اس سے استغفار کریں۔

رہا اشارہ تو اس میں دو اشارے ہیں۔

اول: دین اسلام دائمی فتح و نصرت سے بہرہ مند رہے گا' اس کے رسول کی طرف سے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے ساتھ تسبیح اور استغفار پر اس نصرت میں اضافہ ہو گا' کیونکہ تسبیح و استغفار' شکر ہی شمار ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ ﴾ (ابراھیم: ۱۴/۷) ''اگر تم شکر کرو گے تو میں تمھیں اور زیادہ عطا کروں گا۔'' اور یہ چیز خلفائے راشدین کے زمانے میں اور ان کے بعد بھی امت کو حاصل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کی نصرت ہمیشہ ہم رکاب رہی' یہاں تک کہ اسلام اس مقام پر پہنچ گیا جہاں تمام ادیان میں سے کوئی دین نہیں پہنچ سکا حتی کہ امت سے اللہ تعالیٰ کے احکامات کی مخالفت میں افعال صادر ہونے لگے۔ پس اللہ تعالیٰ نے تفرق کلمہ اور تشتتِ امر کے ذریعے سے انھیں آزمایا۔ پس پھر جو ہونا تھا ہوا۔ بایں ہمہ اس امت پر اور اس دین پر اللہ تعالیٰ کی بے پایاں رحمت اور اس کا لطف و کرم ہے' جس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا اور نہ خیال کی وہاں تک رسائی ہی ہے۔

دوم: رہا دوسرا اشارہ تو یہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کی طرف اشارہ ہے کہ آپ کی اجل قریب آ گئی ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کی عمر مبارک' فضیلت والی عمر ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے قسم کھائی ہے اور اس نے مقرر فرما دیا ہے کہ فضیلت والے امور کا اختتام' استغفار کے ساتھ ہو' مثلاً: نماز اور حج وغیرہ۔ پس اللہ تعالیٰ کا اس حال میں آپ کو حمد واستغفار کا حکم دینا اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ آپ کی وفات کا وقت قریب آ گیا ہے۔ اب آپ کو اپنے رب کی ملاقات کے لیے مستعد اور تیار رہنا چاہیے اور آپ کو اپنی عمر کا اختتام اس افضل ترین چیز پر کرنا چاہیے جو آپ موجود پاتے ہیں۔ صَلَوَاتُ اللهِ وَسَلَامُهُ عَلَيْهِ.

چنانچہ آپ قرآن کی (اس آیت کی) تاویل کرتے ہوئے' اپنی نماز کے اندر رکوع وسجود میں نہایت کثرت سے یہ پڑھا کرتے تھے ﴿سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِي﴾ ① ''اے اللہ! اے ہمارے رب! ہم تیری حمد وثنا کے ساتھ تیری پاکیزگی بیان کرتے ہیں' اے اللہ! مجھے بخش دے۔''

تفسیر سورۃ اللھب

سُوْرَةُ اللَّهَبِ (۱۱۱) مَكِّيَّةٌ (۶) | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ | اٰيَاتُهَا ۵ رُكُوْعُهَا ۱

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان' بہت رحم کرنے والا ہے

تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ۝۱ مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ ۝۲ سَيَصْلٰى

ٹوٹ جائیں دونوں ہاتھ ابولہب کے اور وہ ہلاک ہو گیا ○ نہ فائدہ دیا اسکو اسکے مال نے اور جو کچھ اس نے کمایا ○ ضرور داخل ہوگا وہ

نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ۝۳ وَّامْرَاَتُهٗ ۭ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ۝۴ فِيْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ۝۵ ع

بھڑکتی آگ میں ○ اور اس کی بیوی بھی' لکڑیاں ڈھونے والی ○ اس کی گردن میں رسی ہوگی چھال کی بٹی ہوئی ○

ابولہب' نبی اکرم ﷺ کا چچا تھا' آپ سے شدید عداوت رکھتا تھا اور آپ کو سخت اذیت پہنچاتا تھا' اس میں کوئی دین کی رمق تھی نہ قرابت کی حمیت۔ اللہ تعالیٰ اس کا برا کرے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس ذم عظیم کے ذریعے سے اس کی مذمت بیان فرمائی جو قیامت کے دن تک اس کے لیے رسوائی ہے۔ چنانچہ فرمایا: ﴿تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ﴾ یعنی اس کے دونوں ہاتھ ہلاک ہو گئے اور وہ بد بختی میں پڑ گیا ﴿وَّتَبَّ﴾ اس نے نفع حاصل نہ کیا۔ ﴿مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ﴾ وہ مال اس کے کسی کام نہ آیا جو اس کے پاس تھا اور اس مال نے اسے سرکش بنا دیا تھا اور جو مال اس نے کمایا تھا جب اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہوا تو وہ اس عذاب کو کچھ بھی دور نہ کر سکا۔ ﴿سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ﴾ ''وہ جلد بھڑکتی ہوئی آگ میں داخل ہوگا۔'' یعنی آگ اسے ہر جانب سے گھیر لے گی ﴿وَّامْرَاَتُهٗ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ﴾

① صحيح البخاري' الاذان' باب الدعاء في الركوع' ح: ۷۹۴ و صحيح مسلم' الصلوة' باب ما يقال في الركوع والسجود' ح: ۴۸۴

''اور اس کی بیوی بھی جو ایندھن اٹھانے والی ہے۔'' اس کی بیوی بھی رسول اللہ ﷺ کو سخت اذیت پہنچاتی تھی، میاں بیوی دونوں گناہ اور ظلم پر ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرتے تھے، وہ تکلیف پہنچاتی تھی اور رسول اللہ ﷺ کو اذیت پہنچانے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھتی تھی۔ اس کی پیٹھ پر بوجھ لاد دیا جائے گا اس شخص کے مانند جو ایندھن اکٹھا کرتا ہے۔ اس کی گردن میں ڈالنے کے لیے ایک رسی تیار کی گئی ہے ﴿مِّنْ مَّسَدٍ﴾ ''مونج کی۔'' یعنی کھجور کے پتوں کے ریشے سے بٹی ہوئی۔

یا اس کے معنی یہ ہیں کہ (جہنم میں) وہ ایندھن اٹھا اٹھا کر اپنے شوہر پر ڈالے گی اور اس کے گلے میں کھجور کے پتوں کے ریشوں سے بٹی ہوئی رسی بندھی ہوئی ہوگی۔ دونوں معنوں کے مطابق اس سورۂ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک بہت بڑی نشانی ہے؛ کیونکہ یہ سورۂ کریمہ اس وقت نازل ہوئی جب ابولہب اور اس کی بیوی ابھی ہلاک نہیں ہوئے تھے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے خبر دی کہ عنقریب انھیں جہنم میں عذاب دیا جائے گا۔ اس سے یہ لازم آتا ہے کہ یہ دونوں ایمان نہیں لائیں گے۔ پس یہ اسی طرح واقع ہوا جس طرح عالم الغیب والشہادۃ نے خبر دی تھی۔

تفسیر سورۃ الاخلاص

سورۃ الاخلاص (١١٢) مکیۃ (٢٢) | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ | آیاتها ٤ رکوعها ١

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان بہت رحم کرنے والا ہے

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝١ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝٢ لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ ۝٣

آپ کہہ دیجیے: وہ اللہ یکتا ہے ○ اللہ بے نیاز ہے ○ نہیں جنا اس نے (کسی کو) اور نہیں وہ (خود) جنا گیا ○

وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝٤

اور نہیں ہے اس کا ہمسر کوئی بھی ○

﴿قُلْ﴾ یعنی اس حقیقت پر اعتقاد رکھتے ہوئے اور اس کے معنی کو جانتے ہوئے حتمی طور پر کہہ دیجیے: ﴿هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ وہ اللہ ایک ہی ہے، یعنی وحدانیت اس کی ذات میں منحصر ہے۔ وہ ہر قسم کے کمال میں احد اور منفرد ہے جو اسمائے حسنیٰ، صفات کاملہ وعالیہ افعال مقدسہ کا مالک ہے جس کی کوئی نظیر ہے نہ مثیل۔ ﴿اَللّٰهُ الصَّمَدُ﴾ ''اللہ بے نیاز ہے۔'' یعنی تمام حوائج میں وہی مقصود ہے۔ عالم بالا اور عالم سفلی کے رہنے والے سب اس کے انتہائی محتاج ہیں، اسی سے اپنی حاجتوں کا سوال کرتے ہیں، اپنے اہم امور میں اسی کی طرف راغب ہوتے ہیں؛ کیونکہ وہ اپنے اوصاف میں کامل ہے، وہ علیم ہے جو اپنے علم میں کامل ہے، حلیم ہے جو اپنے حلم میں کامل اور رحیم ہے جس کی رحمت ہر چیز پر سایہ کناں ہے۔ اسی طرح وہ اپنے تمام اوصاف میں کامل ہے۔ یہ اس کا کمال ہے کہ ﴿لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ﴾

منزل ٧

اس نے کسی کو جنم دیا ہے نہ اسے کسی نے جنم دیا ہے کیونکہ وہ کامل طور پر غنی ہے ﴿ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ﴾ اس کے اسماء میں نہ اس کی صفات میں اور نہ اس کے افعال میں کوئی اس کا ہم سر ہے۔ اس کی ذات بابرکت اور بہت بلند ہے۔ یہ سورۂ کریمہ توحید اسماء وصفات پر مشتمل ہے۔

تفسیر سُورَةِ الفَلَق

سُوْرَةُ الْفَلَقِ (۱۱۳) مَکِّيَّةٌ (۲۰) | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ | اٰيَاتُهَا ۵ رُكُوْعُهَا ۱

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان بہت رحم کرنے والا ہے

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۝۱ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ۝۲ وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ

کہہ دیجیے: میں پناہ میں آتا ہوں صبح کے رب کی ○ (ہر) اس چیز کے شر سے جو اس نے پیدا کی ○ اور اندھیری رات کے شر سے

اِذَا وَقَبَ ۝۳ وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِي الْعُقَدِ ۝۴ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ۝۵ ع

جب وہ چھا جائے ○ اور پھونکیں مارنے والیوں کے شر سے گرہوں میں ○ اور حسد کرنے والے کے شر سے جب وہ حسد کرے ○

﴿ قُلْ ﴾ یعنی آپ اللہ کی پناہ مانگنے کے لیے کہیے: ﴿ اَعُوْذُ ﴾ میں پناہ ڈھونڈتا ہوں اور اپنا بچاؤ تلاش کرتا ہوں ﴿ بِرَبِّ الْفَلَقِ ﴾ ''رب فلق کے ذریعے سے۔'' یعنی جو دانے اور گٹھلی کو پھاڑتا ہے اور صبح کو نمودار کرتا ہے۔ ﴿ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ﴾ ''ہر چیز کے شر سے جو اس نے بنائی۔'' یہ اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق' انسان' جنات اور حیوانات سب کو شامل ہے۔ پس ان تمام مخلوقات کے اندر موجود شر سے' ان کو پیدا کرنے والے کی پناہ مانگی جاتی ہے' پھر اللہ تعالیٰ نے عام چیزوں کا ذکر کرنے کے بعد خاص چیزوں کا ذکر کیا' فرمایا: ﴿ وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ﴾ ''اور شب تاریک کی برائی سے جب اس کا اندھیرا چھا جائے۔'' یعنی میں اس شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں جو رات کے اندر ہوتا ہے' جب وہ لوگوں پر چھا جاتا ہے اور اس میں بہت سی شریر ارواح اور موذی حیوانات پھیل جاتے ہیں۔

﴿ وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِي الْعُقَدِ ﴾ یعنی جادو کرنے والی عورتوں کے شر سے جو اپنے جادو میں گرہوں میں پھونکوں سے کام لیتی ہیں جن کو وہ جادو کے لیے باندھتی ہیں۔ ﴿ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ﴾ ''اور حاسد کے شر سے جب وہ حسد کرے۔'' حاسد وہ ہے جو محسود کی نعمت کا زوال چاہتا ہے اور ان تمام اسباب کے ذریعے سے جن پر وہ قادر ہے' اس نعمت کے زوال کے لیے کوشاں رہتا ہے' تب اس کے شر سے بچنے اور اس کے مکر وفریب کے ابطال کے لیے' اللہ تعالیٰ کی پناہ کی حاجت ہوتی ہے۔ نظر لگانے والا بھی حاسد ہی شمار ہوتا ہے؛ کیونکہ نظر بد صرف حاسد' شریر الطبع اور خبیث النفس شخص ہی سے صادر ہوتی ہے۔

یہ سورۂ کریمہ' عام طور پر اور خاص طور پر' شر کی تمام انواع سے استعاذہ کو متضمن ہے' نیز اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ جادو کی حقیقت ہے' اس کے ضرر سے ڈرا جاتا ہے اور اس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگی جاتی ہے۔

تفسیر سورۃ النّاس

سورۃ النّاس (۱۱۴) مکیّۃ (۲۱) | بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ | آیاتھا ۶ رکوعھا ۱

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان بہت رحم کرنے والا ہے

قُلۡ اَعُوۡذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۙ﴿۱﴾ مَلِکِ النَّاسِ ۙ﴿۲﴾ اِلٰہِ النَّاسِ ۙ﴿۳﴾ مِنۡ شَرِّ

کہہ دیجیے: میں پناہ میں آتا ہوں انسانوں کے رب کی ○ انسانوں کے بادشاہ کی ○ انسانوں کے معبود کی ○ شر سے

الۡوَسۡوَاسِ ۬ۙ الۡخَنَّاسِ ۪ۙ﴿۴﴾ الَّذِیۡ یُوَسۡوِسُ فِیۡ صُدُوۡرِ النَّاسِ ۙ﴿۵﴾

وسوسہ ڈالنے والے پیچھے ہٹ جانے والے کے ○ وہ جو وسوسہ ڈالتا ہے لوگوں کے سینوں میں ○

مِنَ الۡجِنَّۃِ وَ النَّاسِ ٪﴿۶﴾

جنوں میں سے اور انسانوں میں سے ○

یہ سورۂ مبارکہ‘لوگوں کے رب‘ان کے مالک اور ان کے معبود کے پاس‘شیطان سے پناہ ہے جو تمام برائیوں کی جڑ اور ان کا مادّہ ہے جس کا فتنہ اور شر یہ ہے کہ وہ لوگوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالتا ہے‘ان کے سامنے شر کی تحسین کرتا ہے۔ برائی کو انتہائی خوبصورت بنا کر ان کے سامنے پیش کرتا ہے اور برائی کے ارتکاب کے لیے ان کے اندر نشاط پیدا کرتا ہے۔ وہ انھیں بھلائی سے باز رکھتا ہے اور اس کو کسی اور ہی صورت میں ان کے سامنے پیش کرتا ہے۔ وہ ہمیشہ اسی حال میں رہتا ہے کہ وہ وسوسہ ڈالتا ہے اور پیچھے ہٹ جاتا ہے‘یعنی جب بندۂ مومن اپنے رب کو یاد کرتا ہے اور اس کو دفع کرنے کے لیے اپنے رب کی مدد چاہتا ہے تو یہ پیچھے ہٹ جاتا ہے۔ بندے کے لیے مناسب یہی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کے ذریعے سے جو تمام لوگوں کے لیے عام ہے‘مدد طلب کرے‘ اس کی پناہ مانگے اور اسی کی پناہ میں آکر اپنا بچاؤ کرے۔ تمام مخلوق اس کی ربوبیت اور بادشاہی کے تحت ہے‘وہ ہر جان دار کی پیشانی کو پکڑے ہوئے ہے۔

نیز وہ اس کی الوہیت کی پناہ حاصل کرے جس کی بنا پر اس نے ان سب کو تخلیق کیا اور ان کے لیے یہ اس وقت تک مکمل نہیں ہوتی جب تک کہ ان کے دشمن کا شر دفع نہ کیا جائے جو انھیں اس کے راستے سے ہٹانا چاہتا ہے‘ وہ اس کے اور ان کے درمیان حائل ہونا چاہتا ہے اور وہ چاہتا ہے کہ وہ ان کو اپنے گروہ میں شامل کر لے تاکہ وہ بھی جہنمی بن جائیں۔

وسوسہ جس طرح جنات کی طرف سے ہوتا ہے‘اسی طرح انسانوں کی طرف سے بھی ہوسکتا ہے‘اس لیے فرمایا:

﴿مِنَ الۡجِنَّۃِ وَ النَّاسِ﴾ وسوسہ ڈالنے والا‘خواہ جنوں میں سے ہو یا انسانوں میں سے۔

وَالۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعَالَمِینَ أَوَّلاً وَّآخِرًا، ظَاهِرًا وَّبَاطِنًا۔

ع۲۷

ہم اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں کہ وہ اپنی نعمتوں کا اتمام کرے، ہمارے گناہوں کو بخش دے جو ہمارے اور اس کی بہت سی برکات کے درمیان حائل ہیں۔ وہ ہماری خطاؤں اور شہوات کو معاف کر دے جنھوں نے ہماری عقلوں کو اس کی آیات میں تدبرّ وتفکّر سے عاری کر دیا ہے۔ ہم امّید کرتے ہیں اور توقع رکھتے ہیں کہ ہمارے دامن میں جو برائیاں ہیں ان کے بدلے میں وہ ہمیں اپنی بھلائی سے محروم نہیں کرے گا۔ پس اللہ تعالیٰ کی رحمت سے صرف کافر ہی مایوس اور اس کی رحمت سے صرف گمراہ ہی ناامّید ہوتے ہیں۔

وَصَلَّى اللّٰهُ وَسَلَّمَ عَلٰى رَسُولِهٖ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَصَحْبِهٖ أَجْمَعِينَ صَلٰوةً وَّسَلَامًا دَائِمِينَ مُتَوَاصِلِينَ أَبَدَ الْأَوْقَاتِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي بِنِعْمَتِهٖ تَتِمُّ الصَّالِحَاتُ۔

کتاب اللہ کی تفسیر اس کی مدد اور توفیق سے اس کے مرتب اور کاتب عبدالرحمٰن بن ناصر بن عبداللہ المعروف بہ ''ابن سعدی'' کے ہاتھوں مکمل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ اس کی، اس کے والدین کی اور تمام مسلمانوں کی مغفرت فرمائے۔ اور اس کی ترتیب یکم ربیع الاول ۱۳۴۴ھ میں اور اس کی نقل شعبان ۱۳۴۵ھ میں مکمل ہوئی۔ (رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا وَاعْفُ عَنَّا إِنَّكَ أَنْتَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ)۔

اس کے ساتھ ہی تفسیر سعدی ﴿تَيْسِيرُ الْكَرِيمِ الرَّحْمٰنِ فِي تَفْسِيرِ كَلَامِ الْمَنَّانِ﴾ کا اردو ترجمہ مکمل ہوا۔ (اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي هَدَانَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَا أَنْ هَدَانَا اللّٰهُ. وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى رَسُولِهٖ مُحَمَّدٍ الْكَرِيمِ وَآلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ أَجْمَعِينَ)۔

احقر العباد

طیّب شاہین لودھی

نشیمن۔ ۱۹اسی بودلہ ٹاؤن، ملتان

۲۷ رمضان المبارک ۱۴۱۹ھ بمطابق ۱۶ جنوری ۹۹ء

ترجمے کی تصحیح وتنقیح اور نظر ثانی کا کام بِعَوْنِ اللّٰہِ وَتَوْفِیقِہٖ، ماہ صفر ۱۴۲۴ھ (مطابق اپریل: 2003ء) میں پایۂ تکمیل کو پہنچا۔ فَلِلّٰہِ الْحَمْدُ عَلٰی ذٰلِکَ۔

اللہ تعالیٰ فاضل مفسر رحمہ اللہ، فاضل مترجم رحمہ اللہ، راقم الحروف، دیگر معاونین ورفقائے دارالسلام اور ناشرین کی مساعی حسنہ کو قبول فرمائے، اسے ان سب کی نجات اور رفع درجات کا ذریعہ بنائے اور اس تفسیر کو اردو دان حضرات کے لیے بھی اسی طرح قرآن فہمی کا باعث بنائے جیسے اس کا عربی ایڈیشن عرب علماء وشیوخ کے لیے فہم قرآن کا وسیلہ ہے۔

حافظ صلاح الدین یوسف

شاداب کالونی گڑھی شاہو، علامہ اقبال روڈ، لاہور۔

(16 اپریل 2003ء)